بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطباتِ مفکرِ اسلام

﴿حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ﴾

(جلد سوم)

جمع وترتیب

محمد کاظم ندوی

ملنے کا پتہ

مکتبہ ایوب کاکوری۔ لکھنؤ

۲۲۱۰۷

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿نومبر ۲۰۰۰ء﴾

نام کتاب ——— خطبات مفکر اسلام جلد سوم

کمپیوٹر کمپوزنگ ——— مسرور احمد ندوی

طباعت ——— شاذیہ آفسٹ لکھنؤ

قیمت ——— Rs. 120 /=

باہتمام

محمد کاظم ندوی

ملنے کے دیگر پتے

☆ مکتبہ ندویہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ مکتبہ الفرقان نظیر آباد لکھنؤ

☆ مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ

☆ مکتبہ حرمین کچہری روڈ لکھنؤ

☆ مکتبہ فردوس، مکارم نگر لکھنؤ

☆ مکتبہ البدر کاکوری، لکھنؤ

☆ مکتبہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

مضامین | صفحات

☆عرض ناشر ۵

☆عرض مؤلف ۷

☆ پاک تیری صفت پاک تیرا کلام (حمد) ۱۰

☆ خبر تو خیر الانام لے لو (نعت) ۱۲

۲ ☆قرآنی مطالعہ اور اس کے آداب ۱۳

۲ ☆نبوت کا عطیہ ۲۹

۲ ☆حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی
کے حفاظت دین اور قیادتِ مسلمین کے مراکز ۵۱

۲ ☆عصری تعلیم حاصل کرنے والے نوجوانوں سے خطاب ۷۱

۲ ☆ موجودہ دور کے بے چین ذہنوں
کو مطمئن کرنا علماء کی سب سے بڑی ذمہ داری ۸۳

۲ ☆خدا کی بستی دوکان نہیں ہے ۹۷

www.abulhasanalinadwi.org

☆ توحید خالص اور اتباع سنت کی دعوت ۱۱۳

☆ مسلم دانشوروں کی ذمہ داری ذہنی و ادبی خود کفالتی ۱۲۵

☆ عالم اسلام میں اعلیٰ تعلیم کا مقصد و منہاج ۱۴۱

☆ اس ملک کی قسمت اسلام سے وابستہ ہے ۱۶۳

☆ لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان ۱۷۵

☆ محبت اور سچی روحانیت کی فتح ۱۹۳

☆ علماء اور تعلیم یافتہ طبقہ کی ذمہ داریاں ۲۰۵

☆ نسلِ نو کے ایمان و عقیدہ کی فکر کیجئے ۲۱۹

☆ صورت اور حقیقت ۲۳۵

☆ علوم دینیہ کے طلبہ و فضلاء کی کامیابی کی تین لازوال شرطیں ۲۵۳

☆ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا کام اور پیغام ۲۶۷

☆ بنگلہ دیش میں اہل علم و فکر کی ذمہ داری بنگلہ زبان میں مہارت و قیادت ۲۸۳

☆ نفس پرستی یا خدا پرستی ۲۹۳

☆ یہ دین زندہ ہے اور زندوں سے قائم ہے ۳۱۳

☆ مدح صحابہؓ کے جلسوں کا پیغام
اس کے تقاضے اور شریک ہونے والوں کی ذمہ داریاں ۳۲۷

☆ علم کا رشتہ اپنے رب کے نام سے جوڑنا ضروری ہے ۳۴۹

☆ نعمتِ اسلام کی قدر اور اس پر شکر ۳۵۷

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۹۳
۶۵۲۲

عرض ناشر

دارالقلم، ایک تصنیفی واشاعتی ادارہ ہے، جس کے قیام اور تاسیس کا مقصد ہی ہندوبیرون ہند کے مقتدر مصنفین، مؤلفین اور مترجمین کی کتابوں کی نشرواشاعت ہے۔

دارالقلم، نے اب تک چھوٹی بڑی متعدد کتابیں شائع کر کے اہل علم اور مطالعہ کے شائقین کو قیمتی اور مفید وکار آمد مواد فراہم کیا ہے۔

دارالقلم، کے وسائل بہت محدود ہیں، اور اسکے خدام کا مطمحِ نظر بہت بلند ہے، بظاہر دونوں میں تضاد نظر آتا ہے، پھر بھی خدام ادارہ اللہ کی رحمت سے مایوس اور ناامید نہیں ہیں، وہ اس فکر میں ہیں کہ یہ ادارہ اپنے وسائل بڑھائے، اور دین حنیف کی خدمت میں بہترین رول ادا کرے۔

دارالقلم، اپنے اغراض ومقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنے محسنین اور کرم فرماؤں کے حسنِ سلوک اور مدد وتعاون کا منتظر ہے۔

دارالقلم، نے حال ہی میں "خطباتِ مفکر اسلام"

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا سید ابوالحسنؒ علی ندوی کے دو حصے طبع کرا کر ملک اور بیرون ملک کے اہل علم اور احباب سے دادِ تحسین حاصل کی ہے۔ قارئین کے خطوط اس پر شاہد ہیں۔

دارالقلم، اس وقت آپ کی خدمت میں "خطبات مفکر اسلام" حضرت مولانا سید ابوالحسنؒ علی ندوی کی تیسری جلد معیاری کتابت وطباعت سے آراستہ کر کے پیش کر رہا ہے، امید ہے کہ جلد اول اور جلد دوم کی طرح قارئین اور ناظرین اس جلد کی جمع وترتیب اور کتابت وطباعت کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھیں گے، اور اپنے قیمتی آراء سے دارلقلم کے خدام کو مطلع فرما کر ممنون کریں گے۔

اخیر میں آپ حضرات سے عرض ہے کہ مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کے لئے اپنی خصوصی دعاؤں میں حصہ دیکر حضرت سے اپنی محبت وعقیدت اور وابستگی کا ثبوت فراہم کریں گے، اگر یاد رہ جائے تو خطباتِ مفکر اسلام کے مرتب کو بھی اپنی دعاؤں میں شامل کرلیں گے۔ اور بس۔

والسلام

محمد عاصم

منیجر

دارلقلم ڈھاکہ

یکم نومبر ۲۰۰۰ء

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور اسکی توفیق وعنایت سے ''خُطباتِ مفکرِ اسلام'' حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو خوبصورت ترین جلدیں اول اور دوم علی الترتیب جنوری واپریل ۲۰۰۰ء میں بڑے ہی آب و تاب کے ساتھ منظر عام پر آئیں، ہندو بیرون ہند کے اہل علم حضرات، رفقاء، احباب اور اسکول، کالج، یونیورسٹی، مدارس و جامعات کے محترم اساتذہ و عزیز طلبہ نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیکر حضرت مفکرِ اسلام سے اپنی والہانہ عقیدت، محبت، گہری وابستگی اور دیرینہ نسبت و تعلق کا ثبوت دیا، نیز دونوں جلدوں کی ترتیب، عمدہ کتابت، معیاری طباعت، اور حسن وتزئین کاری سے متعلق اپنی پسندیدگی کا ثبوت فراہم کر کے ناچیز مرتب کی بھر پور ہمت افزائی کی، اور اس میدان میں قدم بہ قدم آگے بڑھنے کا حوصلہ بخشا، ہندو بیرون ہند کے اہل علم کے آئے ہوئے خطوط اس پر شاہد ہیں، ان حضرات نے اس کام کی صرف تعریف و توصیف ہی نہیں کی، بلکہ اس کتاب کی بروقت ترتیب واشاعت کو ایک مفید اضافہ قرار دیا۔

اس وقت ''خُطباتِ مفکرِ اسلام'' کی تیسری جلد قارئین،

www.abulhasanalinadwi.org

ناظرین اور علم دوست احباب کی خدمت میں اس توقع اور امید پر پیش کی جارہی ہے کہ سابقہ دونوں جلدوں کی طرح یہ جلد بھی پسندیدگی کی نظروں سے دیکھی جائے گی، اور مطالعہ کے شائقین حضرات اس حصہ سے بھی بھرپور استفادہ کریں گے۔

اس موقع پر کچھ تاخیر اور معذرت کے ساتھ حضرت مفکر اسلام کے ایک محبوب ترین شاگرد، ہندو بیرون ہند کے سفر و حضر کے پچاس سالہ دیرینہ رفیق ومعاون، استاذ گرامی حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی دام مجدہ استاذ ادب و مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نیز ایڈیٹر "البعث الاسلامی" کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں، جن کی معتبر رہنمائی اور کریمانہ سلوک کے نتیجہ میں ان کے ساتھ حضرت مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالی میں جب کہ حضرت مفکر اسلام صاحبِ فراش تھے، اس کتاب سے متعلق "پیغام" حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا، استاذ گرامی نے اس کتاب کی جلد اول و دوم کی ٹائپ شدہ کاپیاں خود ہی اپنے ہاتھوں سے حضرت کو دکھلائیں اور عرض کیا تھا کہ مولانا محمد کاظم ندوی آپ کی مختلف اخبارات و رسائل میں چھپی ہوئی تقریروں اور چھوٹی چھوٹی مطبوعہ تقریری کتب کو یکجا کر کے "خطباتِ مفکرِ اسلام" کے نام سے متعدد جلدوں میں طبع کرانا چاہتے ہیں، حضرت مفکر اسلام نے اس پر مسرت وخوشی کا اظہار فرمایا تھا، اور ایک عدد مفید و کارآمد "پیغام" بھی عنایت فرمایا تھا جو اس کتاب کی جلد اول اور دوم میں شامل اشاعت ہے جلد سوم کے کور کی پشت پر بھی وہ قیمتی "پیغام" دیکھا جا سکتا ہے۔

اسی طرح اپنے ایک دیرینہ رفیقِ درس جناب مولانا عبد العزیز صاحب ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا شکر گزار ہوں، جن کی صالح مساعی جمیلہ

www.abulhasanalinadwi.org

"خطبات" کے پیغام اور مقدمۃ الکتاب کے حصول سے لیکر اس کی نکاسی تک میں میرے ساتھ رہیں، اور انشاء اللہ ان کی جد و جہد، کوششیں، ہمت افزائی کے کلماتِ خیر اور صالح دعائیں میرے ساتھ ہمیشہ رہیں گی۔ اللھم زد فزد

استاذ گرامی حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی دام مجدہٗ اور رفیقِ محترم جناب مولانا عبد العزیز صاحب ندوی۔ یکے بعد دیگرے دونوں کرم فرماؤں اور محسنین سے متعلق یہ چند "کلماتِ تشکر" اس کتاب کی جلد اول ہی میں آنے چاہئے تھے، مگر عجلتِ عمل اور ذہنی غفلت و تسامح کی وجہ سے ان دونوں محسنین کے اسماء گرامی اور ان کے احسانات کا "ذکرِ جمیل" جلد اول و دوم میں نہ آسکا، اس لئے اس جلد (سوم) میں قدرے تفصیل سے لکھا گیا۔ اور بس!

ان ہی مختصر کلمات کے ساتھ آپ حضرات سے رخصت ہوتا ہوں۔

اور امید کرتا ہوں کہ صاحبِ خطبات حضرت "مفکر اسلام" رحمتہ اللہ علیہ کی مغفرت کے لئے آپ حضرات دعائیں کریں گے، اور اگر یاد رہے تو "خطبات" کے اس ناچیز مرتب کو بھی اپنی دعاؤں میں شریک کر لیں گے۔

والسلام

محمد کاظم الندوی

استاذ دار العلوم فاروقیہ، کاکوری لکھنؤ

۴ / جولائی ۲۰۰۰ء

یکم ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

www.abulhasanalinadwi.org

پاک تیری صفت، پاک تیرا کلام

اے خدا صاحبِ عزوجاہ و حشم
صاحبِ عرش وکرسی ولوح وقلم
بادشاہت تری کو بہ کو، یم بہ یم
حمد تیری بیاں آج کرتے ہیں ہم

تیرے اللہ ورحمٰن ہیں پاک نام
پاک تیری صفت ، پاک تیرا کلام

ہر جگہ، ہر نفس توہی تو، توہی تو
ہے تیری جستجو، ہے تیری گفتگو
دونوں عالم کو تونے دیا رنگ وبو
تیرا جودو کرم سر بہ سر،کو بہ کو

اے خدا تیری رحمت جہاں میں ہے عام
پاک تیری صفت، پاک تیرا کلام

تیرے سارے ملک اور جن وبشر
مہر وماہ ونجوم وفلک بحروبر
خار و گلہائے تر اور سب جانور
سال وماہ وشب و روز و شام وسحر

تو ہے سب کا خدا سب ہیں تیرے غلام
پاک تیری صفت ، پاک تیرا کلام

www.abulhasanalinadwi.org

تو نے بخشی غذا اور پانی ہوا
ہر مرض کی دوا دے کے بخشی شفا
دور کرتا ہے تو ہی مصیبت سدا
کس زباں سے کریں شکر تیرا ادا
کیوں نہ تسبیح تیری پڑھیں صبح وشام
پاک تیری صفت، پاک تیرا کلام

گلستاں کے گل ولالہ ونسترن
سوسن وجوہی، بیلا، گلاب وسمن
اور گلشن کے گلہائے رشک چمن
ان کو پہنائے تو نے حسیں پیرہن
ان گلوں سے مہکتا ہے گلشن تمام
پاک تیری صفت ، پاک تیرا کلام

حمد تیری خدا ختم کرتے ہیں ہم
بادل مضطرب اور با چشم نم
عرض کرتے ہیں ہم کھا کے تیری قسم
حمد گر ہم کریں عمر بھر دم بہ دم
زندگی ہو تمام حمد ہو نا تمام
پاک تیری صفت، پاک تیرا کلام

(مولانا محمد ثانی حسنی)

www.abulhasanalinadwi.org

خبر تو خیر الانام لے لو

نبی اکرم، شفیع اعظم، دکھے دلوں کا پیام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے کھڑے ہوئے ہیں سلام لے لو
شکستہ کشتی ہے تیز دھارا، نظر سے روپوش ہے کنارا
نہیں ہے کوئی ناخدا ہمارا، خبر تو عالی مقام لے لو
عجیب مشکل میں کارواں ہے، نہ کوئی جادہ نہ پاسباں ہے
بشکل رہبر چھپے ہیں رہزن، اٹھو ذرا انتقام لے لو
قدم قدم پہ ہے خوف رہزن، زمیں بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بد ظن، تمہیں محبت سے کام لے لو
کبھی تقاضا وفا کا ہم سے، کبھی مذاق جفا ہے ہم سے
تمام دنیا خفا ہے ہم سے، خبر تو خیر الانام لے لو
یہ کیسی منزل پہ آگئے ہیں، نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو
یہ دل میں ارماں ہے اپنے طیبؔ مزار اقدس پہ جا کے اک دن
سناؤں ان کو میں حال دل کا کہوں میں ان سے سلام لے لو

(حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ صاحب)

www.abulhasanalinadwi.org

قرآنی مطالعہ اور اس کے آداب

یہ تقریر ۲۶/جولائی ۷۸ء کو قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور کے ایک منتخب جلسے میں کی گئی، اس جلسہ میں حلقۂ تدبرِ قرآن سے تعلق رکھنے والے حضرات دور دراز کا سفر کر کے آئے تھے، مقررِ خصوصی اور قرآن اکیڈمی کا تعارف اس کے موسس وصدر ڈاکٹر اسرار صاحب نے کرایا۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآنی مطالعہ اور اس کے آداب

الحمد لله نحمده ونستعينه ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له ونشهد أن محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ آله واصحابه وسلم تسليما كثيراً كثيراً. اعوذ بالله من الشيطان الرجيم ، بسم الله الرحمن الرحيم. "الله يجتبي إليه من يّشاء ويهدى إليه من يـ ".

قرآن مجید ہر موقع پر مشکل کشائی اور دست گیری کرتا ہے

برادرانِ عزیز! قرآن مجید کے معجزات میں سے جن کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، یہ بھی ہے کہ وہ ہر موقع پر مشکل کشائی اور دست گیری کرتا ہے، مجھے بارہا اس کا تجربہ ہوا کہ میں کسی تقریر کے موقع پر یہ طے نہ کر سکا کہ اپنی بات کہاں سے شروع کروں گا، اور مجھے آج کیا کہنا ہے، اور قاری نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور مجھے معلوم ہوا کہ دوسرے لوگوں کے سننے سے پہلے وہ آیتیں مجھے سنائی جارہی ہیں، اور ان آیتوں کا انتخاب میرے لئے کیا گیا ہے، مجھے اپنے غیر ملکی دوروں میں

www.abulhasanalinadwi.org

بھی اس کا تجربہ ہوا کہ دن بھر کی مصروفیتوں اور نقل و حرکت میں اس پر غور کرنے کی نوبت ہی نہ آئی کہ کس موضوع پر تقریر ہوگی، کہیں تو موضوع کا تعین ہو جاتا ہے، اور کہیں نہیں ہوتا تو میں نے اس کو خدا پر چھوڑ دیا کہ وہ وقت پر رہنمائی فرمائے گا، چونکہ جو چیز اس کی طرف سے آتی ہے اس کو عارفین ''وارد'' کہتے ہیں، یعنی ایک عزیز مہمان جس کا ورود ہوا ہے، اس میں اپنے ارادہ اور انتخاب کو کوئی دخل نہیں، اس موقع پر بھی یہی پیش آیا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے عزیز قاری کو جو انہوں نے آیتیں پڑھیں اس میں ہماری رہنمائی ہوئی، قبل اس کے کہ میں آیت کی تشریح میں کچھ عرض کروں اور قرآن مجید کے طالب علموں کے سامنے اپنے کچھ تجربے کچھ مشورے پیش کروں کہ حقیقت میں وہی میرے مخاطب ہیں، کچھ اپنی حقیر ذات اور علمی سفر کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

قرآن مجید کی حکمتِ دعوت

ڈاکٹر صاحب نے بڑی خوبی سے میرا تعارف کرلیا لیکن میں پھر بھی کسی قدر تعارف ضروری سمجھتا ہوں اور سنتِ یوسفی کے مطابق یہ فرض خود ہی انجام دیتا ہوں، جب حضرت یوسفؑ کے پاس تعبیر پوچھنے والے گئے تو انہوں نے فرمایا ''ذٰلکما ممّا علمنی ربّی'' سب سے پہلے سامعین کو یا جو کوئی استفسار لے کر جائے اس کو اس اطمینان کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ جس کے پاس گئے ہیں، اس سے کچھ مدد بھی مل سکتی ہے یا نہیں، انتخاب میں انہوں نے کچھ غلطی کی یا نہیں کی، تو انہوں نے ضروری سمجھا کہ کہہ دیں ''ذٰلکما ممّا علمنی ربی اِنی ترکتُ ملةَ قومٍ لا یؤمنونَ باللهِ وَھم بالآخرةِ ھُم کٰفرون۔''

یہ نبی کا کلام تھا اور اس میں ایک طرح کی خودستائی کی بو تھی اس میں اپنی

تعریف کی بو نکلتی تھی، اور یہ وہم ہو سکتا تھا، اس لئے انہوں نے فوراً فرمادیا کہ "ذٰلکما ممّا علّمنی ربّی" میں تمہاری اس موقع پر مدد تو کر سکتا ہوں، مجھے اللہ نے یہ علم عطا فرمایا ہے، لیکن یہ علم کیوں عطا کیا ہے؟ "اِنّی ترکت مِلّۃ قومٍ لایؤمنون باللہ" یہ میری ذہانت کا نتیجہ نہیں ہے، میری نجابت کا بھی یہ نتیجہ نہیں حالانکہ یہ دونوں چیزیں موجود تھیں اور بدرجۂ کمال وجمال، لیکن انہوں نے فرمایا "اِنّی ترکت مِلّۃ قومٍ لایؤمنون باللہ وھم بالاٰخرۃ ھم کٰفرون" اس علم کا اضافہ اس لئے ہوا کہ میں نے اس قوم کی ملت چھوڑ دی جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتی اور آخرت کی منکر تھی "واتبعت ملّۃ آبائی اِبراھیم واسحٰق ویعقوب" اور اس کے بعد انہوں نے وہیں سے توحید کے وعظ کا مدخل پیدا کر لیا، عزیزو! تم جس کو بڑا مسئلہ سمجھ رہے ہو اور جو مشکل تم کو یہاں لے کر آئی ہے، اس سے بڑی مشکل درپیش ہے، وہ ہے عقیدہ، یہ خواب جو تم نے دیکھا، خواب تو خواب ہی ہوتا ہے، لیکن معاملہ بیداری کا ہے، معاملہ زندگی کے مستقبل کا ہے، معاملہ ابدی اور دائمی زندگی کا ہے، مان لو تم کو اس کی تعبیر دینے والا دنیا میں کوئی بھی نہ ملے تب بھی کوئی بڑا نقصان نہیں، لیکن اس خوابِ ہستی کی تعبیر دینے والا اگر کوئی نہ ملا کہ دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے؟ کائنات کا فاطر وخالق کون ہے؟ اگر اس کی صحیح معرفت نہ ملی تو اصل خطرہ یہ ہے، پھر انہوں نے اتنا ہی (DOSE) دیا جتنا (DOSE) دینا چاہئے تھا، وہ جانتے تھے کہ یہ غرض لے کر آئے ہیں، ان کو ایک ذہنی پریشانی ہے، یہ اتنا صبر نہیں کر سکتے کہ ان کو ایک یا دو گھنٹہ تبلیغ کروں، اس لئے انہوں نے بالکل صحیح احساس تناسب کے ساتھ جو ایک حاذق طبیب رکھتا ہے، اور ایک داعی حکیم رکھتا ہے، ایک ملہم رکھتا ہے، اتنا ہی ڈوز دیا جتنے ڈوز کے وہ متحمل تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

دل کا دروازہ کبھی کبھی کھلتا ہے

آپ اس تناسب کو دیکھئے، اس میں جمالِ یوسفی پورے طور پر عیاں ہے، اس میں نہ کمی ہے، نہ زیادتی، ناپ تول کر جہاں رُک جانا چاہئے وہاں رک گئے، یعنی توحید کی پوری بات کہی، لیکن اس کو اتنا دراز نہیں کیا کہ وہ لوگ یہ کہنے لگتے کہ آپ اگر خواب کی تعبیر دے سکتے ہیں تو دیجئے، ورنہ ہم فرصت سے آئیں گے، حضرت یوسف؈ نے دیکھا کہ ان کے دل ودماغ کا دروازہ کھلا ہے، اور دل کا دروازہ کبھی کبھی کھلتا ہے، قسمت سے کھلتا ہے، کبھی کسی غرض سے کھلتا ہے، کبھی کسی پریشانی سے کھلتا ہے، اس دروازہ سے جو اصل پیغام ہے، وہ داخل کردینا چاہئے، لیکن وہ پیغام اس سبک روی کے ساتھ داخل ہو کہ وہ دروازے بند نہ ہو جائیں، اور احتجاجاً بند نہ ہو جائیں میں تو حیران رہ جاتا ہوں اور افسوس ہے کہ یہ پورا حصہ بائبل سے حذف ہے، اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ بائبل کس کی تصنیف ہے، اور قرآن کس کا نازل کیا ہوا ہے، ان کو خوب اندازہ تھا کہ یہ کتنی بات کے متحمل ہو سکتے ہیں، اتنی ہی بات انہوں نے کہی، مریض چاہتا ہے کہ اس کو اس کے درد کا مداوا جلد مل جائے تو انہوں نے کہا "لا یاتیکما طعام ترزقنه اِلا نبّاتُکما بتاوِیله قبل اَن یّاتیکما" تمہارا راشن جو مقرر ہے، اس کے آنے سے پہلے تعبیر دے دوں گا، مخاطب کو یہی دو اطمینان چاہئیں، اس کی دوا مل سکتی ہے یا نہیں؟ اور جلد ملتی ہے یا نہیں؟ اس درمیان میں توحید کا وعظ کہہ دیا۔

مطالعۂ قرآن مجید سے علمی زندگی کا آغاز

میں اپنا تھوڑا سا تعارف کرانا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں قرآن شریف کا ایک حقیر اور ادنیٰ طالب علم ہوں، میری علمی زندگی قرآن مجید ہی کے مطالعہ سے

www.abulhasanalinadwi.org

شروع ہوئی، میں نے کئی جگہ لکھا ہے کہ مجھے اللہ نے ایک ایسا استاد عطا کیا جس کو ذوقِ ایمانی اور ذوقِ قرآنی ملا تھا، وہ قرآن پڑھتے تھے، اور رُوتے تھے، پہلا نقش جو مجھ پر پڑا وہ ان کی آواز کا، جو درد میں ڈوبی ہوتی تھی، یہ میری خوش نصیبی تھی، اور قرآن مجید کا اصل مزاج بھی یہی ہے۔

قرآن مجید کا مزاج صدّیقی ہے

قرآن مجید کا مزاج صدیقی ہے، جب حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا گیا کہ نماز پڑھاؤ اور حضورؐ کے مصلے پر کھڑے ہو جاؤ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابو بکرؓ کو اس سے معاف رکھا جائے کہ وہ ''رجل بکّاء'' ہیں، جب وہ قرآن شریف پڑھنے لگتے ہیں تو پڑھ نہیں سکتے، ان پر گریہ غالب ہو جاتا ہے، اور لوگ سن نہیں سکتے ہیں، اور یہی شکایت کی تھی، مشرکین قریش نے جب حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کی اجازت دی گئی، اور انہوں نے اپنے گھر کے سامنے ایک مسجد بنائی، جب تک کہ وہ سرّی نماز پڑھتے رہے تو لوگ وہاں جمع نہیں ہوتے، لیکن جب وہ قرأت کرنے لگے، اور مرد و عورتیں اور بچے وہاں جمع ہونے لگے، پھر وہ رقّت کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے لگے تو پتھر بھی موم ہونے لگے تھے، اور دلوں پر ایسا اثر ہونے لگا کہ قریش کو یہ فکر پڑ گئی کہ کہیں مکہ معظمہ کی زندگی میں تہلکہ نہ مچ جائے کہ زمام کاران کے ہاتھوں سے نہ نکل جائے، اصل میں قرآن کا مزاج ہی یہی ہے کہ درد کے ساتھ، ایمانی حلاوت کے ساتھ پڑھا جائے، حدیث میں آتا ہے ''الایمان یمان والفقه یمان والحکمة یمانیة'' یہ میری خوش نصیبی کہ پہلا معلم جو مجھے عطا کیا گیا وہ رقیق القلب تھا، دل درد مند رکھتا تھا، اور ہم لوگوں کو حسرت رہتی تھی کہ وہ دیر تک قرآن شریف پڑھیں اور ہم سنیں، وہ ہمارے محلّہ کی

مسجد میں فجر کی نماز پڑھاتے تھے، شاذونادر کبھی ایسی نوبت آتی تھی کہ وہ پوری سورہ پڑھ سکیں، پڑھنا شروع کیا کہ گریہ طاری ہوا، آواز بھرآگئی، ان کا روزانہ کا یہ معمول تھا، انہوں نے مجھے قرآن مجید کی کچھ سورتیں پڑھائیں، توحید کی سورتیں خاص طور پر انہوں نے مجھے پڑھانی شروع کیں، سورۂ زمر سے شروع کیا، پھر وہ وقت آیا کہ زبان وادب کی تعلیم غالب آگئی اور اسی میں مشغول ہو گیا، لیکن قرآن مجید کا ذوق تھا وہ وقتاً فوقتاً سامنے آتا تھا اور اثر کرتا تھا۔

اس کے بعد جب میری تعلیم ختم ہوئی تو قرآن مجید کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا، مدارس کے نصاب میں جو کتابیں پڑھی جاتی ہیں، ان سے زیادہ پڑھیں، پھر لاہور آکر مولانا احمد علیؒ سے قرآن مجید پورا پڑھا، یہاں بھی جس چیز نے متاثر کیا وہ ان کی قرآنی زندگی تھی، جس کو قرآن ناطق کہا گیا ہے، اس سے قلب میں جلا محسوس ہوتی تھی، مولانا کی زاہدانہ زندگی ودرویشانہ معاشرت اور عمل بالسنّت کا مجھ پر وہ اثر پڑا، اس کو "برکت" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، کچھ عرصہ دارالعلوم دیوبند میں بھی رہا، میں نے مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے وقت مانگا کہ خاص خاص آیات جن میں مجھے اشکال محسوس ہوتا ہے، جو عام تفسیروں سے حل نہیں ہوتیں، وہ میں آپ کے سامنے پیش کروں گا، مولانا مدنیؒ اپنے زمانہ کے بلند ترین علماء میں تھے، اور علوم وفنون اور حدیث کے علاوہ جس کے وہ مانے ہوئے استاد اور شیخ تھے، ان کو قرآن مجید کا خاص ذوق تھا اس کا رنگ ان کی زندگی اور مزاج پر چھا گیا تھا، انہوں نے مجھے جمعہ کا دن دیا، مجھے یاد ہے کہ ان آیات کو منتخب کر لیتا تھا جو حل نہیں ہوتی تھیں، مولانا کثرت سے سفر کرتے تھے، اور وہ تحریک کا زمانہ تھا، لیکن مجھے پھر بھی استفادہ کا کچھ موقع ملا۔

مولانا سید سلیمان ندوی اور علوم قرآن

اس کے علاوہ مجھے سید سلیمان ندویؒ سے قرآن مجید کی بعض آیات کی تفسیر اور بعض آیتوں پر ان کی تقریر سننے کا موقع ملا اور میرا تاثر یہ ہے کہ میں نے قرآن مجید کے بارے میں کسی کا فہم اتنا عمیق نہیں پایا جتنا کہ مولانا سید سلیمان ندویؒ کا، یہ ایک تاریخی انکشاف ہے، لوگ سید صاحب کو مورخ اور سوانح نگار کی حیثیت سے جانتے ہیں، متکلم کی حیثیت سے جانتے ہیں، لیکن میرے نزدیک فہم قرآن میں ان کا پایہ بلند تھا کہ مجھے ہندوستان ہی نہیں بلکہ تحتی بر اعظم میں بھی کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس کا مطالعۂ قرآن اتنا وسیع اور عمیق ہو اور اس غائر مطالعہ کی وجہ یہ ہے کہ عربی زبان وادب اور بلاغت اور اعجازِ قرآنی کا مطالعہ ان کا بہت وسیع و عمیق تھا، پھر مولانا حمید الدین فراہیؒ (جو اس فن کے گویا امام تھے) کی صحبت میں رہ کر انہوں نے ان کی گفتگو، ان کی تحقیقات اور ان کے مطالعۂ قرآن سے پورا استفادہ کیا، مجھے یاد ہے کہ ایک بار ہم لوگ دارالمصنفین گئے ہوئے تھے، تو انہوں نے سورۂ جمعہ پر تقریر کی، میں نے ایسی عالمانہ، ایسی محققانہ اور ایسی نکات سے بھری ہوئی تقریر ابھی تک نہیں سنی تھی، کاش کہ وہ محفوظ ہو جاتی تو مجھے سید صاحب سے مختصر استفادہ کا موقع ملا، پھر جب دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بحیثیت استاد میرا انتخاب ہوا تو خاص طور سے قرآن مجید کا درس میرے سپرد ہوا، وہاں قرآن کے درس کی دو صورتیں ہیں، ایک تو متن قرآن پڑھایا جاتا ہے، اور یہ سلسلہ غالباً دارالعلوم ندوۃ العلماء ہی سے شروع ہوا، پھر اور مدارس میں اس کی تقلید کی جانے لگی، اور یہی صحیح طریقہ ہے کہ ابتدا میں متن کو سامنے رکھ کر پڑھایا جائے بغیر کسی تفسیر کی مداخلت کے، استاد تیار ہو کر آئے، اور وہ اپنا مطالعۂ قرآن پیش کرے، تو مجھے کئی سال تک

www.abulhasanalinadwi.org

قرآن مجید کی خدمت کا موقع ملا، تفسیر بھی پڑھائی، لیکن زیادہ متن قرآن پڑھایا، جو مضامین میرے سپرد ہوئے تھے، ان میں سب سے زیادہ اہم تفسیر والا مضمون تھا، میں نے اپنا تعارف اس لئے کرادیا کہ آپ یہ سمجھیں کہ میں قرآن مجید کا ادنیٰ طالب علم ہوں، اس کے بعد جو کچھ بھی اللہ نے توفیق دی اس میں قرآن مجید کا سب سے بڑا حصہ ہے۔

"آنچہ کردم ہمہ از دولتِ قرآں کردم"

جن لوگوں نے میری ناچیز تحریریں اور تصنیفات دیکھی ہیں، ان کو اندازہ ہوگا کہ میری تحریروں کا تانابانا قرآن مجید ہی سے تیار ہوتا ہے، میں نے سب سے زیادہ قرآن سے مدد لی ہے، اور پھر تاریخ سے، اور میں تاریخ کو قرآن مجید کی ہی تفسیر سمجھتا ہوں۔

اجتباءِ خاص، ہدایتِ عام

اس وقت جو آیت پڑھی گئی اس آیت میں دو چیزیں بیان ہیں، ایک مقامِ اجتباء اور دوسرے ہدایت، اجتباء کے لئے اللہ تعالیٰ نے صاف صاف کہہ دیا ہے "اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء" سارا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، جس کو چاہے وہ اجتباء سے سرفراز کرے اور اس کو قبولیت واجتباء کا درجہ عطا کرے، لیکن ہدایت کی سب انسانوں کی ضرورت ہے "یھدی اِلیہ من ینیب" وہ ان کو ہدایت دیتا ہے، جو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، ہدایت کے طالب ہوتے ہیں، اور جن میں انابت کی، تواضع کی اور بندگی کی اور اپنے کو کچھ نہ سمجھنے کی کیفیت پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کو راستہ پر لگا دیتا ہے، اور آخر تک پہنچا دیتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں انابت کی صفت پائی جائے "یھدی اِلیہ من ینیب" میں اسی ٹکڑے پر

www.abulhasanalinadwi.org

عرض کرنا چاہتا ہوں۔

قرآن مجید کے دو پہلو ہیں، اس کا تعلیمی، اور تبلیغی پہلو ہے، یعنی وہ عقائد جن پر ہر شخص کو ایمان لانا چاہئے اور سمجھنا چاہئے اور قرآن سے اخذ کرنا چاہئے، اس کے متعلق تو قرآن مجید کا اعلان ہے کہ "بلسان عربی مبین" ﴿روشن اور واضح عربی میں ہے﴾ اس سے زیادہ واضح الفاظ میں بتادیا "ولقد یسّرنا القرآن للذکر فھل من مدّکر" ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے، کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

قرآن مجید پڑھ کر انسان مُشرک نہیں ہوسکتا

کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ خدا اس سے کیا چاہتا ہے، اور اس کی ہدایت کے لئے کیا شرائط ہیں، اور توحید و رسالت اور معاد کا قرآنی تصوّر کیا ہے؟ قرآنی عقیدہ کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے کہ دنیا میں ہدایت اور آخرت میں نجات مل سکے؟ اس کے لئے قرآن مجید آسان ہے اور کسی کو یہ کہنے کا یہ عذر نہیں کہ ہم قرآن مجید سے ان باتوں کو سمجھ نہیں سکے، اور قرآن ہمارے لئے حجت نہیں، توحید کے بارے میں واضح سے واضح، صریح سے صریح، طاقتور سے طاقتور، دوٹوک بات جو کہی جا سکتی ہے، قرآن مجید میں موجود ہے، قرآن مجید پڑھ کر آدمی سب کچھ ہو سکتا ہے، لیکن مشرک نہیں ہو سکتا، میں یہ علی الاعلان کہتا ہوں کہ وہ ٹھوکریں کھا سکتا ہے، بے عمل ہو سکتا ہے، وہ فسق کی راہ اختیار کر سکتا ہے، لیکن جہاں تک توحید و شرک کا تعلق ہے، تو قرآن مجید بالکل سورج کی طرح روشن اور سورج کیا چیز ہے، اس میں کسی قسم کے اشتباہ کی گنجائش نہیں، اور جہاں تک رسالت کے عقیدہ کا تعلق ہے کہ نبوت کیا چیز ہے؟ انبیاء کیا ہیں؟ ان کے ذمہ کون سی

www.abulhasanalinadwi.org

چیز سپرد کی گئی؟ ان کو کیا حکم ہوتا ہے؟ وہ کیا تعلیم دیتے ہیں؟ ان کی سیرت کیسی ہوتی ہے؟ ان کی زندگی کیسی پاکبازانہ اور بلند ہوتی ہے؟ یہ قرآن مجید میں صاف طور سے بیان کر دیا گیا ہے، وہ اپنا تعارف بھی کراتے ہیں، وہ شبہوں کو دور بھی کرتے ہیں، آپ سورۂ اعراف پڑھئے سورۂ ہود پڑھئے، سورۂ شعراء پڑھئے، اس میں ایک ایک نبی کا نام لے کر تعارف کرلیا گیا اور ثبوت دیا گیا ہے۔

عقل جج نہیں بلکہ وکیل ہے

جہاں تک رسالت وانبیاء کا تعلق ہے، اس کے بارے میں بھی قرآن مجید میں کسی غلط فہمی کی گنجائش نہیں، لیکن اگر کوئی آدمی گمراہی کا ارادہ ہی کرلے تو گنجائش تو ہر چیز کی ہے، آپ ہی میں سے کوئی صاحب جن کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت عطا کی ہو کھڑے ہو جائیں اور کہیں کہ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ اس وقت دن ہے، سورج روشن ہے، اور ہمیں دھوپ کی تمازت محسوس ہو رہی ہے تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ہم سب کو لاجواب کر دیں، اس کا تو زبان اور ذہانت سے تعلق ہے، مقدموں میں عدالتوں میں کیا ہوتا ہے؟ دن کو رات اور رات کو دن ثابت کر دیا جاتا ہے، ہمارے استاد مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ فرمایا کرتے تھے، کہ عقل جج نہیں بلکہ وکیل ہے، اس کو فیس ملنی چاہئے تو پھر یہ ہر مقدمہ کو ثابت کر سکتی ہے، جب کوئی فلسفہ آیا عقل نے اس کی صداقت کو اس طرح ثابت کیا کہ وہ بالکل بدیہی حقیقت معلوم ہونے لگی، یہ الگ بات ہے کہ کوئی آدمی طے کرلے کہ قرآن مجید سے کوئی بات نکالنا ہے، اور اس کی مثال میں آپ کے سامنے دیتا ہوں، میں اسلامک اسٹڈیز کانفرنس کے ایک جلسہ میں شریک تھا، وہاں ایک صاحب نے مقالہ پڑھا، میں ان کا نام اور جگہ کا نام نہیں لوں گا، انہوں نے اپنے مقالہ میں یہ ثابت کیا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

قرآن میں جہاں صلوۃ کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد علاقائی حکومت ہے، اور جہاں الصلوۃ الوسطیٰ آیا ہے، اس سے مراد مرکزی حکومت ہے اور ثابت کیا کہ سارے قرآن میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے، مجھے اسی وقت بڑی سختی سے اس کی تردید کرنی پڑی۔

ہدایت کے لئے قرآن آسان ہے

ہدایت کے لئے قرآن مجید آسان ہے، اس میں کہیں کوئی شبہ نہیں، لیکن جہاں تک اس کے علوم کا تعلق ہے، اس کے رفیع ودقیق مضامین کا تعلق ہے، اس میں کسی چیز کے متعلق دعوے کے ساتھ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ہم جو کچھ سمجھتے ہیں، اس کے علاوہ سب غلط ہے، قرآن کے بارے میں سب سے الگ، منفرد وشاذ رائے قائم کرنا بڑی خطرہ کی بات ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول ہے "ایّ سماء تظلنی وای ارض تغلنی اذا قلت فی کتاب اللہ مالا اعلم" ﴿اے اللہ! کس آسمان کے نیچے پناہ لوں گا اور کس زمین پر چلوں گا اگر میں کتاب اللہ کی آیت کے متعلق کوئی ایسی بات کہہ دوں جس کی کوئی بنیاد کوئی تحقیق نہیں﴾ اور قرآن کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا یہ عام رویہ تھا، حضرت عمرؓ خود کسی لفظ کے بارے میں فرماتے کہ اس کے کیا معنی؟ اور پھر خود ہی کہہ دیتے کہ " ثکلتك أمّك یا عمر" عمر تری ماں تجھ پر روئے، اگر تجھے اس ایک لفظ کے معنی نہیں معلوم تو کیا غضب ہوا، صحابہ کرامؓ کا انداز فکر بتاتا ہے کہ پورے قرآن پر حاوی ہونے کو وہ نہ تو ممکن سمجھتے تھے، اور نہ ضروری، میری جرأت معاف کی جائے، اور وہ یہ کہ قرآن کی جو اصل روح، اصل مدعا اور اصل مقصد ہے، وہ حاصل ہونا چاہئے اور اس کے ساتھ معاملہ ہونا چاہئے ادب وخشوع کا، ہمیں بہت سی چیزوں کی حقیقتیں معلوم نہ ہونے

www.abulhasanalinadwi.org

کے باوجود ان سے پورے الفاظ کے معنی بھی معلوم نہیں، لیکن اس کے دل میں خدا کا خوف ہے، خشیت ہے، جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو یہ حالت ہوتی ہے جو اللہ نے فرمائی :۔

"لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ" اس کا حال یہ ہے کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ لرز جاتا ہے، اور اس کا رُواں رُواں لرز جاتا ہے، کہتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے، یہ میرے رب کا کلام ہے، تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہدایت کے آخری مدارج تک پہنچ جائے، اور اس کو قرب بالقرآن حاصل ہو، حدیث میں آتا ہے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے کہ قرآن مجید پڑھیں گے اور بہت تکلف سے پڑھیں گے، مگر ان کے حلق سے نہیں اترے گا، تو جہاں تک مضامین کا تعلق ہے میں ایک طالب علم کی حیثیت سے عرض کرتا ہوں کہ وہ ایک ایسا سمندر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں، اور بڑے سے بڑا آدمی اس کی وسعت کے سامنے لرزہ براندام رہتا تھا اور سمجھتا تھا کہ اللہ کی ہدایت اور توفیق کے بغیر وہ ایک قدم نہیں چل سکتا۔

افادہ اللہ کی طرف سے

پہلی بات تو یہ سمجھئے کہ افادہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، اور یہ افادہ ہوتا ہے ان قلوب پر جو اللہ کی خشیت سے اور کلام ربانی کی ہیبت سے اور اس کے جلال سے معمور ہوتے ہیں، ان پر اللہ کی طرف سے علوم کا ورد ہوتا ہے، دوسری بات یہ کہ قرآن مجید کو نوافل میں پڑھے اور یہ تصور کرے کہ جیسے قلب پر اسی وقت نزول ہو رہا ہے، اور اس کا لطف لے اور اس میں گم ہو جانے کی کوشش کرے، قرآن مجید دماغی زور آزمائی کی چیز نہیں ہے، کہ اپنا پسندیدہ مطلب قرآن مجید سے

www.abulhasanalinadwi.org

زور آزمائی کر کے نکالا جائے۔

تیسری بات یہ کہ دورانِ مطالعہ جو مطلب و معانی سمجھ میں آئیں تو یہ کہے کہ میری ناقص سمجھ میں یہ بات آئی ہے، ایسا سمجھ میں آتا ہے، اور یہ دعوئ ہر گز نہ کرے کہ آج تک قرآن کو کسی نے سمجھا نہیں، میں نے ہی سمجھا ہے، یہ بالکل صحیح نہیں ہے، اور میں نے بارہا کہا اور لکھا بھی ہے کہ اگر قرآن مجید اپنے کو تیرہ سو برس میں نہیں سمجھا سکا تو یہ قرآن مجید پر بہت بڑا الزام ہے، وہ تو کہتا ہے "ھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِین" "اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْن" اور آپ کہتے ہیں کہ ایک ہزار برس تک، بارہ سو برس تک قرآن مجید کے فلاں لفظ کی حقیقت آج تک کسی نے سمجھی نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کا افادہ اتنے دنوں تک بند رہا، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایک سیمینار میں اس کی اختتامی تقریر میں، میں نے کہا تھا کہ اہلِ علم اپنی کسی تحقیق کو یہ کہہ کر پیش کرتے ہیں کہ ہمیں مطالعہ کا جتنا موقع ملا، اس کے نتیجہ میں ہمارا خیال یہ ہے، میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں، لیکن یہ طریقہ کہ کوئی شخص اپنے نتائج فکر کو سوفی صد صحیح ثابت کرنے پر اصرار کرے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے سب کو غلط قرار دے صحیح نہیں، قرآن مجید کے سلسلہ میں آتا ہے کہ اس کا نیا پن، تازگی پرانی نہیں ہوگی، اور اس کے عجائب کی کوئی انتہا نہیں تو اگر آپ کو عمر نوح بھی ملے اور وہ قرآن مجید کے تدبر میں صرف ہو تو ہر روز نئے نئے معانی کھلنے لگیں، ہماری عمر کا یہ محدود وقت، محدود قوت اور صلاحیت اور اس کے بعد ہمارا یہ دعوئ کہ قرآن مجید اب تک سمجھا ہی نہیں گیا، یہ بہت بڑی غلطی ہے۔

میری ذاتی کتاب

آخری بات یہ ہے کہ قرآن مجید کو اپنی کتاب سمجھا جائے، یہ کتاب ہدایت

www.abulhasanalinadwi.org

ہے یہ کتابِ لبدی ہے، کتابِ آسمانی ہے، لیکن میری ذاتی کتاب بھی ہے، میرا ذاتی ہدایت نامہ بھی ہے، اس میں میری ذاتی کمزوریاں بیان کی گئی ہیں، میرے ذاتی امراض کی نشاندہی کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں ہر آدمی اپنے کو تلاش کر سکتا ہے، یہ جب ہوگا جب کہ آپ اس کو زندہ کتاب سمجھیں یا اپنی کتاب سمجھیں، اور آپ میں اپنی اصلاح کا جذبہ ہو، لوگوں کی اصلاح تو بعد میں ہوگی پہلے اپنی اصلاح ہو جائے۔

انبیاء کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے میری ہدایت ہو جائے پھر میں دوسروں سے کچھ کہوں، ہم میں سے بہت سے لوگ قرآن مجید کو اس لئے پڑھتے ہیں کہ یہ بحث بنے، دوسروں کو شرمندہ کیا جائے، دوسروں پر حجت قائم کی جائے، حالانکہ صحابۂ کرامؓ قرآن پڑھتے تھے اپنی اصلاح کے لئے، ایک آیت پڑھی اس پر عمل کرنا شروع کیا، سورۂ بقرہ بعض اوقات مہینوں میں ختم ہوئی۔

یہ چند باتیں ایک طالب علم کی حیثیت سے میرے ذہن میں تھیں وہ سب میں نے آپ کے سامنے رکھ دیں "یھدی الیه من ینیب" کے میدان میں جہاں تک ہم کوشش کر سکتے ہیں کریں، اللہ جس کو چاہے مقامِ اجتباء تک پہنچائے ہم اس کے مکلف نہیں ہیں، ہم سیکھنا چاہیں، ہم ہدایت حاصل کرنا چاہیں، ہم بننا چاہیں اور اپنی زندگی میں انقلاب لانا چاہیں تو قرآن مجید موجود ہے جو ہماری رہنمائی بھی کرے گا اور منزلِ مقصود پر بھی پہنچائے گا، ہم میں ہدایت کی طلب، اپنی احتیاج کا احساس اور اپنی بے بضاعتی کا اعتراف ہونا چاہئے، اسی کے مجموعہ کا نام انابت ہے، میں دعا کرتا ہوں، آپ بھی دعا کریں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ. وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

www.abulhasanalinadwi.org

نبوت کا عطیہ

یہ تقریر ماہِ ربیع الاول مطابق نومبر ۱۹۵۴ء کو
امین الدولہ پارک کے جلسۂ عام میں کی گئی،
جس میں خاصی تعداد میں غیر مسلم حضرات
بھی شریک تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبوت کا عطیہ

دنیا کی تاریخ میں کثرت سے ایسے افراد اور جماعتیں گزری ہیں، جنھوں نے انسانیت کی خدمت کی ہے، اور دنیا کی تعمیر و ترقی میں حصہ لیا ہے، اس موقع پر وہ سب تاریخ کی سطح سے ابھر آتے ہیں اور اپنے کو انسانیت کا معمار و خدمت گزار کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں اور وہ امیدوار ہوتے ہیں کہ ان کو بھی اس معیار سے جانچا اور پرکھا جائے گا، یہ ٹھیک ہے، ان کو بھی موقع دینا چاہیے اور ان کی خدمات و احسانات کا موازنہ کرنا چاہیے پھر فیصلہ کرنا چاہیے کہ کون اس معیار پر پورا اترتا ہے۔

سب سے پہلے ہمارے سامنے ایک سنجیدہ اور باوقار گروہ آتا ہے، یہ حکماء و فلاسفہ کی جماعت ہے، ان میں یونان کے بڑے بڑے فلسفی بھی ہیں، اور ہندوستان کے بلند پایہ حکیم بھی، ہمارا ذہن حکمت و فلسفہ سے شروع سے مرعوب رہا ہے ہم ان کو دیکھ کر کہہ اٹھتے ہیں کہ انھوں نے انسانیت کا سر اونچا کیا ہے، اور اس کا دامن حکمت کے موتیوں سے بھر دیا ہے لیکن تعصبات اور عقیدت مندی سے ذرا آزاد ہو کر غور کیجئے کہ کیا ان

www.abulhasanalinadwi.org

کی طرف سے یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے، اور کیا ان کا یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ انسانیت کے حق میں رحمت ثابت ہوئے ہیں؟ میں پوچھتا ہوں کہ انسانیت نے ان سے کیا پایا، اس کی کون سی پیاس بجھی، انھوں نے اس کے کس درد کا مداوا کیا؟ غور کرنے پر ہم کو مایوسی ہوتی ہے! ذرا آپ فلسفہ کا مطالعہ کیجئے اور فلاسفہ کی زندگی پر نظر ڈالئے، صاف معلوم ہوگا کہ فلسفہ زندگی کے سمندر میں ایک مختصر سا جزیرہ تھا، ایک محفوظ جگہ تھی، ایک محدود دائرہ تھا، یہ حکماء و فلاسفہ اپنی تمام ذہنی صلاحیتیں اور خدا کی دی ہوئی طاقتیں اس محدود دائرے کے اندر صرف کر رہے تھے، انسانیت کے وہ مسائل جن کو ذرا دیر کے لئے بھی ٹالا نہیں جاسکتا اور جو فوری حل کے محتاج ہیں، جن کے بغیر انسانیت کی گاڑی ایک قدم بھی نہیں چل سکتی، ان حکماء نے نہ ان مسائل کو چھیڑا نہ ان سے بحث کی اور نہ ان مسائل میں انسانیت کی کوئی مدد کی، وہ اپنے اس علمی جزیرہ کے اندر عافیت کی زندگی گزارتے رہے، لیکن انسانیت تو ان چھوٹے چھوٹے جزیروں میں بند نہیں تھی، یونان جہاں فلاسفہ بہت گزرے ہیں، اس یونان میں بھی سارے کے سارے فلسفی ہی تو نہیں تھے، ان فلسفیوں نے کواکب و سیارات سے تو بحث کی اور فلکیات پر موشگافیاں کیں، مگر زندگی کے لئے کیا ہدایات دیں اور علمی طبقہ کو چھوڑ کر دوسرے طبقات کی کیا رہنمائی کی؟ انھوں نے بھٹکتی ہوئی انسانیت اور سسکتی ہوئی زندگی کے لئے کیا کیا؟ وہ زندگی میں رہتے ہوئے بھی زندگی سے بے تعلق تھے، انھوں نے اپنے گرد علم و حکمت کا ایسا حصار کھینچ لیا تھا، اور صرف چند علمی مسائل سے تعلق

www.abulhasanalinadwi.org

رکھا تھا۔

یہ ایک سیاسی دور ہے اور ہمارا ملک اب آزاد ہے، شاید آپ اس مثال سے فلاسفہ کی صحیح پوزیشن سمجھ سکیں، دیکھئے آپ کے ملک میں مختلف بیرونی ممالک کے سفارت خانے ہیں، کوئی امریکی سفارت خانہ ہے، کوئی روسی سفارت خانہ ہے، کوئی مصر کا ہے، کوئی ایران کا، ان سفارت خانوں کے اندر بھی زندگی اور حرکت ہے، ان کے اندر بھی بہت سے لوگ لکھتے پڑھتے رہتے ہیں، بڑے بڑے فاضل اور سیاسی مبصر بھی ہیں، لیکن ان کو ہمارے ملک کے اندرونی مسائل سے کوئی تعلق نہیں، ہمارے آپس کے تعلقات اور باہمی کشاکش سے کوئی واسطہ نہیں، یہاں کی غریبی، امیری، اخلاقی ترقی و انحطاط سے ان کو بحث نہیں، ان کا ایک محدود و مخصوص کام ہے اور وہ صرف وہی کام انجام دیتے ہیں، اس لئے وہ یہاں ہوکر بھی ایسے ہیں گویا وہ یہاں نہیں ہیں، بس اسی طرح حکمت و فلسفہ ایک غیر ملکی سفارت خانہ کی طرح قائم تھا، اور یہ حکماء و فلاسفہ ان سفارت خانوں کی چہاردیواری کے اندر علم و حکمت کی نمائندگی کر رہے تھے، اور زندگی کے مسائل سے بے تعلق تھے۔

دوسری جماعت جو اس سلسلہ میں ہمارے سامنے آتی ہے وہ ادباء و شعراء کی جماعت ہے ہم کو اور آپ کو ادب و شاعری کا ذوق ہے اور ہم ادب و شعر کی تحقیر نہیں کرتے، لیکن بےادبی معاف! کہ ادباء و شعراء نے بھی انسانیت کے دکھ کا علاج نہیں کیا، انہوں نے ہمارے لئے تفریح کا سامان بہم پہونچایا، ہمارے ادب و زبان کو مالا مال کیا، لیکن انسانیت کی

www.abulhasanalinadwi.org

اصلاح کا درد سر مول نہیں لیا اور نہ یہ ان کے بس کی بات تھی ، زندگی بنتی اور بگڑتی رہی ، انسانیت گرتی اور سنبھلتی رہی اور یہ اپنے میٹھے بول سناتے رہے ، اس کی مثال یوں سمجھئے کہ لوگ اپنی اپنی مصیبتوں میں مبتلا ہوں ، کہیں لڑائی جھگڑا ہو رہا ہو ، کہیں زندگی کے مسائل درپیش ہوں ، اور کوئی بانسری بجانے والا بڑی سریلی آواز میں بانسری بجاتا گزر جائے ، آپ تھوڑی دیر کے لئے اس کا لطف لے سکتے ہیں ، آپ اس کی طرف متوجہ ہوسکتے ہیں ، مگر اس ترنم سے آپ زندگی کے مسائل تو حل نہیں کرسکتے، اور نہ اس سے کوئی پیغام حاصل کرسکتے ہیں ، شعر وادب ہماری زندگی کے لئے کتنے ہی ضروری سہی اور اس سے ہماری روح کی بالیدگی اور اس سے ہمارے دماغ کو کیسی ہی تازگی حاصل ہو ، لیکن ہمارے مسائل کا حل اور ہمارے درد کی دوا تو نہیں ، پھر ان ادباء و شعراء کو کسی چیز پر اصرار بھی نہیں تھا ، وہ کسی مقصد کے لئے جدوجہد بھی نہیں کرتے تھے اور نہ اس کے لئے قربانیاں کرنا ان کے بس کی بات تھی ، اور اصلاح و انقلاب اس کے بغیر ہوا نہیں کرتا ۔

تیسرا گروہ جو ہمارے سامنے آتا ہے وہ فاتحین کا ہے ، جنہوں نے ملکوں کو فتح کیا اور اپنے زور شمشیر سے قوموں کو تسخیر کیا ، اس گروہ سے بھی ہم اچھے خاصے مرعوب ہیں ، ان کی تلواروں کی جھنکار ابھی تک ہمارے کانوں میں آرہی ہے ، بظاہر ان کے شور سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے انسانیت کی بڑی خدمت کی ، مگر ان کے نام کے ساتھ کون سی تاریخ وابستہ ہے ؟ کیا عدل و انصاف کی، یا درندگی وسفاکی کی؟ سکندر کا نام آتا ہے تو

www.abulhasanalinadwi.org

اس کے مظالم کی داستان تازہ ہو جاتی ہے، کیا وہ انسانیت کا محسن تھا ؟ اس نے یونان سے ہندوستان تک تمام ملکوں کو زیروزبر کر دیا ، ملک کے ملک اس کی وجہ سے امن و امان اور زندگی کے لطف سے محروم ہوگئے ، اس کے چلے جانے کے بعد بھی سیکڑوں برس تک یہ ملک سنبھل نہ سکے ، یہی حال سیزر ، چنگیز خاں اور دوسرے دوسرے بڑے بڑے فاتحین کا ہے ، فاتح چاہے اپنے ملک کا محسن ہو یا اپنی قوم کے لئے رحمت ہو مگر دوسری قوموں اور ملکوں کے عذاب اور مصیبت ہے۔

چوتھا گروہ ان لوگوں کا آتا ہے جو ملک کے آزاد کرانے والے ہیں، اور قومی لیڈر ہیں ، اس گروہ کا جب نام آتا ہے تو احترام سے ہماری گردنیں جھک جاتی ہیں ، حقیقتاً انھوں نے اپنے ملک کے لئے بڑا کام کیا ، مگر اس ملک کے باہر بسنے والے انسانوں کے لئے کیا کیا؟ آپ ابراہیم لنکن کے نام سے واقف ہوں گے ، وہ جدید امریکہ کا معمار ہے ، مگر بتایئے ہندوستان ، مصر و عراق اور ان جیسے اور ملکوں کو اس سے کیا فائدہ پہونچا ؟ نتائج پر نظر کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس نے ایک امپیریلسٹ طاقت پیدا کر دی اور دنیا کی غلامی کی زنجیر میں ایک اور کڑی کا اضافہ کر دیا ، سعد زاغلول کون تھا ؟ مصر کا محسن اور وہاں کی تحریک آزادی کا سب سے مشہور رہنما ، مگر مصر سے باہر اس نے کیا کیا اور اس کا ہم پر کیا احسان ہے ؟ یہ قوم پرستی تو دراصل دوسرے ملکوں اور قوموں کے لئے مصیبت ہے ، اس لئے کہ اس کی بنیاد ہی اپنی قوم کی برتری اور دوسری قوموں کی تحقیر پر ہے اور اکثر اس کو اپنی قوم کا پایہ بلند کرنے کے لئے دوسری قوموں کو غلام بنانا پڑتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

پانچواں گروہ وہ ہے جو سائنٹسٹ کہلاتا ہے جس نے نئی نئی ایجادیں کیں اور بہت سی کارآمد چیزیں بنائیں ، بلاشبہ اس گروہ نے انسانوں کو بڑی خدمت کی ، یہ تمام ایجادیں جو ہمارے کام آتی ہیں ، جیسے بجلی ، ہوائی جہاز ، ریل اور ریڈیو ، انہیں سائنٹسٹ حضرات کی مرہون منت ہے ، اس کے لئے انھوں نے بڑی محنتیں کیں اور اس میں شک نہیں کہ یہ انسانوں کے بڑے کام آرہی ہیں مگر غور کیجئے گا تو معلوم ہوگا کہ یہ ایجادیں تنہا کافی نہیں ، ان ایجادوں کے ساتھ اگر نیک ارادے نہ ہوں، صبر و ضبط نہ ہو ، خدمت خلق کا جذبہ نہ ہو ، اس سے اگر انسانیت کے ضروری مسائل حل نہ ہوں تو بتائیے کہ یہ ایجادیں انسانیت کے لئے رحمت ہیں یا زحمت ؟ انھوں نے یہ ایجادیں تو انسان کو دے دیں مگر ان کے استعمال کا صحیح جذبہ نہیں دیا ، وہ ذہن و ضمیر نہیں پیدا کیا،جو ان سے فائدہ اٹھائے اور ان کو ٹھکانے لگائے اور ان سے غلط کام لینے سے پرہیز کرے،گزشتہ دو جنگوں کا تجربہ بتلاتا ہے کہ اخلاقی تربیت اور خدا ترسی کے بغیر یہ ایجادیں اور یہ وسائل انسانیت کے حق میں قہر و عذاب ہیں ، رحمت و راحت نہیں، میں ان سائنس دانوں کی تحقیر نہیں کرتا ، مگر یہ ضرور کہوں گا کہ یہ ایجاد کا کارنامہ نیک مقاصد ، اخلاقی طاقت اور دماغی توازن کے بغیر مکمل نہیں، ادھورا ہے ، جب تک انسان کے دل میں نیک خواہش نہ ہو اور خود اس کے اندر نیک کام کرنے کی تحریک اور تقاضا نہ پیدا ہو ، اس کو وسائل و آلات ، مواقع و امکانات اور سہولتیں اور آسانیاں نیک نہیں بنا سکتیں ، فرض کیجئے میرے پاس دینے کو روپیہ بھی ہے ، لینے کے لئے بہت سے محتاج بھی

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں ، میرا کوئی ہاتھ نہیں پکڑتا مگر میرے اندر فیاضی کا جذبہ اور مدد کرنے کی خواہش نہیں تو مجھے کون دینے پر آمادہ کر سکتا ہے ؟

اب ایک دوسرا گروہ ہمارے سامنے آتا ہے ، یہ پیغمبروں کا گروہ ہے ،یہ گروہ ایجاد و اکتشافات کا دعوی نہیں کرتا نہ وہ علوم میں مہارت کا مدعی ہے نہ اس کو ادب و شاعری پر ناز ہے وہ اپنے متعلق نہ مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں نہ بے ضرورت خاکساری سے ، وہ بڑی صفائی اور سادگی سے کہتے ہیں کہ وہ دنیا کو تین چیزیں عطا کرتے ہیں ۔ (۱) صحیح علم (۲) اس علم پر یقین (۳) اس علم پر عمل کرنے اور اس یقین کے مطابق زندگی گزارنے کا جذبہ اور خواہش ، یہ ہے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک کی تعلیم کا نچوڑ ۔

اب میں بتاتا ہوں کہ وہ صحیح علم کیا ہے جو پیغمبر انسانوں کو دیتے ہیں ، وہ علم اس کا کہ دنیا کو کس نے بنایا اور کس لئے بنایا ، پیغمبر کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہم کو کس نے پیدا کیا اور کیوں پیدا کیا ، اس کے معلوم کئے بغیر ہمارا ہر قدم غلط ہے، ہم کو اس دنیا کی کسی چیز سے فائدہ اٹھانے کا کوئی حق نہیں ، اس لئے کہ اس زندگی میں جو کچھ ہو رہا ہے چلنا پھرنا ، کھانا پینا ، وہ سب اس عظیم کل کا ایک حقیر جز ہے، جب تک کہ ہم کو اس کائنات کا مرکز معلوم نہیں اور ہم اس کے مقصد کلی سے اتفاق نہیں رکھتے ، ہم کو اس کے اجزاء سے فائدہ اٹھانے کا کیا حق ہے ؟ اس کے بغیر تو روٹی کا ایک ٹکڑا توڑنا حرام ہے ، ہم بھی اس کائنات کا ایک حقیر جز ہیں ، اور غلہ کا جو دانہ ہم استعمال کرتے ہیں ، وہ بھی اس

www.abulhasanalinadwi.org

مجموعہ کی ایک بہت حقیر کسر اور ایک ادنی ذرہ ہے ، بلکہ ہم جس سیارہ (زمین) پر بس رہے ہیں ، وہ بھی اس کائنات کا حقیر ذرہ ہے ، ہماری اس زمین کی اس نظام فلکی میں کیا حیثیت ہے ؟ اگر آپ کو وہ نسبت معلوم ہو جائے جو آپ کی اس زمین اور سورج کے درمیان ہے یا دوسرے سیاروں اور ثوابت سے ہے تو آپ کو اپنے وجود سے بھی شرم آنے لگے گی اور اپنے عظیم الشان وطن سے بھی ، آپ کے اور اس کائنات کے دوسرے جزء کے درمیان کس نے ربط پیدا کیا ؟ اسی خالق کائنات نے اور اسی مقصد کلی نے ! اگر آپ اس خالق کائنات کو نہیں جانتے یا نہیں مانتے اور اس مقصد کلی سے آپ کو اتفاق نہیں ہے تو آپ کو اس کائنات کے کسی ذرہ یا دوسرے جز سے فائدہ اٹھانے کا کیا حق ہے ؟ میں پوچھتا ہوں کہ اگر روٹی کا وہ ٹکڑا جو آپ کے ہاتھ میں ہے ، آپ سے سوال کرے کہ میں نے تو اپنے خالق کو پہچان لیا اور اس کے حکم کے مطابق میں نے اپنے مخدوم (انسان) کے لئے اپنے وجود کو قربان کر دیا ، لیکن اے انسان ! تو نے نہ اپنے خالق کو جانا نہ اس کی بندگی کی ، تجھے مجھ سے فائدہ اٹھانے کا کیا حق ہے ؟ تو آپ کیا جواب دیں گے ؟ اسی طرح دنیا کی کسی چیز کا استعمال غلط ہے جب تک یہ جان نہ لیا جائے کہ اس کا پیدا کرنے والا کون ہے ، اور اس کا مقصد کیا ہے؟ مگر یہ عجیب ٹریجڈی ہے کہ آج دنیا میں تمام کام ہو رہے ہیں ، بازار میں چہل پہل ہے ،۔تعلقات قائم ہو رہے ہیں ، سواریاں چل رہی ہیں ، بڑے بڑے کام ہو رہے ہیں ، مگر کسی کو یہ معلوم کرنے کی فرصت نہیں کہ جس دنیا میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے ، اس کا پیدا کرنے والا کون ہے ،

www.abulhasanalinadwi.org

اس کی پیدائش کا مقصد کیا ہے ؟ جب پیغمبر دنیا میں تشریف لائے انسانیت کی گاڑی بے مقصد جارہی تھی ، فلاسفہ ، علماء ، ادباء ، شعراء ، فاتحین ، حکمرانوں ، کاشتکاروں اور تاجروں کو اپنے کاموں سے فرصت نہ تھی ، حاکم بھی تھے ، اور محکوم بھی تھے ، ظالم بھی تھے ، اور مظلوم بھی تھے ، مگر سب اصل مقصد سے غافل اور اپنے پیدا کرنے والے سے ناواقف ، ان چھوٹے چھوٹے بالشتی جیسے انسانوں میں ایک بلند قامت انسان آتا ہے ، اور جن لوگوں کے ہاتھ میں انسانیت کی باگ ڈور تھی ، ان سے سوال کرتا ہے کہ جواب دو کہ تم نے انسانوں پر یہ کیا ظلم کیا ہے کہ ان کو اپنے مالک اور اس دنیا کے بادشاہ سے ہٹا کر اپنا غلام بنا لیا ہے، تم کو کیا حق تھا کہ نابالغ انسانیت کا ہاتھ پکڑ کر تم نے اس کو غلط راستہ پر ڈال دیا ہے ، اے ظالم ڈرائیور تو نے مسافروں سے پوچھے بغیر زندگی کی گاڑی کس طرف چلانی شروع کر دی ، وہ زندگی کے قلب و ضمیر میں کھڑے ہوکر انسانیت کو خطاب کرتا ہے ، اور اس کو پکارتا ہے ، اس کے سوال کو ٹالا نہیں جاسکتا ، اس کی دعوت اور اس کی پکار پر دو گروہ ہو جاتے ہیں ، ایک اس کی بات مانتا ہے ، ایک انکار کرتا ہے ، دنیا کو ان دونوں راستوں میں سے ایک راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے ۔

پیغمبر کبھی نہیں کہتے کہ ہم قدرت کے رازہائے سربستہ کا انکشاف کرنے آئے ہیں ، ہم طبعی طاقتوں کو مسخر کرنے آئے ہیں ، ہم کچھ نئی ایجادیں کریں گے ، وہ جغرافیہ و معدنیات میں مہارت کا دعویٰ نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ ہم اس دنیا کے بنانے والے اور اس کی ذات وصفات کا صحیح

www.abulhasanalinadwi.org

علم عطا کرتے ہیں جو ہم کو اس دنیا کے مالک نے اور انسان کے خالق نے عطا کیا ہے، اور اب ہمارے ہی ذریعہ سے وہ دوسروں کو مل سکتا ہے۔

وہ بتاتے ہیں کہ اس دنیا کا بنانے والا ایک ہے، اور اسی کی مرضی و حکمت سے یہ دنیا چل رہی ہے، وہ بلا شرکت غیرے اس کو چلا رہا ہے، یہ دنیا بے مقصد چل رہی ہے، اس زندگی کے بعد دوسری زندگی ہوگی جس میں اس پہلی زندگی کا حساب دینا ہوگا، وہاں اچھے اعمال کا انعام ملے گا، برے اعمال کی سزا ملے گی، قانون لانے والے اور خدا کا منشا بتلانے والے پیغمبر ہیں، جو ہر ملک اور ہر قوم میں آئے اور خدا کا پیغام لائے، خدا کا راستہ ان کے بغیر طے نہیں ہوسکتا، یہ وہ باتیں ہیں، جن پر تمام پیغمبر متفق ہیں، ان میں کسی کا اختلاف نہیں، فلاسفہ و حکماء میں سخت اختلاف ہے، ان میں سے دو بھی کسی ایک بات پر متفق نہیں لیکن یہاں کسی ایک بات پر بھی دو پیغمبروں میں اختلاف نہیں۔

لیکن علم کے لئے یقین ضروری نہیں، آج ہمارے معلومات کتنے زیادہ ہیں، مگر ہمارا یقین کتنا کم ہے، علم ہمیشہ یقین پیدا نہیں کرتا، قدیم زمانہ کے فلاسفہ میں سے بہت سے یقین سے محروم تھے، اور شک کے مریض، آج بھی ان کا علم یقین پیدا کرنے کے بجائے الٹا شک پیدا کرتا ہے،۔ آج بھی بڑے بڑے صاحب علم یقین کو ترستے ہیں، انبیاء علیہم السلام تنہا صحیح علم نہیں دیتے تھے، اس پر یقین بھی عطا کرتے تھے، علم بڑی دولت ہے، مگر اس پر یقین اس سے بڑی دولت ہے، علم بغیر یقین کے زبان کی ورزش ہے، دماغ کا تعیش اور دل کا نفاق، پیغمبروں نے اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

ماننے والوں کو صحیح علم عطا کیا اور مضبوط یقین ، انھوں نے جو کچھ جانا اس کو مانا پھر اپنے کو اس پر قربان کر دیا ، ان کے دماغ اس علم سے روشن ہوئے اور ان کے دل اس یقین سے طاقتور ، ان کے یقین کے قصے تاریخ میں پڑھئے ، ان کے یقین کے نتائج اپنی گردوپیش کی دنیا میں دیکھئے ۔

آج اگر یقین ہوتا تو بد اخلاقی کیوں ہوتی ؟ ظلم کیوں پھیلتا ؟ رشوت کا بازار کیوں گرم ہوتا ؟ کیا یہ تمام خرابیاں اس لئے ہیں کہ علم نہیں، لوگوں کو معلوم نہیں کہ چوری جرم ہے ؟ رشوت حرام ہے ، گرہ کٹی بداخلاقی ہے ، یہ کون کہہ سکتا ہے ؟ ہم تو دیکھتے ہیں کہ جہاں علم زیادہ ہے، وہاں خرابیاں بھی زیادہ ہیں ، جو لوگ رشوت کی برائی پر کتاب لکھ سکتے ہیں، اور اس کی تاریخ مرتب کرسکتے ہیں ، وہ زیادہ رشوت لیتے ہیں ، جو چوری کی خرابی سے اور اس کے انجام سے زیادہ واقف ہیں ، وہ چوری زیادہ کرتے ہیں ، گرہ کٹوں کو دیکھئے ان میں سے بہت سے ایسے ملیں گے جو گرہ کٹی کے الزام میں کئی کئی بار سزا بھگتے ہوئے ہوتے ہیں ، کیا ان سے زیادہ کوئی گرہ کٹی کے انجام اور سزا سے واقف ہوگا ، اگر صرف علم کافی ہوتا تو چوری کی سزا کے بعد چوری چھٹ جاتی اور ایک بار جرم کرنے کے بعد اور سزا بھگتنے کے بعد کوئی دوبارہ جرم نہ کرتا لیکن ایسا نہیں ہو رہا ہے ، معلوم ہوا علم تنہا کافی نہیں ۔

پھر علم ضروری اور یقین ضروری، مگر اس کی کیا ضمانت کہ اس پر عمل کا تقاضا بھی پیدا ہوگا ، بہت سے لوگ جانتے بھی ہیں اور یقین بھی رکھتے ہیں کہ شراب بری چیز ہے ، اس کے نقصانات کا تجربہ بھی ہے ،

www.abulhasanalinadwi.org

یقین بھی، مگر پیتے ہیں، آپ کے شہر میں بہت سے ڈاکٹر حکیم ہوں گے جو بد پرہیزی کرتے ہیں، ان کو یقین ہوتا ہے کہ بد پرہیزی خطرناک ہے مگر وہ بد پرہیزی کر گزرتے ہیں، بات یہ ہے کہ عمل کا تقاضا نہیں ہوتا اور ان کے اندر پرہیز کی خواہش اور بد پرہیزی سے نفرت نہیں ہوتی، بلکہ بد پرہیزی کی خواہش ہوتی ہے، اور وہ اس خواہش کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

انبیاء کرام علم و یقین کے ساتھ یہ تیسری طاقت بھی عطا کرتے ہیں، یعنی اپنے علم و یقین پر عمل کرنے کی رغبت اور اپنی غلط خواہشات کا مقابلہ کرنے کی طاقت، اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے علم و یقین سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، ان کا ضمیر ان کی نگرانی کرتا ہے، اور غلط کام کرنے کے وقت ان کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔

ہر پیغمبر نے یہ تینوں دولتیں اپنے اپنے زمانہ والوں اور اپنی اپنی امتوں کو عطا کیں اور ان کی بدولت لاکھوں انسانوں کی زندگی بن گئی اور زندگی کی چول اپنی جگہ پر آگئی، انسانیت پر حقیقی احسان انہیں پیغمبروں کا ہے، اللہ کا درود و سلام ہو ان پر کہ انہوں نے انسانیت کی دستگیری کی اور اس کو عین وقت پر ہلاکت سے بچا لیا۔

لیکن رفتہ رفتہ یہ دولتیں دنیا سے ناپید ہونے لگیں، علم صحیح گم ہوگیا، یقین کا چراغ بجھ گیا، نیک عمل کی خواہش مردہ ہوگئی، چھٹی صدی مسیحی آئی تو یہ تینوں دولتیں اتنی نایاب ہوچکی تھیں کہ ان کا سراغ لگانا مشکل تھا، پورے پورے ملک اور پورے پورے براعظم میں ڈھونڈھے سے بھی ایک اللہ کا بندہ نہ ملتا جو علم صحیح اور ایمان قوی کی دولت سے مالامال

www.abulhasanalinadwi.org

ہو، انبیاء کا لایا ہوا دین اور پھیلایا ہوا یقین سمٹتے سمٹتے ایک نقطہ بن گیا تھا، شک و بے عملی کی ظلمتوں میں علم و یقین کا یہ نور اس طرح کہیں کہیں چمکتا تھا، جیسے برسات کی اندھیری رات میں جگنو چمکتے ہیں، اہل یقین کا ایسا قحط تھا کہ ایران کا ایک نوجوان سلمانؓ فارسی یقین اور حسن عمل کی تلاش میں نکلتا ہے تو ایران سے شام اور وہاں سے حجاز پہونچ جاتا ہے، اور ان تین ملکوں میں اس کو صرف چار صاحب یقین ملتے ہیں۔

اس گھٹا ٹوپ اندھیرے اور اس عالمگیر ظلمت میں خدا کا آخری پیغمبر آتا ہے، وہ ان تینوں دولتوں کو اتنا عام کردیتا ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنی عام نہیں ہوئی تھیں، جو دولت کسی کسی سینہ اور کسی کسی سفینہ میں تھی، جو گھروں سے نکل کر محلوں میں بھی اور محلوں سے نکل کر شہروں میں بھی نہیں پھیلی تھی، وہ گھر گھر عام ہو جاتی ہے اور مشرق سے لے کر مغرب تک پھیل جاتی ہے۔

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

وہ ان تینوں حقیقتوں کی تلقین ہی نہیں کرتا، ان کا صور پھونک دیتا ہے، دنیا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک کوئی کان والا ایسا نہیں جو کہہ سکے کہ اس نے اس صور کی آواز نہیں سنی اور جس نے نہیں سنی اس کے کان کا قصور ہے، اس کے اعلان کا قصور نہیں، آج دنیا کا کون سا گوشہ ہے جہاں ' اشهدان لااله الا الله ، اور اشهدان محمدا رسول الله ، کا ترانہ سننے میں نہیں آتا، جب دنیا کی تمام آوازیں تھک کر سو جاتی ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

جب جیتے جاگتے شہر پر موت کی سی نیند طاری ہو جاتی ہے ، جب زبانوں پر قفل پڑ جاتے ہیں ، اس وقت بھی کانوں میں یہی صدا آتی ہے کہ ' خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ، اللہ کے پیغمبر ہیں ، !

آج ریڈیو کے ذریعہ دنیا کے کونہ کونہ میں آواز پہونچتی ہے اور گھر گھر پیغام پہونچ جاتا ہے ، لیکن کیا کسی ریڈیو نے خواہ وہ امریکہ کا ہو خواہ برطانیہ عظمیٰ کا ، کسی حقیقت کو کسی علم کو اس طرح دنیا میں عام کیا ، جس طرح یہ علم عام ہوا ہے ،جس کی صدا عرب کے نبی امی نے کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر لگائی تھی ؟ !

انسان کبھی ترنگ میں آتا ہے اور طفلانہ معصومیت کے ساتھ اپنے مالک سے کچھ کہنے لگتا ہے ایسی ہی ترنگ میں اقبالؔ نے انسانوں کی طرف سے اپنے مالک کی بارگاہ میں عرض کیا تھا ۔

ترا خرابہ فرشتے نہ کر سکے آباد

اگر آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ غلام عرض کرے تو کیا بیجا ہے کہ خدایا تیری خدائی برحق ! تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خالق اور اس ساری دنیا کا خالق و مالک اور ہر شئے پر قادر ہے ! لیکن کیا تیرے بندوں اور تیری مخلوقات میں سے کسی نے تیرا نام اس طرح پھیلایا اور دنیا کے کونہ کونہ میں پہونچایا جس طرح تیرے بندے اور پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ؟! یہ کوئی بے ادبی اور سرکشی نہیں ، اس میں بھی تعریف اسی خدا کی ہے ، جس نے محمد رسول اللہ ﷺ جیسا پیغمبر بھیجا اور ان کو اپنا نام پھیلانے اور اپنا دین چمکانے کی یہ طاقت اور توفیق عطا

www.abulhasanalinadwi.org

فرمائی !

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے میدان میں جب اپنی ۱۴۔۱۵ سال کی کمائی اللہ کے دین کی مدد کے لئے سامنے رکھ دی اور ۳۱۳ کو ایک ہزار کے مقابلہ میں لاکر کھڑا کردیا تو زمین پر سر رکھ کر اپنے مالک سے یہی کہا تھا کہ "اے اللہ اگر تو اس مٹھی بھر جماعت کو آج ہلاک کردینے کا فیصلہ فرماتا ہے تو قیامت تک تیری عبادت نہ ہو سکے گی"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی جو صدا لگائی تھی، اس سے دنیا کا کوئی مذہب، کوئی فلسفہ اور کوئی دماغ غیر متاثر نہیں رہا، جب سے دنیا نے سنا کہ انسان کے لئے خدا کے سوا کسی اور کے سامنے جھکنا ذلت اور عار ہے، خدا نے فرشتوں کو آدمؑ کے سامنے اس لئے جھکایا تاکہ سب سجدے اس کی اولاد پر حرام ہو جائیں، وہ سمجھ لے کہ جب اس کارخانہ قدرت کے کارندے ہمارے سامنے جھکا دیئے گئے تو ہم کو اس دنیا کی کسی چیز کے سامنے جھکنا کب زیب دیتا ہے، جب سے دنیا نے توحید کی یہ حقیقت اور انسان نے اپنی یہ حیثیت سنی، اس وقت سے شرک خود اپنی نگاہ میں ذلیل ہوگیا اس کو احساس کمتری نے گھیر لیا، آپ کو بعثت محمدی کے بعد اس کے لہجہ میں فرق محسوس ہوگا، اب وہ اپنے عمل پر نازاں نہیں، وہ اس کی تاویل اور فلسفیانہ تعبیر کرتا ہے، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ توحید کی آواز نے دل میں گھر کرلیا ہے۔

پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم و یقین کے ساتھ وہ طاقت بھی پیدا کرکے دکھا دی جس میں ہزار پولیس، سیکڑوں

www.abulhasanalinadwi.org

عدالتوں اور بیسیوں حکومتوں سے زیادہ طاقت ہے، یعنی ضمیر کی طاقت، نیکی کی رغبت، گناہ سے نفرت اور نفس کا خود احتساب۔

یہ اسی طاقت کا کرشمہ تھا کہ ایک صحابی جن سے ایک بڑا گناہ سرزد ہو جاتا ہے، وہ بے تاب ہو جاتے ہیں، ضمیر چٹکیاں لینے لگتا ہے اور وہ حضورؐ کی خدمت میں آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں، حضور! مجھ کو پاک کر دیجیے، آپ رخ انور پھیر لیتے ہیں، وہ اسی طرف آکر کھڑے ہو جاتے ہیں، آپ دوسری طرف رخ کر لیتے ہیں، وہ اس طرف آکر کھڑے ہو جاتے ہیں، آپ تحقیق کرواتے ہیں کہ ان کی دماغی حالت خراب تو نہیں؟ جب معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحیح الدماغ آدمی ہیں، تو آپ ان کو سزا دلواتے ہیں، کس چیز نے ان کو سزا پر آمادہ کیا اور کون سی چیز ان کو خود کھینچ کر لائی؟!

آگے چلیے غامدیہ ایک ان پڑھ عورت تھیں کسی دیہات کی رہنے والی، وہ ایک بار بڑے گناہ میں مبتلا ہو جاتی ہیں، نہ کوئی دیکھنے والا تھا نہ سننے والا، مگر ان کے دل میں ایک پھانس تھی، جو ان کو چین نہ لینے دیتی تھی، ان کو کھانے پینے میں مزا نہ آتا تھا، وہ کھانا کھاتیں تو ان کا دل کہتا کہ تم ناپاک ہو، پانی پیتیں تو دل کہتا کہ تم ناپاک ہو، ناپاک کا کیا کھانا کیا پینا؟ تمہیں پہلے پاک ہونا چاہیے، اس گناہ کی پاکی سزا کے بغیر ممکن نہیں، وہ خود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہوتی ہیں، اور تقاضا کرتی ہیں کہ ان کو پاک کر دیا جائے اور اس پر اصرار کرتی ہیں، یہ معلوم کر کے کہ ان کے پیٹ میں بچہ ہے، آپ فرماتے ہیں کہ اس بچہ کا کیا قصور، اس کی جان

www.abulhasanalinadwi.org

تمہارے ساتھ کیوں جائے ، جب یہ ہوجائے تب آنا ، خیال کیجئے ان کو ضرور اس میں کچھ عرصہ لگا ہوگا ، کیا انہوں نے کھایا پیا نہ ہوگا ، کیا زندگی نے خود ان سے تقاضا نہ کیا ہوگا ، کیا خود کھانے پینے کی لذت نے زندگی کی رغبت نہ پیدا کی ہوگی اور ان کو یہ نہ سمجھایا ہوگا کہ اب وہ حضورؐ کے پاس جانے کا ارادہ فسخ کردیں ، مگر وہ اللہ کی بندی پکی رہی اور کچھ عرصہ کے بعد بچہ کو لے کر آئی اور عرض کیا کہ حضورؐ میں اس سے فارغ ہوگئی ، اب میری طہارت میں کیوں دیر ہو؟ فرمایا نہیں نہیں ! ابھی اس کو دودھ پلاؤ جب دودھ چھوٹے تب آنا ، آپ کو معلوم ہے کہ اس کو دو برس تو ضرور لگے ہوں گے، یہ دو برس کیسی آزمائش کے تھے ، نہ پولیس تھی ، نہ نگرانی ، نہ مچلکہ ، نہ ضمانت ، کتنے خیال اس کو آئے ہوں گے ، بچہ کی معصوم صورت اس کو جینے کی دعوت دیتی ہوگی ، اس کی مسکراہٹ زندگی کی خواہش پیدا کرتی ہوگی ، اور بچہ اپنی زبان بے زبانی سے کہتا ہوگا کہ اماں میں تو تیری ہی گود میں پلوں گا اور تیری انگلی پکڑ کر چلوں گا ! مگر اس کا ضمیر کہتا تھا ، نہیں تیری ماں ناپاک ہے ، اس کو سب سے پہلے پاک ہونا ہے ، دل کا یقین کہتا تھا کہ احکم الحاکمین کے یہاں جانا ہے ، وہاں کی سزا سخت ہے ، وہ پھر حاضر ہوئی ، روٹی کا ٹکڑا بچہ کے منھ میں ہے ، اور کہتی ہے ، یا رسول اللہ! دیکھئے اس بچہ کا دودھ بھی چھوٹ گیا اور وہ روٹی کھانے کے قابل ہوگیا ہے ، اب میری پاکی میں کیا دیر ہے؟ آخر خدا کی اس سچی اور پکی بندی کو سزا دی جاتی ہے ، اور حضورؐ خوشنودی کا پروانہ عطا کرتے ہیں ، اور فرماتے ہیں کہ اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اس اکیلی کی توبہ اگر سارے مدینہ پر تقسیم کردی جائے تو سب

www.abulhasanalinadwi.org

کے لئے کافی ہو، رضی اللہ تعالی عنہا و ارضاھا۔

میں پوچھتا ہوں کہ وہ کیا چیز تھی، جو بغیر ہتھکڑی بیڑی کے، بغیر مچلکہ و ضمانت کے، بغیر پولیس کے اس کو کھینچ کر لاتی ہے، اور سزا کے لئے اصرار کرواتی ہے، آج ہزارہا پڑھے لکھے، قابل، فاضل مرد اور عورتیں ہیں، جن کا علم اور نقصانات کا یقین ان کو غلط کام سے باز نہیں رکھ سکتا اور اچھے کام پر آمادہ نہیں کر سکتا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو یہی تینوں انمول موتی عطا کئے، علم صحیح، یقین کامل اور نیکی کا تقاضائے قلبی، دنیا کو نہ اس سے زیادہ قیمتی سرمایہ ملا، نہ کسی نے اس پر آپؐ سے بڑھ کر احسان کیا۔

دنیا کے ہر انسان کو فخر کرنا چاہئے کہ ہماری نوع انسان میں ایک ایسا انسان پیدا ہوا جس سے انسانیت کا سر اونچا اور نام روشن ہوا، اگر آپؐ نہ آتے تو دنیا کا نقشہ کیا ہوتا اور ہم انسانیت کی شرافت و عظمت کے لئے کس کو پیش کرتے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر انسان کے ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دنیا کی رونق اور نوع انسانی کی عظمت ہے، وہ کسی قوم کی ملک نہیں، ان پر کسی ملک کا اجارہ نہیں، وہ پوری انسانیت کا سرمایۂ فخر ہیں، کیوں آج کسی ملک کا انسان فخر و مسرت کے ساتھ یہ نہیں کہتا کہ میرا اس نوع سے تعلق ہے، جس میں محمدؐ رسول اللہ جیسا انسان کامل پیدا ہوا۔

آج انسانوں کا کون سا طبقہ ہے، جس پر آپ کا براہ راست یا بالواسطہ احسان نہیں؟ کیا مردوں پر آپ کا احسان نہیں؟ کہ آپ نے ان کو مردانگی اور

www.abulhasanalinadwi.org

آدمیت کی تعلیم دی، کیا عورتوں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کے حقوق بتلائے اور ان کے لئے ہدایتیں اور وصیتیں فرمائیں، آپ نے فرمایا کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے، کیا کمزوروں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کی حمایت کی اور فرمایا کہ ' مظلوم کی بددعا سے ڈرو کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں، خدا کہتا ہے کہ میں شکستہ دلوں کے پاس ہوں، کیا طاقتوروں اور حکمرانوں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کے حقوق و فرائض بھی بتلائے، اور حدود بھی بتلائے اور انصاف کرنے والوں اور خدا سے ڈرنے والوں کو بشارت سنائی کہ بادشاہ منصف رحمت کے سایہ میں ہوگا، کیا تاجروں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے تجارت کی فضیلت اور اس پیشہ کی شرافت بتلائی اور خود تجارت کرکے اس گروہ کی عزت بڑھائی، کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اور راست گفتار اور دیانتدار تاجر جنت میں قریب قریب ہوں گے، کیا آپ کا مزدوروں پر احسان نہیں کہ آپ نے تاکید فرمائی کہ مزدور کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو، کیا جانوروں تک پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہر وہ مخلوق جو جگر رکھتی ہے، اور جس میں احساس وزندگی ہے، اس کو آرام پہونچانا اور کھلانا پلانا بھی صدقہ ہے، ' فی کل ذات کبد حری صدقة، کیا ساری انسانی برادری پر آپ کا احسان نہیں کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر آپ شہادت دیتے تھے کہ خدایا تیرے سب بندے بھائی بھائی ہیں ' انا شهيدان العباد كلهم اخوة، کیا ساری دنیا پر آپ کا احسان نہیں کہ سب سے پہلے دنیا نے آپ ہی کی زبان سے سنا کہ خدا کسی ملک، قوم، نسل و برادری کا نہیں سارے جہانوں اور دنیا کے سب انسانوں کا ہے

www.abulhasanalinadwi.org

جس دنیا میں آریوں کا خدا ، یہودیوں کا خدا ، مصریوں کا خدا، ایرانیوں کا خدا کہا جاتا تھا ، وہاں ' الحمد للہ رب العالمین ،کی حقیقت کا اعلان ہوا اور اس کو نماز کا جز بنا دیا گیا۔

ہماری آپ کی دنیا میں حکماء و فلاسفہ بھی آئے ، ادباء وشعراء بھی ، فاتح وکشور کشا بھی ،سیاسی قائد اور قومی رہنما بھی ، موجدین و مکتشفین (سائنٹسٹ) بھی، مگر کس کے آنے سے دنیا میں وہ بہار آئی جو پیغمبروں کے آنے سے ، پھر سب سے آخر سب سے بڑے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے آئی ، کون اپنے ساتھ وہ شادابی ، وہ برکتیں ، وہ رحمتیں نوع انسانی کے لئے ، وہ دولتیں اور انسانیت کیلئے وہ نعمتیں لے کر آیا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ، تیرہ سو برس کی انسانی تاریخ پورے وثوق کے ساتھ آپ کو خطاب کر کے کہتی ہے ؎

سر سبز سبزہ ہو جو ترا پائمال ہو

ٹھیرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

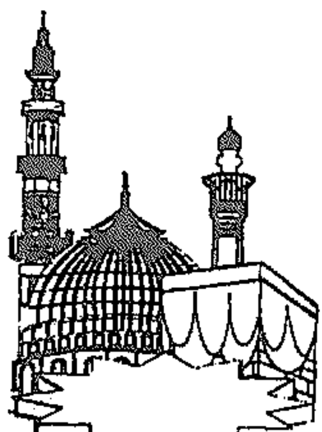

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مجدد الف ثانیؒ

اور

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

کے

حفاظتِ دین اور قیادتِ مسلمین کے آثار و مراکز

۳۰ر جون ۱۹۹۷ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں طلباء و اساتذہ کے سامنے کی گئی ایک شاہکار تقریر۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مجدد الف ثانیؒ

اور

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

الحمد لله رب العالمين والصّلوة والسلام علی سيد المرسلين وخاتم النبيين محمد وآله وصحبه اجمعين ، ومن تبعهم باحسان ودعا بدعوتهم إلى يوم الدين ، امّا بعد!

میرے عزیزو! کوئی عملی بات، مخلصانہ مشورہ، ہدایت اور نصیحت انفرادی طور پر کی جاتی ہے تو اس کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے اور اثر بھی زیادہ ہوتا ہے لیکن اگر یہی باتیں جلسہ عام میں کی جاتی ہیں تو جتنا مجمع زیادہ ہوتا ہے اسی اعتبار سے حصہ رسدی کم ہو جاتا ہے، اندیشہ ہے کہ آپ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ ایک عام تقریر ہے جو جلسہ عام میں کی جا سکتی تھی، کسی پبلک ہال میں کی جا سکتی تھی، ہم آپ سے یہ درخواست کریں گے کہ آپ یہ نہ سمجھیں، بلکہ یہ سمجھیں کہ جیسے آپ پانچ، سات،

www.abulhasanalinadwi.org

دس آدمی ہمارے پاس آئے اور کہا کہ آپ ہمیں مشورہ دیجئے کہ ہم دارالعلوم کے نظام تعلیم، اس کے نصاب درس، یہاں کے اساتذہ اور علمی ماحول سے کیسے فائدہ اٹھائیں، ہم اپنی زندگی کو کسی رُخ پر ڈالیں اور کن مقاصد کو ہمیں اپنانا چاہئے، دارالعلوم کے مطالبات اور تقاضے کیا ہیں، ہم اپنی استعداد کیسے پختہ کریں تاکہ دور جدید کے فتنوں کا مقابلہ کر سکیں۔ آپ نے ہم سے عزیزانہ، سعیدانہ اور فرزندانہ طریقہ پر سوال کیا، جیسے آپ رائے بریلی یا یہاں کے مہمان خانہ میں ہم سے سوالات کرتے ہیں، ہم بھی آپ سے اسی طرح باتیں کریں گے آپ بھی ان باتوں کو اسی طرح سنئے گا، اسی کان سے سنئے گا، اسی دل سے قبول کیجئے گا۔

دارالعلوم کی بنیاد اور اسکی علمی وفکری ترقی کا معیار کیا ہے

عزیزو! پہلی بات آپ کو یہ معلوم ہونی چاہئے کہ آپ جس دارالعلوم میں پڑھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جس ادارہ میں آپ کو پڑھنے کا موقع دیا، اور شرف بخشا ہے اسکی بنیاد کیا ہے، اس کی علمی وفکری ترقی کا معیار کیا ہے؟

تاریخ کے ایک مصنف اور دارالعلوم ندوۃ العلماء سے تعلیمی، فکری ہی نہیں بلکہ خاندانی تعلق کی بنیاد پر کہتا ہوں اور اس بنا پر کہتا ہوں کہ ندوۃ العلماء کے بانیوں کے حالات سے الگ الگ واقف ہوں، ایک ایک کے مسلک، ایک ایک کے مقاصد اور ایک ایک کی فکر سے واقف ہوں، آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ دارالعلوم ندوۃ العلماء (اور دوسرے صحیح الفکر والاعتقاد مدارس) ہندوستان کی دو عہد ساز شخصیتوں کے مدرسہ فکر پر قائم ہوا ہے، ایک حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ (م ۱۰۳۴) دوسرے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(م ۱۱۷۶ھ) یہ دو اس کے اصل بانی، اس کے روح رواں، اس کے رہبر اور معیار ہیں، اس کی علمی ترقی کا بھی معیار ہیں اور اس کے فکری ارتقاء کا بھی معیار ہیں اور اس فکر کی اشاعت اور جدّوجہد کا بھی معیار ہیں۔

اس دار العلوم کے اصل بانی دو شخصیتیں ہیں ایک مجدّدِ الف ثانیؒ دوسرے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔

یہی دو اس کے روح رواں اس کے رہبر اور معیار ہیں، اس کی علمی اور فکری ارتقاء کا معیار بھی یہی دونوں ہیں۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہبان

حضرت مجدّدِ الف ثانیؒ وہ ہیں جنہوں نے پورے بر صغیر میں انقلاب برپا کر دیا جن کے مکاتیب آپ کو پڑھنا چاہیئے، ہم آپ کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ کہ یہیں یا یہاں سے نکلنے کے بعد ان کے مکتوبات پڑھیں، اب ہندوستان میں بہت کم لوگ رہ گئے ہیں جو ان کے مکتوبات سے فائدہ اٹھاتے ہیں، خدا آپ کو اس کی توفیق دے کہ آپ ان کے مکتوبات پڑھیں یا کم از کم یہاں کے زمانہ قیام میں "تاریخ دعوت وعزیمت" کا چوتھا حصہ پڑھیں، جو انہیں کے حالات کے ساتھ مخصوص ہے، اقبالؔ نے بہت صحیح ان کا تعارف کرلیا ہے۔

وہ ہند میں سرمایہ ملّت کا نگہبان   اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے   جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار

یہ وہ مجدّد صاحب ہیں جو بدعت حسنہ کے بھی قائل نہیں، میں آپ کو ان کے ایک مکتوب کا اقتباس سناتا ہوں، جس میں دین کی حمیت اور شریعت کے بارے میں ان کی غیرت و حساسیت صاف نظر آتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک معاصر نے اپنے خط میں شیخ عبدالکبیر یمنی کی (جو غالبًا شیخ محی الدین ابن عربی اور بعض مشائخ تصوف سے متأثر تھے) ایک ایسی تحقیق لکھی جو اہل سنت والجماعت اور اجماع امت کے خلاف تھی، حضرت مجدد صاحب نے اس کے جواب میں جو طاقتور مکتوب لکھا اس کی نظیر نہیں ملتی۔

فرماتے ہیں :۔

"مخدوما! ایں فقیر تاب استماع ایں چنیں
کلمات ندارد، بے اختیار رگ فاروقیم در
حرکت می آید، شیخ عبدالکبیر یمنی باشد یا محی
الدین بن عربی، مارا محمد عربی درکار ست نہ
ابن عربی، فتوحات مدینہ از فتوحات مکیہ
مستغنی ساختہ اند، مارا بہ نص کاراست نہ
بہ فص"

شیخ محی الدین ابن عربی جن کے ذریعہ وحدۃ الوجود کا عقیدہ تمام دنیا میں پھیلا اور بڑے بڑے عارفین باللہ اور بڑے بڑے مشائخ اس کے قائل ہی نہیں اس کے داعی بلکہ اس پر مصر تھے، ان کی دو کتابیں ہیں ایک فتوحات مکیہ ہے جس میں انہوں نے وحدۃ الوجود کے عقیدہ کی صاف صاف تبلیغ کی ہے، اور اسکو پیش کیا ہے، دوسرے فصوص الحکم،

مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں :۔

مخدوما! اس طرح کی باتوں کے سننے کی
میرے اندر تاب بھی نہیں، بے اختیار

www.abulhasanalinadwi.org

میری رگ فاروقی حرکت میں آجاتی ہے،
اور تاویل و توجیہ کا موقع نہیں دیتی، ایسی
باتوں کے قائل شیخ کبیر یمنی ہوں یا شیخ اکبر
شامی، ہمیں کلام محمد عربی و علی آلہ الصلوٰۃ
والسلام درکار ہے، نہ کہ کلام محی الدین بن
عربی ، صدرالدین قونوی ، اور شیخ عبد
الرزاق کاشی، ہم کو نص سے کام ہے نہ کہ
فص سے، فتوحات مدینہ نے فتوحات مکیہ
سے مستغنی بنادیا۔

یہ سب مجدد صاحبؒ کا فیض ہے

جس وقت ہندوستان کے تخت پر ۹۶۴ھ میں جلاالدین اکبر بیٹھا ہے، اسلام کی آمد پر ایک ہزار سال ہو رہے تھے، ایرانیوں کی ایک جماعت نے ایک گہری سازش کی کہ پوری دنیا کو یہ باور کرائیں کہ اسلام اور دین محمدی کا دور ختم ہو گیا، اس جماعت نے یہ اصول اکبر کے ذہن نشین کرادیا، کہ ہر مذہب کی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے، یہودیت ہزار سال رہی پھر ختم ہو گئی، عیسائیت ختم ہوئی، پھر اسلام آیا، اب اس کو ایک ہزار سال ہو رہے ہیں۔

اس جماعت نے اپنی ذہانت سے سمجھا کہ اس بات کو قبول کرنے اور اسکو پوری طاقت سے نافذ کرنے والا وہ ہو سکتا ہے جو زیادہ پڑھا لکھا اور متشرع نہ ہو، اس جماعت نے اکبر کا انتخاب کیا جس کی سمجھ میں ان کی یہ بات آگئی اور وہ الحاد کے راستہ پر پڑ گیا، وہ برہموں، پنڈتوں اور علماء کو جمع کرا کے بحث کرواتا تھا، پھر لادینیت کو

www.abulhasanalinadwi.org

تسلیم کیا جاتا تھا۔

ایسے نازک وقت میں مجدد صاحبؒ اور ان کا خاندان سامنے آتا ہے، اس خاندان نے اس ملک کو اس خطرہ سے محفوظ کر دیا کہ یہاں لادینیت کا دور دورہ ہو جائے، اسلام کا رشتہ اس ملک سے کٹ جائے اور دینی حِس ختم ہو جائے۔

میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ اور خانہ خدا میں بیٹھ کر کہتا ہوں کہ اس ملک میں دین جتنا اور جہاں بھی صحیح شکل میں پایا جاتا ہے، اس میں بڑا حصہ حضرت مجددؒ صاحب اور ان کے خاندان کا ہے۔

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانیؒ نے تقریر کرتے ہوئے ایک بار فرمایا کہ لوگ اس تاریخی حقیقت پر غور نہیں کرتے، سرسری انداز میں گذر جاتے ہیں کہ عام طور پر جب بادشاہ جاہل ہو، مخالف دین ہو، اس میں کوئی خرابی ہو، تو اس کے بعد اس کا جو جانشین آتا ہے، وہ اس سے بدتر ہوتا ہے، وہ اس میں اپنی سعادت سمجھتا ہے کہ اپنے والد اور سابق بادشاہ کے طریقہ پر قائم رہے، لیکن اسکی کیا وجہ ہے کہ اکبر کے بعد جب جہانگیر ہوا تو وہ اس سے بہتر ہوا، دین پر قائم رہا اور بعد میں حضرت مجدد صاحبؒ کا معتقد بھی ہو گیا تھا، پھر جہانگیر کے بعد شاہجہاں ہوا تو اس سے بہتر تھا، وہ جب تخت طاؤس پر بیٹھا جو بڑے فخر کی بات تھی تو وہ اتر گیا، نماز پڑھی اور سجدہ کیا اور کہا کہ فرعون بڑا کم عقل اور کم ظرف تھا کہ مصر کے تخت پر بیٹھا اور خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا، میں تخت طاؤس پر بیٹھ کر سجدہ کرتا ہوں، شاہ جہاں کے بعد اورنگ زیب عالمگیر ہوا (جن کو ہمارے فاضل دوست وادیب شیخ علی الطنطاوی چھٹے خلیفہ راشد سے تعبیر کرتے ہیں، ان کے نزدیک حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد پورے عالم اسلام میں عالمگیر جیسا متبع سنت صاحب حمیت اور

www.abulhasanalinadwi.org

اسلامی قانون اور اسلامی شریعت کا جاری کرنے والا پیدا نہیں ہوا) اس میں جو راز ہے وہ یہ کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ان کا خاندان اندر اندر کام کر رہا تھا، اور متاثر کر رہا تھا، حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ جو حضرت مجدد صاحبؒ کے ممتاز ترین فرزند تھے، اور جن سے ان کا سلسلہ پھیلا ہے وہ عالمگیر کو شہزادگی کے دور میں جب خط لکھتے تو انہیں ''شہزادہ دین پناہ'' سے خطاب کرتے۔

اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ دارالعلوم ندوۃ العلماء اور صحیح الفکر و حامل دعوت مدارس و مراکز باقی رہیں گے، اور اگر خدا کو ان کی حفاظت مطلوب اور محبوب ہے تو حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے راستہ پر رہیں گے، اگر یہ دارالعلوم دونوں کے راستے سے ہٹا تو یہ وہ دارالعلوم دارالعلوم نہیں ہوگا جس کی بنیاد حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ مولانا سید ظہور الاسلام فتح پوری، مولانا سید عبدالحی رائے بریلویؒ، مولانا خلیل الرحمٰن صاحب سہارنپوریؒ، منشی اطہر علی کاکورویؒ اور مولانا شبلی نعمانیؒ نے ڈالی تھی، یہ بات آپ یاد رکھئے کہ یہ دارالعلوم حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے راستے پر ہے۔

امتیازی خصوصیات

عزیزو! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان دونوں کے طریقۂ عمل، ان کی دعوت، ان کی تحریک اور ان کی جدوجہد کی چند امتیازی خصوصیات ہیں۔

(۱) عقیدۂ اسلام :۔ سب سے پہلے اس اسلامی عقیدہ کو پورے طور پر قبول کر لینا جو صحابۂ کرام کا عقیدہ تھا، جو تابعین عظام، ائمہ اربعہ اور مجددین و مصلحین کا عقیدہ تھا۔

(۲) دوسری بات ہے اشاعت دین، یعنی اس دین کی اشاعت و تبلیغ کی

www.abulhasanalinadwi.org

جائے۔

(۳)اور تیسری بات جو ان دونوں حضرات کا خاصہ ہے، وہ "حمایت دین" بلکہ

"حمیت دین" ہے، بہت سے ایسے حضرات ہیں ہم ان کی قدر کرتے ہیں، احترام کے ساتھ ہم ان کا نام لیتے ہیں، ان کے یہاں اشاعت دین کا جذبہ تھا، لیکن وہ چیز جس کو دینی غیرت اور حمیت کہتے ہیں، وہ ان کے یہاں یا کم از کم ان کے حالات میں زیادہ نمایاں نہیں، معلوم ہوتی، ان دونوں حضرات کی خصوصیت یہ ہے کہ اشاعت دین کے ساتھ حمیت بھی تھی، یہ بہت اہم چیز ہے، کہ دین مخالف اور اسکے منافی کوئی چیز برداشت نہ ہو، اس کی نیند اڑ جائے، کھانا پینا بھول جائے اور اس کو ایک سخت کرب اور شدید درد لاحق ہو جائے، یہ بات اور حضرات میں تھی لیکن ان دو حضرات میں سب سے نمایاں تھی۔

شاہ ولی اللہؒ کی خصوصیات اور ان کے کارنامے

حضرت شاہ صاحبؒ نے ہماری معلومات کے مطابق سب سے پہلے ہندوستان میں حدیث شریف کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا وہ حجاز گئے اور وہاں

www.abulhasanalinadwi.org

عرب اساتذہ سے انھوں نے حدیث پڑھی اور اسکی سند حاصل کی، پھر یہاں آکر انھوں نے حدیث کا درس شروع کیا، ہماری محدود معلومات کی حد تک صحاح ستہ کی تدریس کا رواج اس سے پہلے ہندوستان میں نہیں تھا، یہ کام حضرت شاہ صاحب نے شروع کیا، آپ کسی عالم سے حدیث پڑھئے اور سند لیجئے تو یہ سلسلہ شاہ ولی اللہ تک پہنچتا ہے، پھر اور یمنی اور حجازی سلسلہ ہے خاص طور سے صحیحین کا درس، پھر ان کی شرح و تحشیہ کا کام اور انکی خدمت۔

ان کا دوسرا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے قرآن مجید کے تراجم کا سلسلہ شروع کیا، یہ بات شاید بہت سے لوگوں کے لئے انکشاف ہوگی، کہ یہاں کے بہت سے علماء قرآن مجید کا دوسری زبانوں میں ترجمے کو خطرناک سمجھتے تھے، اس کی دو وجہ تھی ایک تو یہ کہ وہ جو اہل ہوائی وہوس تھے وہ سمجھتے تھے کہ اس سے ہماری فرماں روائی چلی جائے گی، ہماری سرداری اور ہمارے مطاع ہونے کی جو حیثیت ہے، اور ہماری بات کو اللہ و رسول کی بات کی طرح لوگ سمجھتے ہیں ہماری یہ حیثیت ختم ہو جائے گی، ہماری خیریت اسی میں ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ یہاں کی زبانوں میں نہ ہو، ایسے دنیا پرست علماء قرآن مجید کے ترجمے کو بدعت بتاتے ہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

شاہ صاحب نے اس کی طرف توجہ کی ان کے دونوں صاحبزادوں نے اردو میں ترجمے کئے، ایک شاہ رفیع الدین کا ترجمہ جو لفظی ہے، اور ایک شاہ عبد القادر صاحب کا ترجمہ جو بے نظیر ہے، اس میں خاص اللہ تعالیٰ کی مدد معلوم ہوتی ہے، اگر وقت ہوتا تو میں تفصیل سے آپ کو مثالیں دے کر بتاتا۔

یہاں صرف دو مثالیں دیتا ہوں، قرآن مجید میں ہے۔"قالو بعزة

www.abulhasanalinadwi.org

فرعون إنالنحن الغالبون" زمخشری جیسے ادیب مفسر کو بھی ''عزۃ'' کا مفہوم ادا کرنے میں دشواری پیش آئی ہے، عام طور پر اس کا ترجمہ ''فرعون کی عزت'' ''فرعون کا غلبہ'' کے الفاظ سے ادا کیا جاتا ہے، شاہ صاحب جو دہلی کے رہنے والے تھے وہ درباری زبان سے واقف تھے۔ اور محاوروں کو بھی جانتے تھے وہ خود فرماتے تھے کہ جب کسی آیت کا ترجمہ سمجھ میں نہیں آتا تو بازار چلا جاتا تھا۔ لوگوں کی باتیں سنتا کہ وہ کس طرح اس مفہوم کو ادا کرتے ہیں، شاہ صاحب نے بعزۃ فرعون کا ترجمہ اس طرح کیا ہے '' فرعون کے اقبال سے ہم ہی غالب ہوں گے'' درباریوں اور خوشامدیوں کی زبان ایسی ہی ہوتی ہے۔

شاہ صاحب نے اپنے ترجمہ میں صوتی آہنگ کا بھی خیال رکھا ہے، ''فدمّرنا ھا تدمیراً'' (سورہ بنی اسرائیل) کا ترجمہ کیا ہے، جب اکھاڑ مارا ان کو اٹھا کر۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا تیسرا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے توحید خالص پر بہت زیادہ زور دیا، ان کے پوتے حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ نے کتاب ''تقویۃ الایمان'' لکھی جس سے زیادہ صاف، واضح اور طاقت ور کتاب توحید کے موضوع پر ہمارے علم میں نہیں، اس کتاب کے بارے میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ اس سے ہزاروں نہیں لاکھوں لوگوں کو ہدایت ملی ہے، حضرات علمائے دیوبند و مظاہر علوم اور علمائے ندوہ سب اس کے قائل تھے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب (اللہ ان کے درجات بلند فرمائے) ہمیں اس کتاب کے عربی میں ترجمہ کا حکم دیا، ہم مدینہ منورہ میں تھے، جانا بھی تھا، گاڑی مسجد نبویؐ کے دروازہ مجیدی پر کھڑی تھی، سامان رکھا جاچکا تھا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

نماز پڑھیں اور روانہ ہو جائیں، حضرت شیخ الحدیث نے پیغام بھیجا کہ ترجمہ کا کام شروع کر کے جائیں، ہم نے روضۃ من ریاض الجنۃ میں عزیزی محمد واضح سلمہ کو سامنے بٹھا کر ترجمہ کا کام شروع کر دیا، ہمیں صاف معلوم ہوا کہ یہ کتاب عند اللہ وعند الرسول مقبول ہے، جو کچھ لکھا تھا وہ حضرت شیخ کو سنایا گیا، حضرت نے سن کر بڑی دعائیں دیں، جب اس کتاب کا ترجمہ ''رسالۃ التوحید'' کے نام سے مکمل ہو کر شائع ہو گیا تو ہم نے ایک بڑے سعودی عالم جو جامعہ اسلامیہ کے استاذ بھی تھے ان کو یہ کتاب پڑھنے کو دی، عام طور یہ سمجھا جاتا ہے کہ شیخ محمد بن عبد الوہابؒ کی کتاب ''کتاب التوحید'' سب سے بڑھی ہوئی ہے اور ان کے متبعین تو اس کے سوا کسی کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، لیکن انہوں نے سعودی اور ''وہابی'' ہونے باوجود صاف صاف کہا کہ ''یہ توحید کی منجنیق ہے یہ تو ... او کرتی ہے''۔

تو شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان نے توحید خالص ... کی اشاعت اور حدیث شریف کی خدمت انجام دی، آج اس ملک میں جہاں ... شریف پڑھائی جاتی ہے، وہ سب فیض ہے شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ان کے خاندان کا۔

شاہ صاحبؒ نے اس پر اکتفا نہیں کر لیا، بلکہ انہوں نے اپنی خداداد فراست سے محسوس کیا کہ اب جو دور آنے والا ہے وہ عقلی دور ہوگا، عقلی طور پر متاثر کرنے والا دور ہوگا، اس کے لئے انہوں نے حجۃ اللہ البالغۃ جیسی بے نظیر کتاب لکھی، جو جدید علم کلام کا بہترین نمونہ ہے۔

یہ بات بہت کم لوگوں کے علم میں ہے کہ جہاد کی تحریک شاہ صاحبؒ ہی کے زمانہ سے شروع ہوئی، مرہٹوں کا مقابلہ کرنے کے لئے (جن سے دہلی کے

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کی جان اور عزت محفوظ نہیں تھی) شاہ صاحبؒ نے احمد شاہ ابدالی کو افغانستان سے بلایا جس نے مرہٹوں کو ایسی شکست فاش دی کہ تاریخ میں لکھا ہے کہ مرہٹواڑہ میں کوئی گھر نہیں بچا جہاں ماتم نہ ہوا ہو، سب سے پہلے حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا فتویٰ دیا۔

ٹیپو سلطان شہیدؒ کا بھی روحانی تعلق حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے خانوادہ سے تھا، انگریزوں کے حقیقی خطرہ کا ادراک سلطان ٹیپو نے کیا، اس کے خاندان کا تعلق روحانی حضرت سید احمد شہیدؒ کے نانا شاہ ابو سعید، حقیقی چچا سید نعمان خاص طور سے شاہ ابو اللیث سے تھا، جو سید صاحبؒ کے حقیقی ماموں تھے۔

عزیزو! ایک جسمانی نسب نامہ ہوتا ہے، ایک علمی و دینی نسب نامہ ہوتا ہے اور ایک اعتقادی نسب نامہ ہوتا ہے، آپ اس علمی و فکری نسب نامہ کو ہمیشہ یاد رکھئے، اس نسب نامہ کو آپ نہ یہاں بھولئے اور نہ اپنے گھر جا کر بھولئے کہ ہم سب حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے خاندان کے فیض یافتہ اور ان کے تربیت یافتہ ہیں۔

نئے دور کے فتنوں کے مقابلہ میں ندوۃ العلماء کا کارنامہ

عزیزو! ندوۃ العلماء نے اپنے قیام کے بعد ہی سے وقت کے فتنوں کو نہ صرف پہچانا بلکہ ان کا مقابلہ بھی کیا، ان فتنوں میں قادیانیت اور عیسائیت کے فتنے تھے، جن کا مقابلہ بانی ندوۃ العلماء مولانا سید محمد علی مونگیریؒ نے کیا، ہم نے خود یہ واقعہ مونگیر میں سنا کہ جب قادیانیوں کا بہار میں خطرہ محسوس ہوا، تو مولانا سید محمد علی مونگیریؒ نے مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری کو قادیانیوں سے مناظرہ کے لئے مدعو کیا، ادھر مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری قادیانیوں سے مناظرہ کر رہے تھے،

www.abulhasanalinadwi.org

اِدھر مولانا سید محمد علی مونگیری سجدہ میں دعاو گریہ زاری میں مصروف تھے، یہاں تک کہ کسی نے آکر سنایا کہ قادیانیوں کو شکست ہوئی اور وہ جوتے چھوڑ چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں، تب جاکر مولانا سید محمد علی مونگیریؒ نے سجدہ سے سر اٹھایا۔

دوسرا فتنہ ''**روشن خیالوں**'' کا تھا جنھوں نے ایک بڑا ادارہ قائم کیا، اس جماعت کے لکھنے والوں نے دین کے حقائق کو بدل کر پیش کیا، اس کی وجہ سے اسلامی عقیدہ میں ایک تزلزل اور خطرہ پیدا ہوا، ان روشن خیالوں کا سب سے بڑا نشانہ غیبی حقائق اور معجزات تھے، وہ معجزات کی ایسی تاویل کرتے کہ وہ معجزہ ہی نہ معلوم ہوتا، اپنی تفسیروں میں انہوں نے خاص طور سے اس پر زور دیا۔

ندوۃ العلماء نے اس طبقہ کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنے نصاب میں انگریزی کا اضافہ کیا، اس کے ساتھ اس نے اس بات پر بھی زور دیا کہ نئے اسالیب بیان اور نئے طرز فکر سے طلبہ واقف ہوں اور کون سا فتنہ کہاں اٹھ رہا ہے، اور کیوں یہ فتنے اُٹھ رہے ہیں، اور کس زبان اور اسلوب میں اٹھ رہے ہیں ان سے واقف ہوں۔

ان روشن خیالوں کے مقابلہ کے لئے علامہ شبلیؒ کا قلم چلا، پھر مولانا سید سلیمان ندویؒ اور مولانا عبد الباری ندوی کا قلم چلا، پھر تو ندوی فضلاء نے ان فتنوں کا بھی تعاقب کیا جو عالم عربی میں قومیت عربیہ اور ''**تجدد**'' و ''**تنور**'' کے نام سے اٹھے تھے۔

ندوۃ العلماء کے بانیوں اور منتظمین نے ہمیشہ نصاب کو ''**وسیلہ**'' سمجھا ''**غایت**'' نہیں، غایت و مقصد میں ترمیم نہیں ہوتی لیکن وسیلہ میں ترمیم ہوتی ہے، درسِ نظامی میں بھی برابر ترمیم ہوتی رہی، ہمارے والد صاحب مولانا

حکیم سید عبدالحیؒ کا فاضلانہ مقالہ "ہندوستان کا نصاب درس اور عہد بعہد اس کے تغیرات" کا آپ مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ کس دور میں کون سی کتاب پڑھائی جاتی تھی، اور کب اس میں تبدیلیاں ہوئیں، اس طرح ندوۃ العلماء نے اپنے نصاب میں تاریخ و جغرافیہ کا بھی اضافہ کیا۔

عربی زبان کی تدریس ایک زندہ زبان کی حیثیت سے

عزیزو! ندوۃ العلماء کے بانیوں اور اسکے روشن ضمیر کارکنوں نے اس وقت یہ محسوس کرلیا کہ اب تک دینی مدارس میں عربی زبان اس حد تک پڑھائی جارہی ہے کہ تفسیر وحدیث اور فقہ کی کتابیں سمجھ سکیں (اللہ تعالیٰ ان مدارس کے بانیوں کی محنتوں اور کوششوں کو قبول فرمائے) لیکن اب جو دور آنے والا ہے اس میں اس سے کام چلنے والا نہیں ہے، اب تو عربی زبان کو ایک زندہ زبان کی حیثیت سے کہ وہ دعوت اور تصنیف و تقریر کی بھی زبان ہے، پڑھایا جانا ضروری ہے، اس زمانہ میں ہندوستان کا عالم عربی سے زیادہ تعلق بھی نہیں تھا، صرف حجاج کی حجاز آمدورفت رہا کرتی تھی، حیرت ہوتی ہے کہ مولانا سید محمد علی مونگیریؒ نے حجاز کے دوران قیام میں ہمارے والد صاحب کو خط لکھا تھا کہ یہاں ایک عالم جن کو عربی پر بڑی قدرت ہے، عربی میں اچھی تقریر کرتے ہیں، میں ان کو راضی کررہا ہوں، کہ وہ دارالعلوم جائیں، اور وہاں عربی زبان کا درس دیں، آپ اس کا خیال رکھئے کہ طلبہ کو عربی زبان میں مہارت پیدا ہو، اور اس میں وہ تقریر کرسکیں۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بھائی صاحب ڈاکٹر حکیم مولوی سید عبدالعلی صاحبؒ کی نگرانی وہدایت پر ندوۃ العلماء نے عربی کے ابتدائی نصاب کی ترتیب کا کام شروع کیا جو اس کے بنیادی مقاصد میں سے ایک تھا، اور وہ عالم عربی میں بھی

www.abulhasanalinadwi.org

مقبول اور کہیں کہیں رائج ہوا۔

اپنی استعداد کیسے مضبوط بنائیں

عزیزو! دنیا کی تمام زبانوں میں عربی زبان سب سے زیادہ حساس، ذکی الحس اور غیرت مند زبان ہے، ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ قرآن کی زبان ہے، پیغامِ الٰہی کی زبان ہے، تعلیمات نبویؐ کی زبان ہے، اس کے علاوہ دو چیزیں اور ہیں ایک اعراب جو کسی اور زبان میں نہیں، دوسرے مختلف المخارج اور مختلف الاصوات حروف جو دوسری زبان میں نہیں، ذرا سی غلطی سے زیر کو زبر اور منصوب کو مجرور پڑھنے اور ث کو س کی طرح بولنے سے سب پر پانی پھر جائے گا، آپ ایسی استعداد بنائیے کہ صحیح اعراب پڑھ سکیں، اور صحیح مخارج سے حروف کو ادا کر سکیں۔

ایک بار ہمیں جامعہ دمشق میں جس کا وائس چانسلر ایک عیسائی فاضل تھا اور جس کے جلسہ میں فضلائے دمشق اور ممبران پارلی منٹ شریک ہونے والے تھے فلسطین کے قضیہ پر مقالہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی، ہم "العوامل الاساسية لکارثة فلسطين" (المیۂ فلسطین کے بنیادی اسباب) کے موضوع پر مقالہ لکھا، اس کو جلسہ میں پڑھنے سے پہلے احتیاط کے طور پر علامہ بہجة البيطار کی خدمت میں گئے، اور عرض کیا کہ آپ ہمارے استاد مولانا سید سلیمان ندویؒ کے دوست ہیں، براہ کرم آپ ہمارا یہ مقالہ سن لیجئے کہ شاید کوئی غلطی ہو، انہوں نے فرمایا کہ نہیں تم کو اس کی کوئی ضرورت نہیں، تم ماذا خسر العالم کے مصنف ہو، پھر بھی ہم نے ان کو اپنا پورا مقالہ سنا دیا، انہوں نے کہیں نہیں ٹوکا، ہم سے کہا کہ آپ ال کے استعمال کرنے میں بہت محتاط ہیں۔ ہندوستانی علماء جا و بے جا الف لام استعمال کرتے ہیں، پھر انہوں نے لطیفہ سنایا کہ ایک ہندوستانی عالم ایک عرب عالم

www.abulhasanalinadwi.org

کے پاس آئے اور کہا کہ انا ذاهب من المكة الى مدينة فهل لك حاجة؟ اس جملہ کو سن کر ان عرب عالم نے کہا کہ حاجتي الوحيدة أن تاخذ الالف واللام من مكة وتضعهما على المدينة الف لام ان عالم صاحب نے مکہ پر لگادیا، جبکہ اس پر الف لام نہیں آتا۔

ہم سے بعض عربوں نے شکایت کی کہ ہندوستانی عالم وداعی آتے ہیں، مساجد میں ان کی تقریر کا اعلان ہوتا ہے، ہم بیٹھ جاتے ہیں، لیکن چند ہی جملوں کے بعد بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ کو عرب ممالک نہیں جانا ہے، آپ کو جانا ہے، لیکن ملازمت کے لئے نہیں، امام وخطیب بن کر نہیں، صرف پیسہ کمانے کے لئے نہیں، بلکہ داعی بن کر، یا معلم بن کر جانا ہے، آپ ابھی سے درسی استعداد پختہ کریں تاکہ کوئی اعرابی غلطی نہ ہونے پائے، جو بھی درسی کتاب پڑھیں، پوری توجہ اور انہماک سے اسکی تیاری کریں، اپنے فاضل اساتذہ سے معلوم کریں کہ ان کی مستند شرحیں اور مصادر ومراجع کون سے ہیں، پھر ان کا گہرا مطالعہ کریں، اور بھرپور علمی تیاری کریں۔

آخری بات

آخری بات یہ ہے کہ آپ علوم دینیہ میں رسوخ پیدا کیجئے، یہاں جو علمی ودینی ماحول ہے، آپ کے جو مشفق اساتذہ ہیں ان سے فائدہ اٹھایئے، یہ فضا اور ماحول اور اساتذہ آپ کو کالجوں یونیورسٹیوں میں نہیں ملیں گے، ہم نے مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے بارے میں کہا تھا کہ ان کی ایک بڑی خصوصیت رسوخ فی العلم تھی، بہت سے علماء ایسے ہیں جو دوسرے کاموں میں لگ جاتے ہیں تو ان کو علم میں

www.abulhasanalinadwi.org

رسوخ نہیں رہتا۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہاں سے صحیح الفکر بنا کر کامل مدرس اور پختہ کار مصنف اور مبصر بنا کر اور داعی بنا کر نکالے، اور جو فتنے اٹھ رہے ہیں جیسے قادیانیت، الحاد و دہریت، اور روشن خیالی کے فتنے کہ دین پر کھلی تنقید کرتے ہیں، اور کفر و ایمان اور حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتے، ان سب فتنوں کا آپ کو مقابلہ کرنا ہے، آخری بات یہ ہے کہ آپ سب کو حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے مسلک، ان کے مکتب خیال اور مدرسہ فکر پر چلنا ہے، اور اسی میں اپنی سعادت سمجھنا چاہئے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

عصری تعلیم حاصل کرنے والے

مسلم نوجوانوں سے خطاب

یہ تقریر اکتوبر ۱۹۶۴ء میں لندن میں اسلامک سنٹر کے زیر اہتمام منعقد کیے گئے ایک جلسہ میں کی گئی تھی۔ جس میں ہندوستان، پاکستان اور عرب ممالک کے نوجوان بڑی تعداد میں شریک تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عصری تعلیم حاصل کرنے والے

مسلم نوجوانوں سے خطاب

مستقبل کی پیشن گوئی

میں نہ کوئی ولی ہوں نہ پیمبر، نہ مجھے بزرگی کا دعویٰ ہے نہ پیشن گوئی کرنے کا شوق، لیکن میں اس وقت ضرور ایک پیشن گوئی کرنا چاہتا ہوں، اور وہ یہ کہ آپ کے اس مجمع میں بہت سے ایسے نوجوان ہیں، جو اپنے اپنے ملکوں کی زمام قیادت ہاتھ میں لیں گے، اور وہاں کی بڑی اہم ذمہ داریاں سنبھال لیں گے، آپ یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، لیکن آپ کے ملکوں میں قیادت کی مسندیں اور رہنمائی کی کرسیاں آپ کی منتظر ہیں، میں آپ کی روشن پیشانیوں کی لکیروں اور خطوط میں.... آپ کے درخشاں مستقبل کو دیکھ رہا ہوں، کسی زمانہ میں کسی ملک کی قیادت حاصل کرنے کے لئے اور کسی ملک و قوم کو اپنے اقتدار و انتظام میں لینے کے لئے زور بازو اور تلوار کے جوہر کی ضرورت تھی، سکندر اور چنگیز و ہلاکو نے نوکِ شمشیر سے دنیا فتح کی اور قوموں کو مسخر کیا، اب اس کے لئے جنگی قوت کافی

نہیں، اس وقت قیادت اور اقتدار کیلئے علم کی طاقت کی ضرورت ہے، اس وقت دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک اور خود اسلامی ممالک جمہوریت کے جس راستہ پر چل رہے ہیں، اور جن حالات و مسائل کا ان کو سامنا ہے ان کو دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ان ملکوں کی سربراہی اور ان کی قیادت وہی لوگ کریں گے، جو جدید علوم سے واقف ہیں، مغربی زبانوں میں مہارت رکھتے ہیں، اور جنکو جدید جمہوری نظام میں اقتدار کے منصب تک پہونچنے کیلئے ضروری وسائل و مواقع حاصل ہیں، اس کی بناء پر امید کی جاسکتی ہے کہ آپ اپنی ان صلاحیتوں اور خصوصیتوں کی وجہ سے ذمہ داری کی ان جگھوں تک پہونچیں گے اور آپ کو اپنے ملک و قوم کی خدمت کرنے کا موقع ملے گا، یہ آپ کے لئے ایک بڑا نازک امتحان ہے، ان ملکوں کی قسمت بڑی حد تک آپ سے وابستہ ہے، اور ان کے مستقبل کا انحصار آپ پر ہے۔

دنیائے اسلام کا مسئلہ

آپ جن ملکوں سے آئے ہیں، اور جہاں آپ کو اپنی تعلیم کی تکمیل کر کے واپس جانا ہے، یہ ملک عرصہ سے مسلمان ملک ہیں، اور وہ اب بھی اپنے اسلام پر قائم ہیں، اور آئندہ بھی ان کا اسلام پر قائم رہنے کا ارادہ ہے، یہ اسلام ان کو بڑی قربانیوں سے حاصل ہوا ہے، اس لئے ان کو انتہائی عزیز ہے، اور ان کی نظر میں نہایت قیمتی ہے، ان ملکوں میں مسلمانوں کی بڑی عظیم تعداد ہے، ان میں سے بہت سے ممالک اپنی آبادی اور مردم شماری کے لحاظ سے یورپ کے بڑے بڑے ملکوں سے بھی بڑے ہیں، اس عددی قوت و کثرت کے ماسوا یہ ملک خدا کی پیدا کی ہوئی دولتوں، ذخیروں اور بیش بہا خزانوں سے مالا مال ہیں، یہ وہ قدرتی دولتیں اور خزانے ہیں، جن کے بغیر مغرب کی گاڑی بھی نہیں چلتی، انھوں نے موجودہ

سائنس اور ٹکنالوجی کی نئی طاقت بخشی ہے، اس مواد خام کے لحاظ سے کوئی ملک اسلامی ممالک کا ہمسر نہیں۔

اسی طرح سے ان ملکوں کی مسلمان اقوام انسانی صلاحیتوں، زندگی کی توانائیوں اور اخلاقی طاقتوں سے بھرپور ہیں، ان میں اب بھی ایسی قوت عمل، جذبہ قربانی، ذوق ایثار، وفاداری اور جاں نثاری کا جذبہ ہے، جو دنیا کی کسی قوم میں پایا نہیں جاتا۔

جن لوگوں نے دنیا کی سیاحت کی ہے، اور وہ دنیا کی مختلف قوموں اور عوام کا تجربہ رکھتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ان اسلامی ممالک کے مسلمان عوام سے کہیں کے عوام بہتر نہیں، ان میں بھی زندگی کا شعلہ فروزاں ہے، وہ اب بھی کسی مقصد کے لئے جان دے سکتے ہیں، اگر انکو صحیح قیادت مل جائے تو وہ اب بھی دنیا کی ایک عظیم طاقت بن سکتے ہیں، ان کا سا خلوص، ان کی سی سادہ دلی، ان کا اعتماد، ان کی گرمجوشی اور ان کا جذبۂ اطاعت اب بھی کسی قوم میں پایا نہیں جاتا، لیکن یہ انتہائی افسوسناک حقیقت ہے کہ ان کی یہ صلاحیتیں عرصہ سے ضائع ہو رہی ہیں، ان ملکوں کی قیادتیں (LEADERSHIP) ان سے بالکل بے خبر ہیں، ان سے فائدہ اٹھانے اور ان کو راہ پر لگانے کی ان میں نہ صلاحیت ہے نہ آمادگی۔

اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ اس وقت دنیائے اسلام کا سب سے اہم اور عمومی مسئلہ کیا ہے تو میں ادنیٰ توقف کے بغیر کہوں گا کہ مسلمان عوام اور ان کے قائدین، رہنماؤں کا فرق وتفاوت اور وہ ذہنی کشمکش جو عوام وخواص کے دو طبقوں میں اس وقت ہر اسلامی ملک میں برپا ہے، عوام مسلمان ہیں وہ اسلام پر ہی جینا اور مرنا چاہتے ہیں وہ مذہبی زبان واصطلاحات کے سوا کچھ نہیں سمجھتے، خدا اور رسول،

آخرت اور جنت، جہاد اور شہادت، رضائے الٰہی اور اجر و ثواب کے سوا ان کے لئے کوئی چیز کشش اور معنویت نہیں رکھتی، مذہبی دعوت اور نعرے کے سواء کوئی چیز ان کے خون میں گرمی، ان کے جسم میں حرارت اور ان کے اندر سرشاری اور بیخودی کی کیفیت نہیں پیدا کر سکتی ہے، یہی وہ اپیل تھی، اور یہی وہ نعرہ تھا، جس نے الجزائر کے مسلمانوں کو بیخود بنادیا، اور ان سے وہ قربانی کرائی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، اسی کے سہارے ہر ملک کی جنگ آزادی لڑی گئی، یہ مسلمان شریعت اور اسلامی قانون سے محبت رکھتے ہیں، اور ان کے اعلیٰ اور افضل ہونے کے قائل ہیں، ان کو اسلامی معاشرت اور تہذیب سے محبت ہے، وہ اپنے اِن ملکوں میں شریعت کے احکام کو نافذ، اسلامی زندگی کو رائج دیکھنا اور اللہ کے نام کا بول بالا چاہتے ہیں، اور اسکے سوا انکو کسی چیز سے دلچسپی نہیں۔

ایک عظیم المیہ

لیکن بدقسمتی سے جس طبقہ کے ہاتھ میں ان کی قیادت ورہنمائی ہے اور جو ان کے گلہ بان اور راعی بنے ہیں، ان کی تعلیم وتربیت اس ماحول، ان عقائد و جذبات اور ان تمناؤں سے بالکل الگ ماحول میں ہوئی ہے، ان کے ذہن کا سانچہ بالکل الگ تیار ہوا ہے، ان کی تعلیم وتربیت ان ہی شہروں میں ہوئی، جہاں آپ اس وقت پڑھ رہے ہیں، ان کے اساتذۂ مغرب نے ان کے ذہن پر یہ بات نقش کردی ہے کہ اسلام کا دور ختم ہو گیا، اس نے اپنے اس محدود ماحول اور غیر ترقی یافتہ دنیا میں جس میں ــــ اس کا ظہور ہوا تھا، کسی قدر مفید خدمت انجام دی، لیکن اب اس ترقی یافتہ دنیا اور اس وسیع معاشرہ کے لئے اس کے پاس کوئی پیغام نہیں، اور اب وہ اس بدلی ہوئی دنیا میں کسی طرح فٹ نہیں ہو سکتا، کس قدر افسوس کی بات ہے کہ قومیں تو

ایسی پر جوش مسلمان ہوں کہ ان میں آج بھی محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، موسیٰ بن نصیر اور محمد فاتح پیدا ہو سکتے ہیں، لیکن جو لوگ قوموں کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں، ان کا اسلام پر سے اعتماد اٹھ چکا ہے، اور وہ اسلام کے مستقبل سے مایوس ہیں، اور ان کو ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں، یہ لوگ یورپ کی تعلیم گاہوں میں اس لئے آئے تھے کہ یورپ سے ایسے وسائل وذرائع حاصل کریں جن سے اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچے، یہ یورپ اس لئے آئے تھے کہ یہاں سے سائنس، ٹکنالوجی صنعت، اور اس طرح کے دوسرے فنون حاصل کریں جن میں یورپ کو مشرق پر پورا تفوق حاصل ہے، پھر وہ انہیں اسلام کے لئے مسخر کریں اور اسلامی مقاصد کا تابع اور خادم بنائیں۔

نئی نہر سوئز کی ضرورت

وہ یورپ اس لئے آئے تھے کہ یہاں سے علم حاصل کر کے رق ومغرب کے درمیان ایک نئی نہر سوئز جو مشرق ومغرب ، درمیان مساویانہ ومشترک تبادلہ کا ذریعہ بنے، ایسی نہر جو مشرق سے ایمان ویقین ر عمل سالح کی دولت مغرب کو پہنچائے اور مغرب سے اسکے بے ضرر اور صالح وسائل زندگی مشرق کو منتقل کرے، لیکن افسوس ہے کہ جن لوگوں سے اس کام کی توقع تھی، اور جن کو یہ فرض انجام دینا تھا وہ مغرب کے محض نقال بن کر رہ گئے تھے، ان کا کارنامہ ہر قسم کی ذہانت، جدت، جرأت اور مجتہدانہ قابلیت سے عاری ہے، وہ امام اور پیشوا بننے کے بجائے مغرب کے محض مقلد اور اسکے خیمہ دار ثابت ہوئے۔

بقول علامہ اقبالؔ ؎

www.abulhasanalinadwi.org

کر سکتے تھے جو اپنے زمانہ کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو

یورپ میں تعلیم پانے والے نوجوانوں کی ذمہ داری

عزیز نوجوانو!۔۔۔ آپ مغرب اس لئے نہیں آئے کہ آپ موم کی طرح پگھل جائیں، آپ اس لئے آئے ہیں کہ ایک نیا عالم تعمیر کریں، ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اور ان کے پیرو ہی ایسا عالم تعمیر کر سکتے ہیں، جن پاکباز، امانت دار ہاتھوں نے حرم تعمیر کیا انہیں کے نام لیوا اور انہیں کے پیرو نئے عالم کی تعمیر کر سکتے ہیں، آج دنیا زبان سے یہ کہہ رہی ہے ؎

معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز

آپ کو نقالی سے بلند ہونا چاہئے

آپ مغرب اس لئے ہرگز نہیں آئے ہیں کہ یہاں سے واپس جا کر اہل مشرق کو طوطوں کی طرح رٹا رٹایا سبق سنائیں، بندروں کی طرح نقلیں بنائیں، مشرق کو ایسے صاحبِ ہمت اور صاحب دانش انسانوں کی ضرورت ہے، جن میں ایسی جرأت ہو کہ وہ مغرب سے کہہ سکیں کہ تو نے یہاں یہاں غلطی کی، جو اس کے پورے نظام زندگی سے اعلان بغاوت اور اعلان جنگ کر سکیں، اور حضرت ابراہیمؑ کے الفاظ میں کہہ سکیں۔

كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُم الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللهِ وَحْدَهٗ (الممتحنہ۔ ۴) ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں تم میں ہمیشہ کے لئے بغض وعداوت ظاہر ہو گیا، جب تک تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ۔

لیکن وہ لوگ جن کو ایک ہی بات کہنی آتی ہو کہ مغرب نے تو سب صحیح

www.abulhasanalinadwi.org

کیا، یہ لوگ مشرق کے کام نہیں آسکتے۔

اس وقت مشرق کو ان بلند حوصلہ، بیباک اور جری نوجوانوں کی ضرورت ہے جو مغرب کی آنکھوں سے آنکھیں ملا سکیں۔

مغرب کے ان حاشیہ برداروں کی کوئی قیمت نہیں، جنہوں نے مغرب کو اپنے سروں پر سوار کر لیا ہے، وہ مغرب کے سامنے سر جھکاتے ہیں، اور مشرق کو اپنے پیروں تلے روندتے ہیں، ترکی، انڈونیشیا اور مصر وغیرہ کے موجودہ قائد کسی مجتہدانہ کردار اور کسی تخلیقی قابلیت کا ثبوت نہیں دے سکے، آپ کی منزل ان سے بہت آگے ہونا چاہئے، انہوں نے مغربی اقتدار وافکار کے قدموں پر سب کچھ قربان کر دیا، اور اسکے بدلہ میں مشرق کے لئے جو بھیک حاصل کی وہ قربان کی ہوئی دولت کے آگے کوئی قیمت نہیں رکھتی۔

صرف سائنس داں اور انجینیر ہونا کافی نہیں

عزیزو! آپ کو یہ سمجھنا چاہئے کہ آپ کو جنہوں نے یہاں بھیجا ہے، ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ آپ صرف اچھے سائنس داں، اچھے ڈ ےـنیشیں، اچھے انجینیر، اچھے آرٹسٹ اور مغربی زبانوں اور ادبیات کے اچھے ماہر بن کر جائیں۔

اگر آپ صرف سائنس داں، صرف انجینیر اور صرف قانون داں بنے تو آپ نے ملک کو صحیح فائدہ نہیں پہنچایا، آپ کو ان علوم میں مجتہدانہ قابلیت پیدا کرنی چاہئے، اگر آپ قانون کے طالب علم ہیں تو آپ کو اسلامی قانون پر عبور حاصل کرنا چاہئے اور دنیا کے اصول و قانون کا گہرا مطالعہ کر کے اسلامی قانون کی برتری ثابت کرنی چاہئے، آپ کو اپنے ملکوں میں جا کر کہنا چاہئے کہ مغرب کا کس قدر برا حال ہے، وہ اس وقت پکے ہوئے پھل کی مانند ہے، جو کسی وقت بھی گرنے والا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اگر آپ نے مشرق میں جاکر کہا کہ مغرب سر تاپا خیر اور سراسر بے عیب ہے تو آپ نے اپنی قوم کو دھوکا دیا، اور ایک خلاف واقعہ بات بیان کی، آپ کو یہاں سے واپس جاکر اپنے بھائیوں کو بتانا ہے کہ مغرب کے پاس کیا خوبیاں ہیں؟ اس کی قوت کا کیا راز ہے، اور ان کی زندگی کے کون سے پہلو قابل تقلید ہیں؟ اس طرح مغرب کی کونسی بیماریاں ہیں، جو اس کے درخت کو گھن کی طرح کھاتی جارہی ہیں، وہ آج کس اخلاقی جذام میں مبتلا ہے، ہمیں اس کی کن کن چیزوں سے پرہیز کرنا ہے، اور اس کی کون سی چیزیں ہیں، جن میں مشرق کو اس کی تقلید کرنے کی ضرورت نہیں، اور جس کا مغرب سے طاقت اور اقتدار سے کوئی تعلق نہیں۔

ابھی آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں

اگر میں یہ بات دہلی، کراچی یا قاہرہ میں جاکر کہتا یا کسی اور مشرقی شہر کے قائدین کے سامنے پیش کرتا جو اپنی فکر اور تربیت میں پختہ ہو چکے ہیں، تو یہ بعد از وقت بات ہوتی، وہاں یہ باتیں کہنے کا وقت نکل چکا ہے، ذہن و فکر اور قلب و دماغ کے سانچے یہاں ڈھلتے ہیں، اور وہاں جاکر اپنا عمل شروع کرتے ہیں، اس لئے کہنے کی جگہ وہی ہے، جہاں یہ سانچے بنتے ہیں، ابھی یہاں اس بات کا وقت نہیں نکلا، یہ سبق دراصل یہیں سنانے کا ہے، آپ ہی کو اپنے ملکوں کا قائد و رہنما بننا ہے، آپ ہی کو اپنی قوم کی تعمیر کرنی ہے، اگر آپ کو اپنی قوم کی عظیم صلاحیت اور قیمت کا احساس یہیں پیدا ہو جائے، اور آپ کے دل میں اسلام کی زندگی کی صلاحیت اور اسکی اندرونی طاقت اور اسکی افادیت پر اعتماد پیدا ہو جائے، تو آپ نے سب کچھ پالیا۔

دعوت عمل

آپ کو جو ملک سپرد کئے جارہے ہیں، وہ بہت بڑے بڑے اور اہم ملک

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، اتنی بڑی سوسائٹی اور قوت کسی کو نصیب نہیں، آپ ان ملکوں کی اقتصادیات، ان کی دولتوں اور ذخائر اور ان کی انسانی صلاحیتوں کا جائزہ لیجئے، اور ان کا نیا نقشہ بنائیے، اپنے علم وفن سے پورا فائدہ اٹھائیے اور اسلامی مقاصد کے لئے ان کو زیادہ سے زیادہ کار آمد بنائیے، بے لوث اور بے غرض خدمت کی مثال قائم کیجئے، اگر آپ نے ایسا کر لیا اور آپ نے اسلامی قیادت کا صحیح مقام حاصل کیا تو آپ کو دنیا اور تاریخ میں وہ مقام حاصل ہوگا، جو نہ کمال اتاترک کو حاصل ہوا نہ جمال عبدالناصر کو، نہ بن بلہ اور احمد سوکارنو کو، نہ دوسرے اسلامی ممالک کے قائدین کو۔

یہ محبوبیت واعتماد احیائے ملت، اعلائے کلمۃ اللہ، اور بے لوث وبے غرض خدمت کا مقام ہے، جو تاریخ میں بڑے نصیب والوں کو حاصل ہوتا ہے، اس طرح یہ ملک اس ذہنی، اخلاقی اور طبقاتی کشمکش سے بھی نجات پائیں گے، جس میں ان قومی رہنماؤں نے ان کو بالکل غیر ضروری طریقوں پر مبتلا کر دیا ہے، جو ان قوموں کے مزاج، معتقدات وروایات سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔

اپنے کو پالیجئے

آپ اپنی اور اپنی قوموں کی صلاحیتوں سے آشنا بنئے، خود اپنی ہستی، اپنی ترقی اور فتوحات کے عظیم اور وسیع امکانات کا انکشاف کیجئے، اور اپنی نامعلوم نئی دنیا کو دریافت کر کے ایک انقلاب پیدا کیجئے۔

آپ مجھے یا میری باتیں سمجھیں یا نہ سمجھیں اپنے کو سمجھنے کی کوشش کیجئے اور اپنے کو پالیجئے۔

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

www.abulhasanalinadwi.org

موجودہ دور کے بے چین ذہنوں
کو
مطمئن کرنا علماء کی سب سے بڑی
ذمہ داری ہے

مفکرِ اسلام حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ فکر انگیز، چشم کشا اور رہنما تقریر دار العلوم ندوۃ العلماء کے طلبہ واساتذہ کی ایک بڑی تعداد کی موجودگی میں ہوئی تھی، اس تقریر کی حیثیت اپنے گھر کے جائزہ، اور محاسبہ ہی کی نہیں، بلکہ یہ ایک تاریخی اور ابدی حقیقت ہے، جس کا اندازہ اس تقریر کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے سے ہوتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجودہ دَور کے بے چین ذہنوں کو مطمئن کرنا علماء کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے

میرے عزیزو!

دنیا کی تاریخ کا بہت بڑا حصہ محفوظ ہے اور قابل اعتبار ہے، لیکن اس محفوظ تاریخ سے بھی بہت پہلے کی جو تاریخ محفوظ نہیں ہے اور قابل اعتبار بھی نہیں، اگر وہ تاریخ محفوظ ہوتی اور اس میں نبوتوں کی تاریخ کو محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا یا سب آسمانی صحیفے جو اپنے وقت پر نازل ہوئے وہ سب بے کم وکاست محفوظ ہوتے ان صحیفوں کے نزول کا پس منظر اور ان کے حاملین نے صحیفوں کی روشنی اور ان کی مدد سے اپنے زمانہ کی انسانی نسلوں کو خدا سے جس طرح مربوط کیا، انھیں دین سے آشنا کر کے صحیح زندگی پر لگایا، اگر یہ محفوظ ہوتا تو یہ ثابت کیا جاسکتا تھا کہ ہر زمانہ میں

مبعوث ہونے والے نبی، اس کی نبوت اس کے پیغام، دائرہ کار، اس کی ذمے داریوں اور اس زمانہ کی ضرورتوں اور نسل انسانی کی کمزوریوں، طرز فکر اور ان کی زندگی کے ان مراتب میں جس کے ذریعہ سے علمی و عملی، اعتقادی واخلاقی بے راہ روی اور ضلالت داخل ہوتی تھی۔ خاص ربط و مناسبت تھی۔ ہمارے پاس اس وقت جو محفوظ اور قابل اعتماد تاریخی ذخیرہ اور ریکارڈ ہے۔ اور قرآن مجید سے ہمیں جو رہنمائی اور اشارے ملتے ہیں، اس سے ہمارے اس دعوے کی تائید و تصدیق ہوتی ہے اور اس کے چند نمونے ہمارے سامنے آتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس زمانہ میں مبعوث ہوئے، اس زمانہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس وقت کی پوری انسانیت توحید کے مفہوم سے نا آشنا ہو گئی تھی۔ اور پست ترین بت پرستی میں مبتلا تھی۔ شرف انسانی اور مساوات انسانی کا تخیل لوگوں کے ذہن سے بالکل فراموش ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت و عشق کا عملی تعلق ختم ہو گیا تھا۔ اور فنائیت و وارفتگی، اور اس کو ہر چیز پر ترجیح دینے کا تعلق بھی باقی نہیں رہا تھا۔

عزیزو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت سے جو دور شروع ہوا وہ تقریباً اس وقت تک ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک حد فاصل ہے پچھلے اور بعد کے دور میں۔ اور جیسا کہ میں نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا کہ دنیا میں دو جو متواتر سلسلے ہیں، اگر اس کے لئے عنوان تلاش کریں تو دو عنوان ملتے ہیں، ایک ابراہیمیت کا دوسرے برہمیت۔ میں نے برہمیت میں "نون" کو قصداً شامل نہیں کیا کہ لوگوں کو غلط فہمی ہو گی۔ اور میرا مفہوم محدود ہو جائے گا۔ اور اس کا تعلق کسی خاص ملک و نسل اور خاص طبقہ سے سمجھا جائے گا۔ یہ دو متواتر سلسلے (ابراہیمیت اور برہمیت)

www.abulhasanalinadwi.org

ہزاروں برس سے چل رہے ہیں، ایک میں توحید خالص ہے، جس میں انسانی شرف کا اعادہ اور تجدید ہے، اللہ تعالےٰ کے ساتھ محبت اور فنائیت کا تعلق ہے۔ اسی بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں توحید کا باربار تذکرہ ہے، پورے پورے رکوع خصوصاً سورہ ابراہیم کے آخری رکوع کی آیات میں۔ توحید خالص اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر معمولی تعلق، محبت، عشق، فنائیت، فریفتگی، وارفتگی اور جاں سپاری کا ذکر ہے جس کا ایک ثبوت حضرت ابراہیم کے عزیز فرزند حضرت اسماعیلؑ کے گلے پر چھری پھیرنے سے ملتا ہے۔ اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے بھی فرمائی :۔ يَا اِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذَالِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْن. یہ خصوصیات دین ابراہیمی اور شریعت ابراہیمی کی ہیں۔ یہ مزاج ابراہیمی اور دعوت ابراہیمی کی خصوصیات ہیں۔

اس کے بعد حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السلام کا زمانہ آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ سلطنتوں کی تنظیم اور صنعت انسانی کی ترقی کا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اوصاف میں خاص طور سے ملک سلیماں کا ذکر کیا ہے۔ رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي. اور سَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ. اس کے بعد جنوں کا تذکرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کر دیا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں ان کے لئے لوہے کو نرم کرنے کے سلسلے میں وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دور صنعتوں کی وسعت و پھیلاؤ اور ترقی کا دور ہے، اس کی تنظیم کا دور ہے۔ اس کے بعد ہمارے سامنے یونان کا دور آتا ہے۔ جو فلسفہ مابعد الطبعیات، ریاضیات اور طب کی ترقی کا دور کہلاتا ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور اور ان کی پیدائش عین یونانی علوم کے ارتقاء کے دور میں ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں ہم خاص طور سے دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ مریضوں کو شفا دیتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مسیحائی اور ان کے لئے مائدے کے نزول کا ذکر قرآن میں ملتا ہے۔ معجزات کا کثرت سے ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہوتا ہے۔ غرض کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جو ماحول تھا اس میں اور حضرت عیسیٰؑ کے معجزات میں بڑی مناسبت پائی جاتی تھی، لیکن حکمت الٰہی نے خاتم الانبیاء ﷺ کے لئے جس دور کا انتخاب کیا ہے وہ دور ہے انسانی ترقی کی وسعت وتنوع کا۔ زندگی کی وسعت، لطافت، تنوع، پیچیدگی، انسانی ضروریات کا، اور علوم وفنون سے انسانوں کے خاص شغف کا دور ہے۔ چونکہ آنحضرتؐ خاتم الانبیاء ہیں، اور قیامت تک آپ کی تعلیمات کو باقی رہنا تھا اس لئے انسانی زندگی اور انسانی نسل کو اپنے اندر تمام ودیعت شدہ صلاحیتوں، توانائیوں اور کامیابیوں کا گویا ترکش خالی کردینا تھا اور اس کے لئے اپنے پورے جوہر دکھانے تھے۔ اب اس کے بعد سوائے قیامت کے کوئی دور آنے والا نہیں تھا۔ اس لئے انسان کو اپنی ذہانت، اپنے یافت ودریافت کے امکانات اور وسعتوں کا پورا اظہار کرادینا تھا۔ اس لئے کہ اس کے بعد نہ کوئی نبی آنے والا تھا اور نہ کوئی امت پیدا ہونے والی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید جیسی کتاب آپ کو عطا فرمائی جو ایک طرف تو ادب وبیان کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے، جس کا جواب کوئی انسان نہیں لاسکتا۔ حالانکہ عرب ادب وشاعری کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ دوسری طرف قرآن مجید کے اندر علم کی وسعت کے لئے ایسے امکانات رکھے گئے ہیں اور ایسے اشارے کئے گئے ہیں کہ جب کبھی بھی علم

www.abulhasanalinadwi.org

انسانی کی تحقیقات۔ خواہ کسی میدان کے ہوں۔ اپنی انتہا کو پہونچیں، تو قرآن مجید نہ صرف اس کے امکانات کو ثابت کرتا ہے بلکہ وہ گویا ان کے حقوق کو بتاتا ہے۔ چنانچہ عَلَّمَ الاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ اور رَبِّ زِدْنِی عِلْماً کے ذریعہ علم کی جو عظمت ووسعت اور اس کے لامحدود ہونے کو بیان کیا گیا ہے وہ صرف قرآن مجید میں ملتا ہے، اس کا ایک قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ اس اُمت کا دامن علم سے باندھ دیا گیا ہے، یعنی یہ اُمت علم اور عقل انسانی کے قافلے سے تفکر وتدبر کے کام اور تصنیف وتالیف کے کام سے کبھی بے تعلق نہیں ہو سکتی، یہ تقدیر الٰہی کا فیصلہ تھا کہ اس امت کا سفر، اسکی سرگرمیاں اور اسکا ذوق ورجحان اور اسکی کامیابیاں علم کے دامن سے وابستہ رہیں گی۔

اسکا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ سب سے پہلی وحی جو آپ پر نازل ہوئی اس کی ابتدا اِقْرَاء کے لفظ سے ہوتی ہے، اگر دنیا کے بڑے بڑے عقلاء کو بٹھا کر یہ سوال کیا جائے کہ آسمان کا رشتہ زمین سے پانچ سو برس کے بعد قائم ہونے والا ہے اور انسانوں کو ایک پیغام دیا جانے والا ہے، یہ بتایئے کہ وہ پیغام کس لفظ سے شروع ہو سکتا ہے۔ میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ سب کے ذہن میں مختلف الفاظ آسکتے تھے کوئی کہتا "اپنے آپ کو پہچانو" اس لئے کہ اس وقت الٰہی معرفت ناپید ہو چکی تھی۔ کوئی کہتا "اعبد ربك" اپنے رب کی عبادت کرو۔ کیونکہ صحیح عبادت نہیں ہو رہی تھی۔ کوئی کچھ اور کہتا، شاید کوئی بھی یہ نہ کہتا اِقرا کے لفظ سے وحی شروع ہوگی۔ اس لئے کہ جس پر وحی نازل ہو رہی تھی وہ امی تھا۔ جس امت میں وہ مبعوث ہوئے تھے وہ امی تھی۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ. جس کو یہودی امی کہتے تھے اور جس ملک میں اس کو مبعوث ہونا تھا وہ امی تھا۔ جس

www.abulhasanalinadwi.org

شہر میں وحی نازل ہو رہی تھی ڈھونڈنے سے شاید سارے مکہ میں دو چار قلم مل سکتے ہوں، پڑھے لکھے انسانوں کے لئے دنیا میں بہت سے لفظ ہیں، عرب کاتب کا لفظ بولا کرتے تھے، گویا سب سے بڑا امتیاز جو اس ملک کا سمجھا جاتا تھا وہ قلم سے کام لینا تھا۔ وہاں تحریر سب سے زیادہ مشکل چیز سمجھی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے اندر علم کو قبول کرنے اور اس کے تقاضوں کے پورا کرنے کی جو غیر معمولی صلاحیت رکھی ہے اور اس امت اور علم کے درمیان جو رشتہ اس نے رکھا ہے اسے ہم مقناطیس سے تعبیر کر سکتے ہیں، اسی لئے ہر دور میں اس امت کا علم سے رشتہ باقی رہا ہے اور اس نے ہر دور میں نئے نئے شہسواروں، نئے نئے ماہرین فن اور جینیس انسانوں کو یہ امت پیدا کرتی رہی ہے اور اس میدان میں کامیابی حاصل کرنے کا موقع دیتی رہی ہے، اگر کوئی ایسا انقلاب نہیں آتا جس میں صلاحیتیں بالکل مسخ ہو جائیں اور انسانی ذہن معطل ہو کر رہ جائے اور کام کرنا چھوڑ دے، جب تک علم کا سفر جاری رہے گا مسائل پیدا ہوتے رہیں گے، خواہ ان کا تعلق تمدنی، علمی، معاشرتی اور سائنس اور اقتصادی امور ہی سے ہو۔ مذہب کی روشنی میں ان مسائل کو برابر حل کیا جاتا رہے گا۔ مثال میں صحابہ کرام، ائمہ اربعہ اور امت کے دیگر ائمہ مجتہدین کو ہم پیش کر سکتے ہیں۔ اور یہ محض اتفاقی بات نہیں کہی جا سکتی۔ صحابہؓ کرام میں ایسے ذہین اور جینیس انسان تھے جنھوں نے روم و ایران جیسی ترقی یافتہ تہذیب و تمدن کا مقابلہ کرنے میں ایسی صلاحیت کا ثبوت دیا۔ جس کی نظیر کوئی دوسرا مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ائمہ اربعہ امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل جیسے جینیس قانون ساز تھے کہ انہوں نے زندگی اور دین کے رہنما اصولوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنے میں ایسی غیر معمولی صلاحیت

www.abulhasanalinadwi.org

کا ثبوت دیا کہ اس پورے عہد میں یہ صلاحیت نہ رومیوں میں تھی، نہ ایرانیوں اور نہ یونانیوں میں تھی، نہ کسی اور قوم میں۔ یہ لوگ اپنے زمانہ کے جینیس ترین انسان تھے اور ان کے کارنامے صدیوں پر محیط ہیں۔ ان کے کارناموں کی صحیح عظمت واہمیت اور قدر وقیمت کا اندازہ آج آسانی سے نہیں لگایا جا سکتا ہے۔ کوئی شخص یہ اندازہ نہیں کر سکتا کہ جب یونانی علوم عربی میں منتقل ہوئے تو علمی حلقوں پر کتنا غیر معمولی سحر تھا۔ اور کس طرح لوگ ان کے سامنے مبہوت اور ششدر رہتے تھے۔ اور کس طرح فیشن کے طور پر لوگ باتیں کرنا اور ان کی نقل کرنا فخر واعزاز سمجھتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ امام ابو الحسن اشعری، سیدنا عبد القادر جیلانی، امام غزالی، مولانا جلال الدین رومی، شیخ معین الدین چشتی، نظام الدین اولیا، خواجہ بہاؤ الدین، امام ابن تیمیہ، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ دہلوی اور دیگر جینیس شخصیتوں کو اپنے اپنے وقت پر پیدا کیا۔ جنھوں نے زمانہ کا رخ پھیر دیا۔ خطرات کا انھوں نے پوری جرأت سے مقابلہ کیا۔ نوجوان نسلوں کے دل ودماغ کو شکوک وشبہات سے پاک کر کے ایمان ویقین کی بنیادیں از سر نو فراہم کیں۔ بالکل یہی مرعوبیت ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزی تہذیب اور جدید سائنس کے بارے میں تھی اور کس طرح لوگ یورپ کی سائنس اور ٹکنالوجی پر ایمان لاتے تھے۔ اور اس سے ایسے مبہوت ہوتے تھے کہ اگرچہ دین کا صاف انکار نہیں کرتے تھے، لیکن کشمکش میں ضرور مبتلا ہو گئے تھے۔ اس زمانہ کے راسخ العقیدہ خاندانوں کے مشائخ اور صالحین کا حال یہ تھا کہ اگر ان کے والدین کی سرپرستی اور بزرگوں کی صحبت ان کو نہ ملی ہوتی اور ان کے آغوش میں انھوں نے تربیت حاصل نہ کی ہوتی، تو ذہنی واعتقادی ارتداد عام ہوتا اور پورا ہندستان اس کا شکار ہو جاتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور اگر اللہ تبارک وتعالیٰ عین وقت پر دستگیری نہ فرماتا تو نہ معلوم اس ملک کے مسلمانوں کا کیا حال ہوتا۔ اور یہ صرف ہندستان کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جب بھی اسلامی تاریخ کے طویل دور میں اس طرح کے حالات پیش آئے تو اللہ تعالیٰ نے ہر وقت ایسے افراد پیدا کئے جنھوں نے اس امت کا رشتہ دین سے باقی رکھا اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہنا چاہئے۔

ہمارا یہ فرض ہے کہ اس مہم کو جاری رکھیں۔ ہم یہ بات آپنے عزیز طلبہ سے کہنا چاہتے ہیں کہ کسی جماعت میں کسی بڑے عالم ومصنف کا اور مفکر کا پیدا ہو جانا کافی نہیں ہوتا۔ اور ے یہاں تک کہ ادیان ومذاہب بھی تاریخ سے نہیں چلتے بلکہ وہ تحریک اور تسلسل سے چلتے ہیں۔ وہ اپنی افادیت اور صلاحیت ثابت کرنے سے چلتے ہیں، کوئی دینی تحریک کوئی بڑا مفکر پیدا کردے، بلند قامت اور دیو پیکر مصنف پیدا کردے، تنہا یہ کافی نہیں ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جب کبھی اپنی جماعت کے کارناموں پر فخر کرنے کی کمزوری پیدا ہو جائے تو پھر قوائے فکریہ میں تعطل ہو جاتا ہے اور اضمحلال پیدا ہونے لگتا ہے۔ ایک عرب شاعر نے بڑے لطیف انداز میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ :۔

ألهى بنى تغلب من كل مكرمة

قصيدة قالها عمرو بن كلثوم

بنو تغلب کو ہر قسم کے مردانہ کارناموں اور کسی بڑی فتح کے حاصل کرنے اور کسی بڑے اقدام سے صرف ایک بات نے روک رکھا ہے وہ یہ کہ یہ لوگ صرف عمرو بن کلثوم کا قصیدہ پڑھتے اور سر دھنتے رہتے ہیں۔ یہ مرض جماعتوں میں بھی پیدا

www.abulhasanalinadwi.org

ہوتا ہے اور اداروں میں بھی کہ وہ جماعتیں ان کے لئے سرمایہ فخر، بانی جماعت یا اس جماعت کے کسی نامور فرد کی تصنیفات، تحقیقات اور اس کی ذہنی بلندی ان کے لئے سرمایہ فخر بن جاتی ہے۔ لیکن اس سے کام نہیں چلتا، جماعت ہو، کوئی ادارہ ہو یا مدرسہ، بلکہ میں اس سے باہر نکل کر کہتا ہوں کہ امت اسلامیہ کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے اپنے دور میں غزالی، ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ کو پیدا کیا، اور ہم نے فلاں فلاں شہر بسائے، سمرقند و بخارا اور غرناطہ، اشبیلیہ اور دہلی ہم نے بسائے۔ بلکہ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر دور میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہیں اور اپنے اپنے دور کی ذہنی واعتقادی بے چینیوں کا جائزہ لیتے رہیں۔ ان کے اسباب و محرکات تلاش کریں دینی حقائق اور اصول و تعلیمات اور زندگی کے واقعات اور زندگی کے عملی مسائل کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کریں، ہر دور میں اسلامی قانون کی برتری کو ثابت کریں۔ علامہ اقبال نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ اس دور کا سب سے بڑا اجہاد وہ ہے جو اسلامی قوانین کی برتری دوسرے قوانین کے مقابلہ ثابت کرے، علامہ اقبال نے جو بات آج سے ساٹھ برس پہلے کہی تھی وہ آج کے زمانہ میں ایک عملی حقیقت بن گئی ہے۔

آج ہمارے سامنے جو سب سے بڑا چیلنج ہے اور ہم لوگ اس کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اسلامی شریعت خصوصاً عائلی قوانین کی معقولیت، افراد اور خاندانوں کے حقوق کی ضمانت کے لئے اس کا سب سے بہتر ہونا ثابت کریں۔

ہم اپنے عزیز طلباء سے یہ کہیں گے کہ وہ مطالعہ، محنت سے علوم پر ماہرانہ دسترس حاصل کریں پھر جدید مسائل سے واقف ہوں اور ان کا دین کی روشنی میں

www.abulhasanalinadwi.org

حل پیش کریں۔ دینی علوم میں اتقان وگہرائی اور جدید علوم سے واقفیت اور اس کے بارے میں لچک اور نرمی کا موقف ان دونوں کو جمع کرنا ضروری ہے۔

ندوۃ العلماء کو فخر ہے کہ اس کا انتساب مولانا سید علی مونگیری جیسے بالغ نظر اور روشن ضمیر اور سیرۃ النبی کے مصنف علامہ شبلی جیسے متکلم وقت، مؤرخ زمانہ اور سیرت نگار یگانہ اور ادیب سے ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آج تک علمی ودینی مسائل پر قلم اٹھانے اور ان کو سنجیدہ و موثر طریقہ سے پیش کرنے اور ذہن نشین کرنے کے لئے کم سے کم میرے علم میں علامہ شبلی کے اسلوب سے بہتر کوئی اور اسلوب نہیں۔ ان ہی کے نقش پر سید سلیمان ندوی، عبد السلام ندوی اور دوسرے تربیت یافتہ حضرات ہوئے۔ جنہوں نے اپنے اپنے وقت پر اس سلسلہ کو جاری رکھا، لیکن یہ تنہا کافی نہیں اور آپ جب الاصلاح کا جلسہ کریں تو مجبور ہوں کہ ان ہی حضرات کا نام لیں۔ اور اس فہرست میں اضافہ نہ ہو۔ یہ اس ادارہ کے زوال اور اضمحلال کی دلیل ہے۔ اور پوری امت کے لئے خطرہ ہے۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ کسی دائرے میں اس معیار کے لوگ پیدا نہیں ہو رہے ہیں۔ جو مطلوب ہیں۔ بعض پڑوسی اسلامی ملکوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں بھی یہ دیکھ کر صدمہ ہوا کہ وہاں بھی اب ایسی علمی وفکری قیادت موجود نہیں، جو اس نوجوان نسل کی تشفی کا سامان فراہم کرسکے جو براہ راست یورپ سے پڑھکر آرہی ہے۔ کوئی ایسا رسالہ نہیں جس میں جدید تمدنی مسائل کا دین کی روشنی میں حل پیش کیا جاتا ہو۔ زبان وعلم اور تحقیق کا معیار گر گیا ہے۔ ہر رسالہ اپنی جماعت اپنے مسلک اور اپنے مخصوص سلسلہ کے بارے میں مضامین شائع کرتا ہے۔ اگر کوئی تنظیم یا جماعت ہے تو وہ موجودہ حکومت سے

www.abulhasanalinadwi.org

بے اطمینانی ظاہر کرنے اور محدود جماعتی وگروہی اور سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لئے تگ ودو کر رہی ہے۔ یہ صورت حال بڑی خطرناک ہے کہ علماء جن کا کام ہی یہ تھا کہ نوجوان نسلوں کا اعتماد اسلام پر بحال کریں۔

اسلام کی حقانیت اور اسکی ابدیت وصلاحیت کو ثابت کریں اور زندگی کے تمام مسائل میں اس کی افادیت کو ثابت کریں۔ وہ ذاتی وسیاسی مفاد میں الجھ جائیں۔ اگر اس امت میں بڑے بڑے صالحین اور اتقیاء اور دین پر جان دینے والے موجود ہوں جب بھی یہ ضرورت باقی رہے گی۔

ترکی کے المیہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ علماء نے اس دور کے تقاضوں اور نئی نسل کی بے چینی کو رفع کرنے اور اسلام کو سیاسی، فکری، اجتماعی مسئلہ، انتظامی اور قائدانہ حیثیت سے اس کی برتری ثابت کرنے کی صلاحیت کا ثبوت نہیں دیا۔ جس کی وجہ سے ترکی لادینیت کی راہ پر لگ گیا، یہی خطرہ مسلم ممالک کے لئے موجود ہے۔

میرے عزیزو! آپ کا اولین اور بنیادی فرض ہے کہ آپ اس کام کے لئے اپنے کو تیار کریں۔ اور ذہنی وفکری اور علمی قیادت کے خلاء کو پیدا نہ ہونے دیں اور نہ معلوم یہ مرحلہ کب آجائے، یہ مرحلہ اگرچہ ہر وقت موجود ہے یہ بات جب ہوگی جب آپ پوری محنت کریں، ماہر اساتذہ سے علوم حاصل کریں، ان میں مہارت اور دسترس پیدا کریں، پورے شوق واحترام سے یہ علوم حاصل کریں۔ پھر ایک ایک موضوع کا انتخاب کریں۔ پہلے اجمالی طور پر پھر تفصیلی طور پر مطالعہ کریں۔ علامہ شبلی اور مولانا سید سلیمان ندویؒ کی مسند زیادہ دنوں تک خالی نہ رہنا چاہئے، اسکو آپ کو پُر کرنا ہے۔ بغیر کسی تخصیص کے میں کہتا ہوں کہ سب سے پہلے

آپ کا فرض ہے کہ سب سے پہلے جدید علم کلام، تمدنی مسائل اور نظام تعلیم کی اصلاح وترقی اور علماء کے باہمی اختلافات کو رفع کرنے کو لیں۔ سب سے پہلے اس کا خیال ندوۃ العلماء کے بانیوں ہی کے ذہن میں آیا تھا۔ اس لئے آپ کو حق شفعہ حاصل ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ زمانہ کے حالات سے واقفیت پیدا کریں۔ علوم اسلامیہ پر آپ کی نظر گہری ہو۔ مگر ان کو پیش کرنے کے لئے علامہ شبلی کی زبان اور طرز تحریر، سید سلیمان ندوی کی وسعت معلومات اور سنجیدگی، مولانا عبد السلام اور دوسرے فرزندان ندوہ کی ادبیت، اس کے ساتھ مولانا مسعود عالم ندوی اور مولانا ناظم ندوی کی عربیت اور عربی زبان پر قدرت کہ مشرق ومغرب میں عربی زبان ہی سے آپ کا واسطہ پڑے گا۔ آپ اس خلاء کو پُر کرنے کی کوشش کریں اور اس علمی وفکری اور دعوتی تسلسل کو باقی رکھنے کی کوشش کریں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

خدا کی بستی دوکان نہیں ہے

یہ تقریر ۲۷ر جولائی ۱۹۷۸ء کو محکمۂ اوقاف کے صدر دفتر لاہور میں علماء وکلاء اور دانشوروں کے سامنے اس استقبالیہ میں کی گئی جو محکمۂ اوقاف نے مقرر کو دیا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خُدا کی بستی دوکان نہیں ہے

بعد حمد و صلوٰۃ :۔

یہ دنیا ایک مقدس وقف ہے

حضرات علماء کرام، کارکنانِ محکمہ اوقاف وحاضرینِ مجلس!

میں محکمہ اوقاف کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے یہاں دعوت دے کر میری عزت افزائی کی، مجھے جب یہ دعوت ملی تو میں یہ سمجھا کہ ایک محدود تعداد میں وہ حضرات ہوں گے جن کا محکمہ اوقاف سے ذمہ دارانہ تعلق ہے، ان سے تعارف ہوگا اور میں محکمہ اوقاف کی کارگزاری یا اس کی سرگرمی کے جو میدان ہیں اس سے واقفیت حاصل کر کے مسرّت حاصل کروں گا اور اپنی معلومات میں اضافہ کروں گا، لیکن جب یہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ آج اس تقریب اور اس اجتماع کا موضوع ہے **''موجودہ دنیا میں اسلام کی ضرورت''** میں سوچتا رہا کہ اس موضوع سے اس قابلِ قدر محکمے کا کیا تعلق ہے؟ لیکن میں نے فوراً ہی اس تعلق کا انکشاف کر لیا کہ حقیقت میں ہماری یہ دنیا بھی ایک مقدس وقف ہے، اور اس کے متولی بھی حقیقت میں وہی لوگ ہو سکتے ہیں، جو اس وقف کے مقصد سے واقف ہوں اور واقف کے مقاصد ومنشا سے ان کو نہ صرف دلچسپی ہو بلکہ وہ اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

وفادار بھی ہوں۔

اس وقت دنیا کا حال یہ ہے کہ دنیا ایک ایسا مظلوم وقف ہے جس کے متولی اس کے مقاصد سے بالکل ناآشنا ہیں، بلکہ اس میں بھی میں نے بڑی احتیاط برتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ وقف ، کے مقصد ومنشاء کے مخالف ہیں، اور ابھی تک وہ یہ بھی دریافت نہیں کر سکے کہ اس عالمِ انسانی اور اس کائنات کا واقف ہے کون؟ آپ حضرات کو خوب معلوم ہے اور عملی تجربہ ہے کہ سب سے پہلے تو واقف کا علم ہونا چاہئے، پھر واقف کا مقصد ومنشاء معلوم ہونا چاہئے، پھر یہ جذبہ پیدا ہونا چاہئے کہ ہم اس کے امین ہیں، قرآن مجید میں اس ''تولیت'' کے لئے مختلف الفاظ آئے ہیں، مثلاً ایک جگہ بہت واضح طریقہ پر فرمایا ''وأنفقوا ممّا جعلكم مستخلفين فيه'' یہ استخلاف بھی ایک طرح کی تولیت ہے کہ خالقِ کائنات نے اس زمین کو پیدا کیا اور اس پر انسان کو بسایا، نسلِ انسانی کو پیدا کیا اور فرمایا ''هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعاً'' یہ کہا کہ تم اصالۃً اس کے مالک نہیں ہو، بلکہ ہمارے خلیفہ کی حیثیت سے ہمارے منشا کے مطابق اس کا انتظام کرنے کے مکلّف وذمہ دار ہو، چھوٹے سے چھوٹے وقف کے لئے بھی قانون بنا ہوا ہے، اور اس کے بھی ضابطے ہیں، اور میں جس جگہ سے اپنی یہ معروضات پیش کر رہا ہوں یہ اس کا ایک مرکزی مقام ہے، جس کی بنیاد اس پر ہے کہ ان اوقاف کی حفاظت کی جائے اور میں پوری توقع کرتا ہوں کہ آپ اس کے امین ثابت ہو رہے ہوں گے، لیکن یہ بدقسمت سرزمین اور یہ مظلوم وسنیع ترین وقف جس کی کوئی نظیر اوقاف کی تاریخ میں نہیں مل سکتی (اس لئے کہ اوقاف کی تاریخ تو بہت بعد کی ہے) خدا نے یہ کرۂ ارض، یہ سیارہ ایک وقف کی حیثیت سے بہت پہلے پیدا کیا تھا، اور انبیاء علیہم السلام کو ان کی

www.abulhasanalinadwi.org

اُمتوں کو اور ان کے جانشینوں کو اس کا متولی بنایا تھا، یہ بھی ایک محکمہ او قاف تھا، اور اس کے بعد آخری طور پر سید الانبیاء خاتم النبیین، اشرف المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ فداہ ارواحنا ونفوسنا کو اور ان کی اُمت کو آخری طور پر اس کا متولّی بنایا گیا۔

اُمّت خود رَو کھیتی اور جنگلی گھاس نہیں

آنحضرت ﷺ کی بعثت کی خصوصیت ہے کہ اور انبیاء علیہم السلّام کی بعثت منفرد بعثت ہوتی تھی، ان کی ذات کی بعثت ہوتی تھی، لیکن آپ کی بعثت کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کے ساتھ ایک امت بھی مبعوث کی گئی یعنی وہ اُمت خودرو کھیتی اور کوئی جنگلی گھاس نہیں ہے، حشرات الارض کا کوئی مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس کے لئے قرآن مجید میں، سنتِ نبوی میں، احادیث صحیحہ میں جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، وہ ذمہ داری کے الفاظ ہیں، اور انتہائی ذمہ داری کا اظہار ان الفاظ سے ہوتا ہے، چنانچہ فرمایا:۔

كنتم خير اُمّةٍ اُخرجت للنّاس. (مومنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو۔

"اُخرجت "کا لفظ بتاتا ہے کہ کہ یہ اُمت کسی مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے، انسانیت کی حفاظت اور فاطرِ کائنات کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے اور حدیث میں اس سے بھی زیادہ واضح اور صریح الفاظ ہیں کہ فرمایا:۔

"اِنما بعثتم مُیسرین ولم تبعثوا مُعسرین "اس میں بعثت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ تم بھیجے گئے ہو، تمہیں مقرر کیا گیا ہے، تمہیں نامزد اور نصب کیا گیا ہے، اور تمہاری ڈیوٹی لگائی گئی ہے، اور "مُیسّرین "سہولت پیدا کرنے والے کی

www.abulhasanalinadwi.org

حیثیت سے، مشکلات پیدا کرنے والے کی حیثیت سے نہیں، اگر ایک چھوٹے سے چھوٹا وقف ضائع ہو رہا ہو تو حکومت اس کی ذمہ دار ہوتی ہے، حکومت اس کی مدّعی بن جاتی ہے، وقف کی حفاظت کے لئے خواہ وہ مسجد کی شکل میں ہو چاہے یتیم خانہ کی شکل میں، خواہ کسی جائیداد کی شکل میں ہو، حکومت اپنے پورے اختیارات سے اور تمام وسائل سے کام لیتی ہے، اور آپ کو دن رات ان واقعات سے واسطہ پڑتا ہے۔

خدا کی بستی دکان نہیں ہے

لیکن کیسی قابلِ رحم حالت ہے اس وقف کی جس کے متولّی غلط تصرّف کر رہے ہیں، بلکہ اس کے مالک بن بیٹھے ہیں، اور مالک بننے کے باوجود اس کے ساتھ دشمنوں کا سا سلوک کر رہے ہیں، قبرستانوں کا جیسا سلوک کر رہے ہیں، کسی قبرستان کا وہ حشر نہیں ہوگا جو اس معمورۂ جہاں کا حشر ہوا، اس آبادی کو ویرانہ اور قبرستان بنا دیا گیا، بقول اقبالؔ ۔

"جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

ایک دوسرے عظیم شاعر نے اہلِ یورپ کو خطاب کر کے کہا تھا۔ ع

"خدا کی بستی دُکاں نہیں ہے"

آپ کسی مسجد کو قمار خانہ بنتا نہیں دیکھ سکتے، لیکن وہ سرزمین جس کے متعلق کہا گیا تھا "جعلت لی الارض مسجداً وطهوراً" میرے لئے پوری زمین مسجد بنا دی گئی ہے، اس مسجد کو فرنگیوں نے قمار خانہ بنا دیا۔

میں سمجھا کہ یہ موضوع مقرر کرنے والوں نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا ہے، اور اس وقف سے اس بڑے وقف کی طرف توجہ دلائی ہے، یہ آپ کے

www.abulhasanalinadwi.org

موضوع سے بالکل غیر متعلق نہیں ہے، آپ اس دنیا کی حالت پر نظر ڈالیں اور دیکھیں اس دنیا کے ساتھ کیا سلوک کیا جارہا ہے، جن کو تعمیر کا کام کرنا چاہیے تھا، تخریب کا کام کر رہے ہیں، جن کو اسے امانت سمجھنا چاہیے تھا وہ اسکو ذاتی ملکیت نہیں بلکہ میراث سمجھ رہے ہیں، جن کو اس میں اس کی ضروریات اور وہاں رہنے والوں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے تھا، وہ ان کے جذبات اور ان کی ضروریات کے کھنڈر پر یا ان کے مقبروں پر اپنی عیش گاہیں تعمیر کر رہے ہیں، اس وقت دنیا کی صورت کیا ہے؟ کسی وقف کا وہ بُرا حال کبھی نہیں ہوا ہوگا، جو اس وقت اس عظیم بلکہ وقفِ اعظم کا ان لوگوں نے کر دیا ہے، جو اس کے متولی بن بیٹھے ہیں، جو متولی نہیں بنائے گئے، غاصب ہیں، انھوں نے اس دنیا کی قبریں کھودنی شروع کر دیں اور پرانی قبریں ہی نہیں نئی قبریں بنانی شروع کیں اور افراد کی نہیں بلکہ قوموں اور ملکوں کی قبریں کھودنی شروع کر دی ہیں، اب تو معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ انسانیت کی قبریں کھودی جارہی ہیں، یہ سازش ہے، انسانیت کے خلاف، یہ سازش ہے اخلاق کے خلاف، یہ سازش ہے بقول اقبالؔ دین ومروت کے خلاف، یہ سازش ہے، انسان کے مستقبل کے خلاف، بلکہ اب تو ڈر یہ ہے کہ انسان کے حال کے خلاف بھی سازش ہے، یہ وقف اس بری طرح ضائع ہو رہا ہے کہ دنیا کے ہر انسان کو اس پر آنسو بہانا چاہیے اور ہر انسان کو نالشی بن جانا چاہیے۔

اسلام کی عدالت قائم کیجئے

اس وقف کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جارہا ہے، اس کے خلاف پوری بنی نوعِ انسان کو اور پورے افرادِ بشر کو مدّعی ہونا چاہیے، لیکن کس عدالت میں یہ مقدمہ دائر کیا جائے؟ کیا اقوام متحدہ کی عدالت میں یہ مقدمہ دائر ہو سکتا ہے؟ آپ

www.abulhasanalinadwi.org

کا ذاتی مقدمہ ابتدائی عدالتوں سے لے کر چیف جسٹس کی عدالت یا ہائی کورٹ میں جائے گا، سپریم کورٹ میں جائے گا، لیکن یہ انسانی کنبہ جس کے خلاف یہ عالمگیر سازش کی گئی ہے، اور جسے خاک و خون میں ملایا جارہا ہے، اس کے خلاف کس کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا جائے؟ اور اس وقف کو کیسے بحال کیا جائے گا؟ قانون دانوں سے پوچھئے، اور انسانیت کے بہی خواہوں سے پوچھئے کہ کس عدالت میں یہ مقدمہ دائر کیا جائے، مشکل یہ ہے کہ مدّعا علیہ ہی جج ہے، اس مقدمہ کا کیا حشر ہوگا جس کا جج خود مدعا علیہ ہے؟ اسی کے خلاف ہم مقدمہ دائر کرنا چاہتے ہیں، اور اسی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر رہے ہیں، اس مقدمہ کا کیا فیصلہ ہوگا؟ اس لئے اصل ضرورت یہ ہے کہ وہ عدالت قائم ہو جائے جہاں یہ مقدمہ دائر کیا جاسکے، وہ عدالت اس وقت دنیا میں موجود نہیں، وہ طاقت موجود نہیں جو اس مقدمہ کا فیصلہ کرے، اس میں دو صفتیں ہونی چاہئیں، ایک صفتِ عدالت، ایک طاقت، اگر آپ کسی دانشور کے سامنے، کسی انسانیت کے بہی خواہ کے سامنے مقدمہ لے جائیں تو وہ اپنا فیصلہ تو صادر کر دے گا، لیکن اس کو تنفیذ کے اختیارات نہیں آج کوئی مسلمان ملک اس پوزیشن میں نہیں جو انسانیت کی دادرسی کر سکے، بلکہ اپنے ملک پر جو ظلم اور خطرہ درپیش ہے، اس کو دور کر سکے، اس وقت المیہ یہ ہے پورے عالم انسانی کا کہ اس مقدس امانت میں جو ایک وقف کی حیثیت رکھتی تھی، خیانت کی جارہی ہے، اور دنیا میں خیانت کی کوئی ایسی مثال ہمیں نہیں ملتی، اس مقدس امانت میں خیانت کی جارہی ہے، یہاں کی ہر چیز کو شیر مادر سمجھ لیا گیا ہے، جس کی لاٹھی اس کی بھینس اور جنگل کا قانون دنیا میں نافذ ہے، اس مقدس وقف کو جس کو خدا نے اہتمام کے ساتھ بنایا، قرآن مجید میں، صحفِ سماوی میں اس کا بار بار اللہ نے

www.abulhasanalinadwi.org

ذکر کیا ہے، اس کا ایک مرتبہ کہہ دینا کافی تھا، لیکن تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ ہم نے زمین اس طرح بنائی پھیلائی، اس طرح زمین بچھائی، آسمان کا شامیانہ نصب کیا، سورج کو اس کے لئے قندیل بنایا اور چاند کو اس کے ٹھنڈک اور روشنی کا ذریعہ بنایا، کھیتیاں اگائیں، اس پر باغات لگائے، اس میں چشمے بنائے، یہ سب کیوں کیا جاتا ہے؟ تاکہ آپ کو اس وقف کی عظمت معلوم ہو، آپ کو اگر بتایا جائے کہ کسی کاغذ میں یہ اندراج ہے کہ یہ وقف ایسے عظیم مقاصد کے لئے کیا جارہا ہے، اور اس وقف میں اس بات کی صلاحیت ہے، اس کا رقبہ اتنا بڑا ہے، اس میں اتنی عمارتیں موجود ہیں، اس میں ایک عظیم کتب خانہ ہے تو آپ کو اس کی اہمیت کا احساس ہوگا، خدا نے زمین کو بنانے کے سلسلے میں جو تفصیلات بیان کیں اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس وقف کی عظمت اور اہمیت کو سمجھیں، لیکن آج دنیا کا حال کیا ہے؟ یا تو کہیں صریح تخریب کا عمل جاری ہے، کہیں یہ حالت ہے کہ وسائل ہیں، لیکن مقاصد نہیں، سب کیا جاسکتا ہے، لیکن جن کے ہاتھ میں یہ وسائل ہیں، وہ نہیں جانتے کہ ان کو کس طرح استعمال کریں؟ ان سے انسانیت کی فلاح میں کس طرح کام لیں؟ انسانیت کے دکھ درد کو ان سے دور کریں، انسان کو انسان سے ملائیں انسان کے دل سے عداوت اور کینے کا مادّہ نکالیں اور محبت و اعتماد کو اس کی جگہ قائم کریں، انسان کو انسان کی مدد کے قابل بنائیں، ان کے پاس یہ مقاصد نہیں ہیں۔

مسیحیت اور یہودیت رہنمائی سے قاصر ہیں

یہ مقاصد صرف انبیاءعلیہم السلام کے ذریعے حاصل ہوسکتے تھے، اور سوائے اسلام کے ہر مذہب کا دامن ان سے خالی ہو چکا ہے، اور مسیحیت کا دامن تو

www.abulhasanalinadwi.org

ایسا خالی ہوا کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے، خالی ہی نہیں بلکہ اس نے اپنے دامن کو جھٹک دیا ہے، اور اس میں کچھ تھا اس کو دور پھینک دیا ہے، مسیحیت آج اپنی قوموں کی (جنھوں نے اس کو قبول کیا ہے، اور اس کی حلقہ بگوش ہیں) رہنمائی سے بالکل قاصر ہے، مسیحیت ان کی رہنمائی کرے، ان کی بے اعتدالیوں پر کوئی قدغن لگائے اور زندگی کی مشکلات میں ان کی عقدہ کشائی کرے، اس سب سے عاجز ہے، اس لئے کہ موجودہ مسیحیت وہ مسیحیت نہیں ہے جو سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے ذریعہ پہنچی ہے، یہ سینٹ پال کی مسیحیت ہے جو یورپ میں آکر مسخ ہو گئی، یہودیت کا جہاں تک معاملہ ہے، وہ اس سے پہلے بگڑ چکی تھی، وہ چند رسموں کا نام ہے، نسل پرستی کا نام ہے، وہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے گرد گھومتی ہے، اس کو دنیا کی کسی نوع، خاندان، کنبے سے کوئی دلچسپی نہیں، بلکہ وہ اس پوری نسلِ انسانی کی تخریب ان کے اخلاق کو بگاڑنے کا منصوبہ رکھتی ہے، وہ صاف کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم دنیا کی تمام قوموں میں بد اخلاقی، انتشار، انار کی پیدا کریں، ان کو دماغی اعتبار سے، روحانی حیثیت سے، اخلاقی حیثیت سے دیوالیہ بنادیں تاکہ وہ ہمارے ہاتھوں شطرنج کے مہرے کی طرح کام کریں، ہم ساری دنیا کو اس طرح ذلیل کردیں اور قوموں کو اتنا کمزور کردیں کہ وہ ہمارے قدموں پر آکر گر جائیں، یہ یہودیت ہے۔

اب اسلام رہ جاتا ہے جو زندگی میں رہنمائی کر سکتا ہے، موجودہ دنیا کو اسلام کی اس لئے ضرورت ہے کہ اخلاق برباد ہو رہا ہے، انھوں نے کاش کہ دنیا کو یتیم خانہ ہی سمجھا ہوتا، یتیموں کی طرح قوموں کے ساتھ سلوک کرتے، اس کو یتیم خانہ نہیں، قمار خانہ بنادیا ہے، ہم اس پوزیشن پر بہت خوش ہوتے کہ دنیا میں قوموں کو یتیم سمجھ لیا جاتا، یورپ اس پر راضی ہوتا کہ سب یتیم ہیں، اور ساری دنیا

www.abulhasanalinadwi.org

ایک یتیم خانہ ہے، اس کے ساتھ ہمدردی، غمگساری ہونی چاہئے، یہ بھی بہت غنیمت تھا۔

یہ دنیا شکار گاہ بنی ہوئی ہے

لیکن نہیں یتیم خانہ بھی نہیں، یہ دنیا شکار گاہ بنی ہوئی ہے شکاری نکلتے ہیں، ہتھیار لے کر اور قوموں کا شکار کھیلتے چلے جاتے ہیں، قوموں کو پامال کرتے چلے جاتے ہیں، آج جو بڑی طاقتیں ہیں، ان کے نزدیک مشرقی اقوام کی قیمت، مسلم ممالک کی قیمت اتنی ہے کہ وہاں سے کچا مال (RAW MATERIAL) ان کو ملے، پٹرول ان کو پہنچتا رہے، اور اگر کوئی جنگ ہو تو یہ ان کے ذریعہ سے اپنے دشمن کا مقابلہ کر سکیں ان کو اپنا سپاہی بنا سکیں، یہ گویا ایندھن ہیں، ان کے باورچی خانہ کا، بس اس کے سوا کوئی قیمت نہیں، آپ یقین مانئے۔ ؎

مرے دیکھے ہوئے ہیں مشرق و مغرب کے میخانے

جس کو اب اہلِ مغرب "**بلاد نامیہ**" (ترقی پذیر ممالک) کہنے لگے ہیں، ورنہ پہلے تو پسماندہ کہتے تھے، پسماندہ اقوام کی قیمت ان کے نزدیک یہ ہے کہ ایک اچھا ایندھن ہے، جب آگ جلانا چاہیں، یہ اپنا مطبخ گرم کرنا چاہیں تو یہ قومیں اور یہ ملک ایندھن مہیا کریں، وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ قوموں کی تقدیر ہمارے ہاتھ میں آئی ہے، انہوں نے انسانوں کے ساتھ جانوروں کا، بلکہ جمادات کا سلوک کر رکھا ہے، اور آج کوئی طاقت نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے، سب اپنی طاقت اور اپنا جوہر کھو چکے ہیں، سب اپنا پیغام بھول چکے ہیں، اب اپنا کردار چھوڑ چکے ہیں، سب میدان سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔

سارا انحصار اسلام اور مسلمانوں پر

www.abulhasanalinadwi.org

اس وقت سارا انحصار مسلمانوں اور اسلام پر ہے، آپ حضرات کی بہت بڑی ذمہ داری ہے، آپ اس ملک کی فکر کریں، معاشرہ کی اصلاح کی فکر کریں، اس وقت مسلم معاشرہ ہر ملک میں مرض کی ایسی حالت میں پہنچ گیا ہے، کہ اس کی جلد خبر لینے کی ضرورت ہے، معاشرہ کا عیب یہ نہیں کہ وہ فاسد الاخلاق ہوگیا ہے، خطرہ کی بات یہ ہے کہ معاشرہ فاسد المزاج ہوگیا ہے، اور کسی معاشرہ کا فاسد الاخلاق ہونا اتنا خطرناک نہیں ہے، اس کے لئے سو تدبیریں ہیں، لیکن معاشرہ جب فاسد المزاج ہو جائے تو پھر دوا بھی اثر نہیں کرتی، اس وقت اس معاشرہ کی خبر لینے کی ضرورت ہے محکمۂ اوقاف اپنے وسائل کے ذریعہ اور ایک بہت بڑا وسیلہ جو اس کے ہاتھ میں ہے، وہ بااثر اور قابلِ احترام ائمہ مساجد اور خطباء ہیں، یہ وہ ہیں جن کا عوام سے براہِ راست ربط ہے، اگر ہمارا محکمۂ اوقاف اس کے لئے تیار ہو جائے، اور وہ ائمہ وخطباء اپنی ذمہ داری سمجھیں اور بجائے اختلافی مسائل چھیڑنے کے جو اس ملک کا انتشار بڑھائیں گے اگر وہ معاشرہ کی اصلاح پر اپنی توجہ مرکوز کردیں تو ملک کو بھی بچائیں گے، اور عالمِ اسلام کی بہت بڑی خدمت کریں گے، آپ کو معلوم ہے، جس وقت قسطنطنیہ محمد فاتح کی یلغار کے نیچے تھا، محمد فاتح کی فوجیں داخل ہو رہی تھیں، اس وقت اس پر بحث ہو رہی تھی کہ حضرت مسیحؑ نے جو روٹی کھائی تھی عشائے ربانی میں وہ فطیری تھی، یا خمیری تھی، اس پر بڑی متکلمانہ بحثیں اور بڑی بڑی نکتہ سنجیاں ہو رہی تھیں، اور محمد فاتح کی فاتح فوجیں یلغار کرتے ہوئے قسطنطنیہ میں داخل ہو رہی تھیں، مجھے اندیشہ ہے کہ یہاں بھی ایسے اختلافی مسائل نہ چھیڑے ہوں کہ فاتح تمدن کی یلغار جاری ہو، فاتح تہذیب کی یلغار جاری ہو، اس وقت صورتحال یہ ہے کہ مغربی تہذیب فاتحانہ پیش قدمی

www.abulhasanalinadwi.org

کر رہی ہے، ہماری اسلامی بنیادوں کو ہلا رہی ہے، بلکہ ہماری چولیں اور ہمارے اس ملک کی چولیں بھی ہلا رہی ہے، اسلامی معاشرت تبدیل ہو رہی ہے، اسلامی تمدن دم توڑ رہا ہے، مسلمان ذہنی و فکری ارتداد کے شکار ہو رہے ہیں، اور ہمارے یہاں علم غیب کی بحثیں ہو رہی ہیں، بشریتِ رسول کی بحثیں ہو رہی ہیں، توقع نہیں کہ اس نازک دور میں جبکہ ہمارے سروں پر خطرے کی تلوار لٹک رہی ہے، کوئی بحثیں چھیڑے گا، لیکن اس دنیا میں سب کچھ ممکن ہے، ہو سکتا ہے ہم اپنی ذہانت ان فروعی اور نزاعی معاملوں میں ضائع کر رہے ہوں، اور اپنی توانائی و طاقت اس میں برباد کر رہے ہوں، آپ سے یہ کہتا ہوں کہ آپ خطرے کو محسوس کریں، آپ کا ملک ایک دوراہے پر کھڑا ہے، اس موقع پر آپ متاعِ اسلام کو بچانے کی کوشش کریں، جب یہ بچ جائے گی تو پھر ان مسائل کا موقع ہوگا، یہ بحثیں مدرسہ کے اندر کی ہیں، یہ بحثیں مدرسوں کے باہر کی نہیں، یہ میں نے ایک بڑی کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اختلافات ہمیشہ سے تھے، نماز کے اندر بھی مذاہبِ اربعہ میں اور مذاہبِ اربعہ کے باہر بھی کتنے اختلافات ہیں کہ ان کو گنا جائے تو درجنوں کی تعداد میں نکلیں لیکن کبھی ان سے انتشار نہیں پیدا ہوا، انتشار اس وقت ہوا جب معلمین و مدرسین مدرسہ سے نکل کر عوام میں آگئے، غلطی یہ ہے کہ ان مسائل کا فیصلہ چوراہوں پر کیا جائے، مسئلوں کا فیصلہ جلسۂ عام میں کیا جائے، ان مسئلوں کو نعرہ بنایا جائے، ان مسئلوں کو عوام کے حوالہ کر دیا جائے کہ اس سے بجائے ایک دوسرے سے ملنے کے وہ جدا ہوں، ورنہ یہ بحثیں تو ہمیشہ ہوتی رہی ہیں، ان سے علم میں اضافہ ہوا، ذہانت میں اضافہ ہوا اور یہ تو زندہ انسان و زندہ جماعت کی خصوصیت ہے کہ غور کرے، سمجھنے کی کوشش کرے، اس پر کوئی پہرے نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

بٹھا سکتا، اور اگر یہ بحثیں عوام میں آجائیں، اور ان سے سیاسی مقاصد حل کئے جائیں، جماعتی مقاصد حل کئے جائیں، ان سے اپنی بڑائی اور ذاتی مفادات کی حفاظت کا کام لیا جائے تو پھر یہ مضر ہی نہیں مُہلک بن جاتی ہیں، یہ مسئلے فقہی ہیں، خالص علمی ہیں، کلامی ہیں، ان کو اپنے کتب خانوں میں رکھئے، ان کو عوام میں نہ لائیے، جو ہمارے معاشرہ میں مزید انتشار پیدا کرے اور مسلمان کو مسلمان سے الگ کرے اور مسلمان کو مسلمان سے توڑے اس کی کوئی گنجائش نہیں، مولانا رومؒ نے تو بہت معمولی سی بات پر کہا ہوگا۔

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

آپ کو جو مسائل درپیش ہیں وہ قوموں اور ملکوں کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے والے ہیں، اس سے ہم کو بڑی احتیاط برتنی چاہئے، علمی بحثوں کا کوئی دروازہ بند نہیں کر سکتا، میں تو ہرگز اس کی رائے نہیں دوں گا، اس لئے کہ میں طالبِ علم ہوں لیکن ان کو سیاسی تفریق، جماعتی تفریق کے لئے، جماعتی مقاصد سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے اور محض جاہ طلبی کے لئے اور اپنی بات اونچی کرنے کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہئے، اس وقت ہمیں پورے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے عہد کر کے معاشرہ کی اصلاح کے کام میں لگ جانا چاہئے اور ملک کو اس تہذیبی وتمدّنی ارتداد سے بچانا چاہئے۔

یہ محکمۂ اوقاف جس کے دفتر میں ہم آج جمع ہیں، اس سلسلہ میں اہم کردار بلکہ فیصلہ کن کردار ادا کر سکتا ہے، اس لئے کہ ابھی تک خدا کے فضل سے عوام پر علماء کا اثر ہے، ائمہ کا اثر ہے، مساجد کا احترام ہے، منبر رسول اللہ ﷺ سے مسجد

www.abulhasanalinadwi.org

کے محراب و منبر سے جو آواز بلند ہو گی دلوں کی گہرائی تک پہنچ جائے گی، وہاں ہمارے سیاسی لیڈر اور ہمارے منتظمین کی آواز نہیں پہنچ سکتی، جہاں ان واعظین کی، خطیبوں کی اور علماءِ کرام کی آواز پہنچے گی، اس لئے اس آواز کے بارے میں اللہ سے ڈرنا چاہیے اور اس اثر کو بڑی احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے۔

ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے آپ نے اتنے قابلِ قدر قابلِ احترام علماء، خطباء، ائمہ مساجد اور ایسے مخلص مسلمانوں کے سامنے اپنے خیالات پیش کرنے کا موقع دیا۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

توحیدِ خالص اور اتباعِ سنت کی دعوت

یہ تقریر مدرسہ فلاح المسلمین تیندوا مین نگر رائے بریلی میں ۲/۷ شوال ۱۴۱۹ھ کو نئے تعلیمی سال کے آغاز پر وہاں کے عوام اور اساتذہ وطلبہ کے سامنے کی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توحیدِ خالص اور اتباعِ سنت کی دعوت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

میرے عزیز دوستو اور بھائیو! میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں خاص طور پر اپنے عزیز طلبہ کو جو اس علاقہ سے یا علاقہ کے آس پاس سے آئے ہیں ان کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے بڑا انعام فرمایا ان پر بلکہ ان کے والدین پر کہ جنہوں نے اپنے بچوں کو ایسے مدرسہ میں دینی تعلیم کے لئے بھیجا جو ایک ایسی جگہ پر واقع ہے اور ایسے بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے جو صحیح عقیدہ پر تھے۔ توحید خالص کے عقیدہ پر تھے اور اتباع سنت ان کا دستور تھا۔ اتباع سنت پر عمل تھا۔ اور شرک وبدعت سے ان کو سخت نفرت تھی، کسی کو گندگی سے اتنی نفرت نہیں ہو سکتی، نجاست سے اتنی نفرت نہیں ہو سکتی، بیماریوں سے اتنی نفرت نہیں ہو سکتی، اور جسمانی درد و تکلیف سے اتنی وحشت اور پریشانی نہیں ہو سکتی جتنی ان کو شرک وبدعت کی باتوں سے نفرت تھی، اس علاقہ کا فیض بہت دور دور تک پہنچا، اس میں ایسی ہستیاں پیدا ہوئیں جن کی مثال تاریخ ملنا مشکل ہے تاریخ میرا موضوع ہے، تاریخ پڑھتا ہی نہیں بلکہ لکھتا بھی ہوں آپ سے کہتا ہوں، پورے وثوق کے ساتھ اور مطالعہ کی روشنی میں کہتا ہوں کہ یہاں ایسی ہستیاں پیدا ہوئیں کہ ہندوستان میں بھی بہت کم

www.abulhasanalinadwi.org

ایسے مرتبہ کی ہستیاں پیدا ہوئیں، ان کو سارے ہندوستان نے مانا، اور ان کو سر پر بٹھایا اور آنکھوں میں جگہ دی، اور جب ذکر کرتے ہیں اپنی کتابوں میں تو ایسے ادب کے ساتھ اور ایسی عقیدت کے ساتھ کرتے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔ اس میں حضرت شاہ علم اللہؒ جو اسی علاقہ سے رائے بریلی چلے گئے اور وہاں قیام اختیار کر لیا۔ اور مسجد بنائی اور وہاں اللہ کا نام سکھانا شروع کیا۔ اللہ رسول کے نام سے لوگوں کو واقف کرانا شروع کیا۔ توحید و سنت کی تعلیم دی اور شرک و بدعت کی خباثت سے احتیاط کرنے اور شریعت پر عمل کرنے کا پورا عادی بنایا ان کے حالات میں کتابیں بھی ہیں اور ان کا تذکرہ دور دور پھیلا۔ ان کے بعد انہیں کے پوتے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا لوگ جنہیں امام المسلمین اور تیرہویں صدی کا مجدد مانتے ہیں اور ہم نے اپنے بزرگوں اور دیوبند کے بزرگوں اور اس کے آس پاس دہلی کے بزرگوں کو دیکھا ہے۔ ان کا نام بڑے ادب سے لیتے تھے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ فرماتے تھے کہ حضرت سید احمد شہیدؒ وہ بزرگ تھے جن کی وجہ سے ہم لوگ مسلمان ہیں اور اسلام پر پورا عمل کر رہے ہیں، سید صاحب کی تحریک سے سارا ہندوستان متأثر ہوا۔ انہوں نے اللہ کے راستہ میں شہادت پائی انکا یہ حال تھا کہ وہ جدھر سے گذر جاتے تھے کسی شہر میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جاتے تھے تو وہاں سے شرک و بدعت کافور ہو جاتی تھی اور اس کا نام مٹ جاتا تھا، اور لوگ حرام پیشہ چھوڑ دیا کرتے تھے، اخلاق ان کے سدھر جایا کرتے تھے، پاکیزگی ان میں پیدا ہو جاتی تھی اللہ کا ڈر پیدا ہو جاتا تھا، مخلوق خدا کا خیال پیدا ہو جاتا، بڑی بڑی کتابیں ان کے حالات پر لکھی گئی ہیں، انگریزی میں بھی، اور عربی میں بھی، اردو اور فارسی میں بھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

ان کا ذکر کسی پڑھے لکھے آدمی کے سامنے کر کے دیکھئے یہاں سے لیکر افغانستان تک سب ان سے واقف ہیں۔

ان کے بعد حضرت خواجہ احمد صاحب نصیر آبادی کی وجہ سے بہت دور تک اتباع سنت کا رواج پھیلا اور شرک وبدعت سے نفرت ہوئی اور پھر آخر میں حضرت مولانا سید محمد امین صاحب نصیر آبادیؒ جن کے دیکھنے والے ابھی زندہ ہوں گے وہ بھی اس خاندان کی وجہ سے یہاں سے جونپور تک اور اعظم گڑھ تک اور آس پاس کے جتنے اضلاع ہیں ان میں سنت کا نور پھیلا اور توحید کا عقیدہ پھیلا، شرک وبدعت سے نفرت پیدا ہوئی جب ہم ندوۃ العلماء میں پڑھتے تھے، وہاں ایک بڑے عالم تھے، مولانا شبلی فقیہ، ان سے ہم فقہ کی کتابیں پڑھتے تھے وہ کہنے لگے کہ دیکھو ہمارے اعظم گڑھ میں کوئی شرک وبدعت کو نہیں جانتا، نہ امام باڑے ہیں نہ شرک ہے نہ بدعت، ہم نے کہا الحمد للہ خوشی کی بات ہے، فرمایا جانتے ہو کیوں؟ ہم نے کہا فرمایئے، فرمایا کہ حضرت خواجہ احمد صاحب نصیر آبادیؒ اور مولانا محمد امین صاحبؒ کی وجہ سے، ان کی آواز وہاں تک پہونچی، یا قدم مبارک پہونچے تو کبھی کبھی شہر کا شہر صاف ہو گیا۔

ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں، آپ ایسی جگہ کے رہنے والے ہیں، یہ مدرسہ ان کی دعاؤں کی مقبولیت کا نتیجہ ہے، کہ اتنے دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہاں اس کی توفیق عطا فرمائی کہ اتنا بڑا مدرسہ بنا، کہ کم جگہ ایسے مدرسے ہیں، اس مرتبہ ہم بہت دنوں کے بعد آئے مدرسہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ یہاں اتنی بڑی بڑی عمارتیں ہیں کئی سو طلباء رہتے ہیں اور اچھے اچھے استاد ہیں، میں آپ سے کہتا ہوں اور یہ بات ذہن میں تازہ کر لیں ذہن میں جب چیز تازہ نہیں ہوتی تو وہ رسمی بن

www.abulhasanalinadwi.org

جاتی ہے تو اس کا اثر نہیں پڑتا۔ کبھی کبھی اس کا شکر ادا کیا کریں، نمازوں کے بعد شکر ادا کریں، کہ اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں ایسی بستی میں پیدا کیا اور ہم کو ایسے مدرسہ میں بھیجا اور ایسے مدرسہ کا ہمارے لئے انتخاب کیا جو صحیح عقیدے پر قائم ہے، توحید و سنت پر قائم ہے یہی بنیاد ہے۔

اگر توحید و سنت نہیں ہے تو چاہے ہوا میں اڑے، چاہے پانی پر چلے، چاہے سارے دن ساری رات نماز پڑھے، تو کوئی فائدہ نہیں ہے، اصل چیز توحید و سنت ہے یہی دین کی بنیاد ہے، یہ دین اللہ کے رسولؐ لے کر آئے، اس دین کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا ہے۔ دین کے ایک ایک حکم کا پابند ہونا ہے، اس کا ادب کرنا ہے، شرک وبدعت کے سایہ سے دور رہنا ہے، اور دل سے اس سے نفرت کرنا ہے یہ دین کی بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔

قدیم مذاہب جو ناکام ہوئے وہ اس لئے کہ اخیر میں جاکر بے اصول ہو گئے کہ ان میں وہ غلط عقائد شامل ہو گئے، رسم ورواج شامل ہو گئے وہ مذہب، مذہب نہیں رہا بلکہ ایک رواج بن گیا، ان کے بزرگ یوں کیا کرتے ہیں اور ہمارے بزرگ یوں کیا کرتے تھے، اس طرح عبادتیں کرنی چاہئیں، اس طرح بلانا چاہیئے، اس طرح پہننا چاہیئے، اس طرح تعظیم کرنی چاہیئے، اس طرح بزرگوں کے مزار پر سر جھکانا چاہیئے اور دعا کرنا چاہیئے، کیسے کیسے رواج وفضول خرچی شادی بیاہ میں کیسی کیسی رسمیں شامل ہو گئیں کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

ہندو مذہب کو دیکھ لیجئے، جین مذہب کو دیکھئے، سب رواجوں کا نام ہے، ہمارے خاندان میں بھی اس طرح ہوتا آیا ہے، اور یہ ہمارے یہاں کا دستور ہے ہم تو یہ کریں گے، اللہ کا حکم کیا ہے، اس کے رسول کا حکم کیا ہے، دین کیا کہتا ہے کتابیں

www.abulhasanalinadwi.org

اور آسمانی صحیفے کیا کہتے ہیں، حضور علیہ السلام کی سنت کیا کہتی ہے، اس سے بحث نہیں، ایسا ہوتا آیا ہے۔

"إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ (سورۂ زخرف ۲۳)

ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے ہی کرتے پایا ہے ہم تو وہی کریں گے۔

اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اس مضمون کو اپنے ذہن میں تازہ رکھنا چاہئے جب چیز بھولی بسری ہو جاتی ہے تو اس کا اثر نہیں رہتا، کبھی کبھی اس بات کو تازہ کر لینا چاہئے، سوچنا چاہئے، اپنے ذہن کو بیدار کرنا چاہئے کہ ہم کہاں ہیں، کس جگہ ہیں، یہاں کیسے کیسے لوگ تھے، کیا ان کی دعوت تھی، کس چیز کے لئے انہوں نے قربانیاں دیں، جان و مال عزت و آبرو سب اس پر لگا دی وہ یہ کہ صرف ایک خدائے واحد کی عبادت کرو، اس کے سوا کسی کو کارساز، کسی کو مددگار، اور کسی کو مشکل کشا، اور کسی کو حاجت روا نہ سمجھا جائے، وہی ہے جو دیتا ہے، وہی ہے جو عزت دیتا ہے، وہی ہے جو روزی دیتا ہے، وہی ہے جو اولاد دیتا ہے، وہی ہے جو صحبت دیتا ہے، وہی ہے جو زندگی بڑھاتا ہے، أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ، اس کا کام ہے پیدا کرنا، حکومت چلانا، انتظام کرنا۔

میرے عزیزو! پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ اللہ کا شکر ادا کریں، اللہ آپ کے والدین کو جزائے خیر دے گا۔ اور اللہ ان کا سایہ قائم رکھے، اگر زندہ ہیں اور اگر دنیا سے چلے گئے تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے کہ انہوں نے آپ کو کسی انگریزی اسکول میں نہیں بھیجا ورنہ آپ کچھ نہ جانتے کہ آپ کون ہیں اور کس نے یہ دنیا بنائی ہے، اور کس لئے بنائی ہے، کس طرح اس کو راضی کرنا چاہئے، اور کیا اسکی رضا و خوشی کے کام ہیں، کیا ناپسندیدگی کے کام ہیں، کیا حرام ہے، کیا حلال ہے، کیا

www.abulhasanalinadwi.org

صحیح عقیدہ ہے کیا غلط عقیدہ ہے، کیا گمراہی ہے کچھ نہیں جانتے وہاں تو بس یہ ہے کہ فارغ ہو جائیں، کوئی چھوٹی موٹی نوکری مل جائے جس سے اپنا پیٹ بھر سکیں اور اپنا گھر چلا سکیں، باقی نہ عقیدہ نہ اخلاق نہ تربیت اور نہ صحیح انسانیت، کچھ نہیں، اس پر شکر ادا کریں کہ ـ ـ ـ اللہ نے آپ کی حفاظت فرمائی جب چیز کی اہمیت دل میں نہیں ہوتی تو آدمی اس کا شکر نہیں ادا کرتا، تو یہ بہت بڑی دولت سے محرومی ہو گی۔

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ" قرآن شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے اگر تم شکر کرو گے تو اور زیادہ تم کو دونگا، تو قرآن مجید میں شکر ادا کرنے کی اس کے جاننے کی اور محسن کے پہچاننے کی بڑی تاکید آئی ہے۔ تو آپ شکر کریں کہ اللہ نے والدین کو ہمارے سرپرستوں کو توفیق دی جنھوں نے ہمیں یہاں بھیجا، تاکہ ایسی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کریں جہاں صحیح عقیدہ بتایا جاتا ہے، اور جہاں دین سکھایا جاتا ہے، اخلاق بتایا جاتا ہے، اور پیغمبر ﷺ کی محبت کی تعلیم اور سنتوں پر چلنے کی ترغیب دی جاتی ہے، اگر شکر کریں گے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گا۔"لئن شکرتم لأزیدنکم "اگر تم شکر کرو گے تو اور زیادہ دیں گے، اور یہ کچھ نہ خیال کیا، بس درجہ میں گئے پڑھ لیا، کھانا کھالیا، نماز کا وقت آیا نماز پڑھ لی لیکن یہ پتہ نہیں کہ ہم کہاں ہیں، یہاں کی خصوصیت ہے یہاں کی کیا تعلیم ہے، یہ کس بنیاد پر قائم ہے تو یہ اچھی بات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۔ وہ مسجد جو خدا کے خوف پر قائم کی گئی اس کی بنیاد رکھی گئی، وہ زیادہ اس کی مستحق ہے کہ تم خدا کی عبادت کرو، ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقدر فرمایا، کہ

www.abulhasanalinadwi.org

آپ اس مدرسہ میں آئے جو صحیح عقیدہ کا مرکز ہے، صحیح العقیدہ قصبے کے قریب واقع ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بانی اول مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے۔ انہوں نے اسی جذبہ سے اسے قائم کیا کہ یہاں صحیح دین سکھایا جائے طالب علموں کو داعی بنایا جائے، ان کو معلم بنایا جائے، ان کو نمونہ بنایا جائے، نہ صرف خاندان کے لئے بلکہ قصبات کے لئے بھی، بلکہ اس سے بڑھ کر سارے عالم کے لئے ان کو تیار کیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ تعلیم حاصل کرنے کی پوری کوشش کریں، اللہ تعالیٰ نے اس امت کی قسمت دین سے وابستہ کی ہے، ہم جو چیز بار بار پڑھتے ہیں تو خیال نہیں آتا، بڑے غور کرنے کی بات ہے کہ جب پہلی وحی نازل ہوئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقریباً پانچ چھ سو برس کے بعد یہ عزت انسانیت کو ملی ہے، صحیح نسل کو ملی ہے، ایک ہستی کو، ایک مخلوق کو جن کا نام محمد رسول اللہ ﷺ ہے جو مکہ کے رہنے والے تھے، نبوت کے لئے ان کا انتخاب فرمایا، وہ پڑھے ہوئے نہیں تھے وہ اُمی تھے اور قرآن مجید میں بھی یہ لفظ بار بار آتا ہے اور اس کے معنی ہیں ان پڑھ، آپ نے تعلیم حاصل ہی نہیں کی مکہ میں تعلیم کا رواج ہی نہیں تھا۔ یا آپ کو موقع نہیں ملا، اور ایسے حالات تھے کہ نہ وہاں مدرسے تھے نہ مکاتب تھے تو آپ نبی امیّ ہیں، اور یہ قوم بھی اُمیّ کہلاتی ہے، کیونکہ وہ قوم بھی ان پڑھ تھی بلکہ وہ کہا کرتے تھے "نحن أمّة أمّيون" فخر کے طور پر کہتے تھے ہم ان پڑھ لوگ ہیں اس کو بے عزتی کی بات نہیں سمجھتے تھے، ایسے انداز سے کہتے تھے کہ اس پر فخر ہو، ہم لوگ پڑھے لکھے لوگ نہیں ہیں، کہ پڑھے لکھے لوگ معلوم نہیں کیا کیا کرتے ہیں، کیسی کیسی چالاکی کرتے ہیں، اس لئے وہ کہتے تھے کہ ہم ان پڑھ لوگ ہیں، یہودی بھی کہتے تھے ان کو تکلیف پہونچانا یا ان کی کسی چیز پر قبضہ کر لینا گناہ

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں ہے، یہ اُمّی لوگ ہیں، انکو تکلیف دینے سے ان کی چیز پر قبضہ کر لینے سے کوئی گناہ نہیں ہوا کرتا۔ جیسے آدمی جانوروں سے کہے، کہ اس کے مارنے ہنکا لینے یا تکلیف دینے یا کام لینے میں کوئی حرج نہیں،

ایسے نبی اُمّی پر ایسی امت امیہ پر اور ایسے امی مقام وشہر میں پہلی وحی نازل ہو رہی ہے اور آسمان سے رشتہ قائم ہو رہا ہے۔ اور جس چیز سے رشتہ قائم ہو رہا ہے، اور چھ سو برس کے بعد قائم ہو رہا ہے، اسکے پہلے پیغام میں کیا کہا جاتا۔ پتہ نہیں کیا کیا چیزیں ہیں کہنے کی "پورا قرآن شریف بھرا ہوا ہے اور آپ پڑھیں گے، اور عربی سمجھنے لگیں گے، کہ معلوم نہیں کیا کیا علوم اور اعلیٰ درجہ کے حقائق، اور کیا کیا خرابیاں ان کے اندر تھیں، وہ ایسی تھیں کہ ان میں سے کسی ایک کو نشانہ بنایا جاسکتا تھا کہ غیر اللہ کی پرستش نہ کرنا۔ "جو چیز اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے اس کو مت کرنا۔ اور ایسے ہی بہت سی بد اخلاقیاں تھیں، لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے، اس وحی کے ذریعہ جو پہلی تعلیم دی جارہی ہے کہ پڑھو، کتنے ایسے لوگ ہیں جو کتابوں کے مصنف ہیں لیکن ان کو ظلم کرنے میں، جھوٹ بولنے میں، لوگوں کو غلام بنانے میں، اپنی خواہش پوری کرنے میں کوئی عار نہیں ہوتا۔ ایک ہندوستانی فلسفی لندن گئے وہاں کسی نے کہا کہ دیکھئے، چند گھنٹہ میں ہم ہوائی جہاز کے ذریعہ پیرس پہونچ سکتے ہیں، سمندر پار کر سکتے ہیں، تو ہمیں اڑنا بھی آتا ہے اور تیرنا بھی آتا ہے، انہوں نے کہا لیکن زمین پر چلنا نہیں آتا، زمین پر آدمی کی طرح چلنا نہیں سیکھا۔ متکبروں کی طرح چلتے ہو، ظالموں کی طرح چلتے ہو"۔ بس خالی علم کافی نہیں ہے۔ بلکہ وہ علم جو اللہ کے نام سے شروع ہو، صرف یہ نہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لی جائے بلکہ اللہ کی محبت سے شروع ہو، اللہ کے خوف سے شروع ہو، اللہ کے

احکامات وہدایات معلوم کرنے سے شروع ہو، ادب وتعظیم کے ساتھ شروع ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی اور آپ کے لئے یہ جگہ بھی انتخاب کی، اور آپ کو توفیق دی کہ قرآن وحدیث کا علم پڑھیں، جس سے عقائد صحیح ہوں کہ آپ گناہوں کی خرابی، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں، اس پر شکر ادا کرنا چاہیئے شکر ادا کرنے سے اضافہ ہوتا ہے۔"لئن شکرتم لأزیدنکم "اس پر شکر کیا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اس جگہ کا اور اس مدرسہ کا انتخاب کیا، آپ کی عمر کے لوگ، کنبہ وخاندان کے بچے ایسے اسکولوں اور کالجوں میں پڑھتے ہیں جہاں ہندی دیومالائی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور وندے ماترم پڑھایا جاتا تھا۔ لیکن! اللہ نے آپ کو بچایا۔ آپ شکر ادا کریں، استعداد پیدا کریں، اعتراف کریں انشاء اللہ عمر میں برکت ہوگی، یہی مقصد ہے کہ آپ کو صحیح عقائد معلوم ہونا چاہیئے، کہ اس کائنات کو پیدا کرنے والی صرف ایک خدا کی ذات ہے، خدا ہی پیدا کرنے والا ہے وہی جلانے والا ہے،" اَلاَلَه الْخَلْقُ وَالْاُمرُ " وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ چیز ہو جاتی ہے "إنَّه إذَا أرادَ شیئاً اَن یقولَ له کُن فیکون" اس میں نہ کسی نبی کا دخل ہے نہ کسی ولی ولبدال کا دخل ہے نہ کسی فرشتہ کا دخل ہے، وہی اولاد دیتا ہے، وہی روزی دیتا ہے، وہی مارتا ہے، وہی جلاتا ہے، یاد رکھیئے اسی کا کام ہے پیدا کرنا، اور اسی کا کام ہے اس کو چلانا، اور انتظام کرنا"۔

آپ ایسی جگہ ہیں جہاں صحیح عقیدہ کی تعلیم دی جاتی ہے، کتاب وسنت کی تعلیم دی جاتی ہے، نمازوں کی پابندی کی جاتی ہے، یہاں مسجد بنی ہوئی ہے، پانچوں وقت کی نماز پڑھتے ہیں، دین کی تعلیم ہوتی ہے، قرآن کی تعلیم ہوتی ہے۔ اور قرآن وسنت کی تعلیم دی جاتی ہے، جو دینی مسائل آپ کو حلال وحرام کے، جائز وناجائز

www.abulhasanalinadwi.org

کے یہاں بتائیں جائیں ان کو آپ گھروں میں پہنچائیں، اور نیت کریں کہ آپ ایسے علاقہ کے رہنے والے ہیں کہ جہاں کی آواز افغانستان اور غزنی تک سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ پہونچی جو اسی علاقہ کے رہنے والے تھے۔ ان کے بعد مولانا خواجہ احمد صاحب پیدا ہوئے جو بہت بڑے بزرگ تھے۔ بہت سے لوگ ان سے فیضیاب ہوئے اور ولایت پائی۔ اس کے بعد مولانا محمد امین صاحب جو دین کے داعی اور مبلغ اور شرک وبدعت کے سخت مخالف، جس نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا، شرک وبدعت سے نفرت کرنے لگا۔ یہ باتیں ذہن میں تازہ رکھئے اور اساتذہ کو بھی چاہئے کہ وہ بھی یاد رکھیں۔ اور طلباء کو شوق دلائیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے ان کو اجر عطا فرمائے ان کے اعمال میں اس کو شامل فرمائے، اور جو لوگ مدرسہ کو چلا رہے ہیں اللہ انکی عمروں میں برکت عطا فرمائے۔ اور مدرسہ کو ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

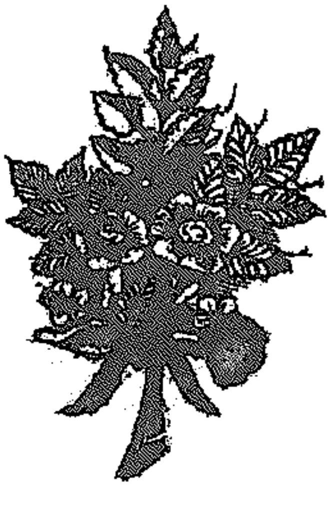

www.abulhasanalinadwi.org

مسلم دانشوروں کی ذمہ داری
ذہنی وادبی خود کفالتی

یہ تقریر اسلامک فاؤنڈیشن ڈھاکہ میں ۱۹ر مارچ ۱۹۸۴ء کو ادیبوں، دانشوروں اور تحقیقی کام کرنے والوں کی ایک مجلس میں کی گئی۔ جس کا اہتمام اسلامک فاؤنڈیشن نے کیا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلم دانشوروں کی ذمہ داری

ذہنی وادبی خود کفالتی

حضرات! مجھے بہت خوشی ہے، اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میرے اس دورۂ بنگلہ دیش کا اختتام ایک ایسی مجلس پر ہو رہا ہے، جس میں ملک کے دانشور فضلاء، تصنیفی و تحقیقی کام کرنے والے اور ادیب جمع ہیں، اور اس کے ساتھ ایک اور مبارک تقریب کا افتتاح بھی ہو رہا ہے، اور وہ علاج و معالجہ کے ذریعہ خدمتِ خلق کا میدان ہے، میں اجازت چاہتا ہوں کہ پہلے میں دانشوروں سے (اور اگر مجھے معاف کیا جائے تو) اپنے ہم مذاق اور ہم پیشہ لوگوں سے خطاب کرلوں، ہم مذاق اور ہم پیشہ اس لئے کہتا ہوں کہ میں بھی لکھنے پڑھنے والا آدمی ہوں۔

میں آپ کے سامنے ایک تاریخی سوال یا ایک معمہ رکھتا ہوں، آپ سب کو معلوم ہے کہ ساتویں صدی ہجری کے وسط میں تاتاری ایک نئی طاقت بن کر دنیا میں ابھرے، وہ وسط ایشیا کے ایک وسیع علاقہ لیکن ایک محدود ماحول میں، ایک ذہنی، فکری، مذہبی اور علمی حصار کے اندر زندگی گزار رہے تھے، سیکڑوں برس سے (اور ممکن ہے کہ ہزاروں برس سے) تالاب کی مچھلیوں کی طرح عمر بسر کر رہے تھے، خدا کی قدرت اور اسکی حکمت کہ وہ تاتاری اپنے اس حصار کو توڑ کر اور اس

www.abulhasanalinadwi.org

دیوار کو پھاند کر باہر نکل آئے، اس وقت کی اسلامی سلطنت یعنی مسلم امپائر بہت وسیع تھا، اور خاص طور پر ترکستان میں خوارزم شاہ کی سلطنت اس وقت عالم اسلام کی سب سے وسیع سلطنت تھی، لیکن مسلم معاشرہ میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں، اور مسلم سوسائٹی کرپٹ CORRUPT ہو گئی تھی، اس میں دولت وحکومت، اور تہذیب وتمدن کی لائی ہوئی بہت سی بیماریاں پیدا ہو گئی تھیں، اس کے بالمقابل یہ تاتاری تازہ دم تھے، وہ نبوت کی تعلیمات سے نا آشنا تھے، لیکن جو خرابیاں قویٰ میں سستی، اور تعیش کا رجحان پیدا کرتی ہیں، تعیش کا رجحان ناانصافی لاتا ہے، ناانصافی شکایتیں پیدا کرتی ہے، ان سب چیزوں سے وہ محفوظ تھے، وہ جب خوارزم شاہ کی حکومت کی طرف بڑھے، تو وہ سلطنت اس مقابلہ کی تاب نہیں لا سکی، تاتاریوں کی انرجی ENERGY ویسٹ WASTE نہیں ہوئی تھی، وہ طاقت سیکڑوں ہزاروں برس سے ایک جگہ جمع تھی، غرض یہ کہ ان کا مقابلہ ایک تھکی ہوئی سلطنت اور ایک کرپٹ سوسائٹی سے ہوا، نتیجہ یہ ہوا کہ دیکھتے دیکھتے تاتاریوں نے خوارزم شاہ کی سلطنت کو جو سب سلطنتوں کو اپنے اندر لے کر سب سے بڑی سلطنت بن گئی تھی، شکست دی، اور پورے عالم اسلام میں ان کا کوئی مقابلہ کرنے والا نہیں رہا، یہاں تک کہ عالم اسلام اتنا کمزور ہو گیا کہ اس زمانہ میں تاتاریوں کو شکست دینا ناممکن سمجھا جانے لگا، اور ایک ضرب المثل کی طرح یہ جملہ اس زمانہ میں مشہور ہو گیا تھا، جو تاریخ میں انہیں لفظوں میں ریکارڈ کیا گیا ہے، وہ جملہ تھا، "اذا قيل لك إن التتر انهزموا فلاتصدق" سب کچھ مان لینا، لیکن اگر تم سے کوئی یہ کہے کہ تاتاریوں نے شکست کھائی تو اس کو نہ ماننا، یہ یقین کرنے کی چیز نہیں ہے، یہ بات UNBELIEVABLE ہے کہ تاتاری شکست بھی

www.abulhasanalinadwi.org

کھا سکتے ہیں۔

آپ کہیں گے اس دانش کدہ میں تاتاریوں کا قصہ کہاں شروع کر دیا، علماء اور فضلاء کی محفل میں تاتاری وحشی کہاں سے آگئے؟ میں آپ سے معافی چاہتا ہوں کہ میں ان کو حکمت سے یہاں لایا ہوں، اور مسلمان بنا کر لایا ہوں، مجھے تھوڑا سا موقعہ دیجئے۔

یہ تاریخ کا ایک معمہ PUZZLE ہے، ایک بڑا PROBLEM ہے کہ یہ تاتاری جنہوں نے عالم اسلام کو پاؤں کے نیچے اس طرح روند کر کے مسل دیا تھا، جیسے چیونٹی کو مارا جاتا ہے، بغداد جو چھ سو برس تک سب سے بڑے ایمپائر خلافت عباسیہ کا دارالسلطنت رہا، اس بغداد کا حال یہ تھا کہ دجلہ کا پانی کبھی مسلمانوں کے خون سے سرخ ہو گیا، اور کبھی کتابوں کی سیاہی سے سیاہ ہو گیا، تاریخ پوچھتی ہے کہ یہ کیا بات ہوئی کہ تاتاری کلیۃً اور من حیث القوم TOTALLY مسلمان ہو گئے، اور اتنا ہی نہیں بلکہ اسلام کے محافظ بن گئے، اور اقبالؔ کو کہنا پڑا کہ ؎

ہے عیاں آج بھی تاتار کے افسانہ سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

اس میں کن عوامل FACTORS نے کام کیا، وہ کون سی طاقت تھی، جس نے تاتاریوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا، یہ تاریخ کا ایک سوال ہے، جو حل طلب ہے۔

اس کے دو سبب تھے، ایک سبب تو یہ تھا کہ اس وقت کے اہل دل اور روحانی لوگوں نے اپنی توجہ تاتاریوں پر مرکوز کر دی اور انہوں نے خدا سے دعائیں کیں، راتوں کو روئے، اور حکمت سے اور محبت سے ان کو اسلام کی دعوت دی، اس

www.abulhasanalinadwi.org

کا ایک نمونہ وہ ہے جو آرنلڈ نے اپنی کتاب دعوت اسلام (PREACHING OF ISLAM میں لکھا ہے، اور میں نے "تاریخ دعوت وعزیمت" کے حصہ اول میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ایک دوسرا فیکٹر FACTOR تھا، جس کا تعلق اس مجلس سے ہے، وہ یہ کہ تاتاریوں کے پاس سب کچھ تھا، تلوار تھی، مارشل اسپرٹ (MARSHAL SPRIT) اور شجاعت وعسکریت (CHIVALRY) تھی، جفاکشی تھی، زندگی کی سادگی تھی، لیکن ان کے پاس کسی قسم کا لٹریچر نہیں تھا، ان کے پاس کوئی تہذیب نہیں تھی، ان کے پاس ان کی قومی زبان کا رسم الخط (SCRIPT) نہیں تھا، ان کے پاس کوئی ترقی یافتہ قانون نہیں تھا، "الیاسہ" کے نام سے (بعض لوگ کہتے ہیں کہ السیاسۃ اسی سے نکلا ہے) ایک قانون تھا، جو صحرا نشین قوموں کے پاس عام طور پر ہوتا ہے، کوئی کسی کو مارے تو یہ سزا دی جائے، اگر کوئی جنسی گناہ کرے تو یہ سزا ہے، ایک چھوٹا سا قانون تھا، جب مسلمان ملکوں پر ان کی حکومت قائم ہوئی تو وہ خالی ہاتھ تھے، نہ ان کے پاس ادب تھا، نہ شاعری تھی، نہ تہذیب تھی، یہاں مسلمان ادیبوں اور مصنفوں نے اپنا کام کر لیا، ان کو ادب دیا، شاعری دی، پڑھایا لکھایا، اور جب ان کا ذہنی اثر پڑا تو وہ سب اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے، یعنی ادھر صوفیوں نے دل فتح کیا، ادھر مسلمان دانشوروں نے دماغ کو فتح کیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ قومیں صرف تلوار ہی سے فتح نہیں ہوتیں، وہ علم وہنر سے اور ذہانت سے بھی غلام بنائی جاتی ہیں، اور ذہنی غلامی اور INTELLECTUAL SLAVERY یا MENTAL SLAVERY کسی طرح سے POLITI-CAL SLAVERY سے کم نہیں ہے۔

میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ قوم ہمیشہ خطرہ میں رہے گی جس پر کسی ایسی قوم کا ذہنی اثر دماغ پر سایہ ڈال رہا ہو اور وہ اس کو LITERARY طور پر، کلچرل طریقہ پر غذا پہونچا رہی ہو FEED کر رہی ہو، وہ قوم ہمیشہ خطرہ میں رہے گی، اور وہ قوم کبھی پورے طور پر آزاد نہیں ہو سکتی، جب کوئی قوم علمی وادبی (CULTURAL) حیثیت سے کسی قوم کی باج گزار یا شرمندۂ احسان ہو تو جو قوم غالب ہوگی اس کا وہ اثر مانے گی، اس کے معیار (IDEALS) اختیار کرے گی، اس کے اقدار (VALUES) مستعار لے گی، اور اخیر میں اس کا مذہب بھی اختیار کر لے گی۔

میں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ نے آپ کے ملک کو سب کچھ دیا ہے، میں نے نو دس دن میں ایک ایسے سیاح کی نظر سے جو مشرق سے مغرب کے آخری حصہ تک گیا ہے، اس ملک کو دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ اللہ نے اس ملک کو دینے میں کوئی کمی نہیں کی، میں نے دیکھا کہ ذہانت میں، محنت میں، محبت میں، گرم جوشی میں یہاں کی قوم کسی قوم سے کم نہیں، لیکن میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے کسی دوسری قوم (NATION) بلکہ طبقہ (CLASS) بلکہ حلقہ (SIDE) کی بھی دماغی برتری (MENTAL SUPERIORITY) تسلیم کر لی اور اس سے اگر آپ نے مدد لینی شروع کی، اور اس کے خیالات وافکار کو آپ نے اخذ کیا تو آپ خطرہ میں ہیں، آپ کو کلچرل طور پر بھی، لٹریری طور پر بھی INDEPENDENT ہونا چاہئے اور سو فیصدی آزاد ہونا چاہئے، آپ کی لیڈر شپ آپ کے ہاتھ میں ہونا چاہئے، میں صفائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ کسی دوسرے ملک کے یہاں تک کہ آپ کی زبان بولنے والے جو کسی

دوسرے قریبی ملک میں ہوں وہاں کے SCHOLARS وہاں کے اہل قلم (WRITERS) وہاں کے شعراء (POETS) وہاں کے اہل ادب (-LITER ARY MEN) کی غلامی بھی آپ کو قبول نہیں کرنی چاہئے، ان کا بھی باج گزار نہیں ہونا چاہئے، مالی ٹیکس کی طرح دماغی ٹیکس بھی ہوتا ہے، اور وہ مالی ٹیکس سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے، آپ کو دماغی ٹیکس اپنے ہی ملک میں ادا کرنا چاہئے، قریب سے قریب تر ملک اور شہر کو بھی نہیں ادا کرنا چاہئے، یہاں کے پیسہ کا جس طرح باہر جانا غلط ہے، ویسا ہی باہر کی کسی سوسائٹی کا تاثر قبول کرنا بھی غلط ہے، ہاں اگر آپ کو کہیں کا تاثر قبول کرنا مناسب ہے، اور جائز ہے تو وہ مرکز اسلام کا تاثر ہے، براہ راست حجاز مقدس، براہ راست حرمین شریفین کا، یا آپ کے جو روحانی مراکز فرض کیجئے، ہندوستان پاکستان میں رہ گئے ہیں، سرہند، دہلی جہاں کے مصلحین و مجددین سے آپ کو روحانیت، عقیدۂ صحیح اور اتباع سنت کی دولت ملی، یا دیوبند، مظاہر علوم، ندوۃ العلماء جہاں کے فضلاء و تعلیم یافتہ آپ کے یہاں آئے، اور یہاں علم کی روشنی پھیلائی، وہاں سے آپ مدد لے سکتے ہیں، وہاں سے آپ خیالات لے سکتے ہیں، وہاں سے آپ طاقت حاصل کر سکتے ہیں، لیکن اس کے علاوہ جن کا آپ سے بنیادی اختلاف ہے، جن کا نقطہ نظر اور سوچنے کا طریقہ WAY OF THINKING آپ سے مختلف ہے، آپ میں اور ان میں ایک طرح کا تضاد ہے، ان سے آپ کو خیالات لینا، شاعری کا اثر قبول کرنا، ان کے اسٹائیل کی کاپی کرنا اور ان کو اپنا استاد ماننا خطرناک ہے۔

تاتاریوں نے اسلام کا اثر دو راستوں سے قبول کیا، ایک روحانی راستہ سے، دوسرے علمی راستہ سے، اس وقت مسلمان بہت ترقی یافتہ تھے، انہوں نے

کتب خانہ کے کیا معنی، دنیا بھر دی تھی، تصنیفات سے، تحقیقات سے، یورپ بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، اس وقت دنیا کی ذہنی و علمی قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی، وہ تاتاریوں کے مفتوح تو بنے لیکن تاتاریوں کے علمی طور پر فاتح بن گئے، جو کل کے مفتوح تھے، آج کے فاتح بن گئے، مجھے یہی ڈر ہے کہ ہمارا کوئی فاتح ایسا نہ بن جائے، جس سے ہمارے عقائد میل نہیں کھاتے، ہمارے تصورات، ہمارے مقاصد، اس سے مطابقت نہیں رکھتے، آپ کو اپنا لٹریچر پیدا کرنا چاہیئے، آپ کو اپنا اسٹائیل DEVELOP کرنا چاہیئے، میں صفائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ کو شاعر کے طور پر نذر الاسلام کو ماننا چاہیئے، اور ساری دنیا میں نذر الاسلام کی شاعری کی تبلیغ کرنی چاہیئے، اور نذر الاسلام پر فخر کرنا چاہیئے، یا پھر ایسے شاعر کے پیغام اور ادب سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اسکے کلام کا ترجمہ اور اس کی اشاعت کرنی چاہیئے جو اقبالؔ کی طرح اسلام کا ترجمان اور رسول کا عاشق ہو، آپ کو اپنا شاعر خود پیدا کرنا چاہیئے، اپنے اسٹائیلسٹ STYLISTS خود پیدا کرنے چاہیئے، اپنا لٹریچر خود پیدا کرنا چاہیئے، آپ اس میں بالکل آزاد ہوں، آپ کو اس میں بالکل INDEPEN-DENT ہونا چاہیئے، اگر یہ بات نہ ہوئی تو میں اس وقت آپ کے سامنے تاریخ کے ایک ادنی طالب علم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ خطرہ آپ کے سر پر منڈلا رہا ہے۔

میں جو بڑی خوشی لے کر جا رہا ہوں وہ اسلامک فاؤنڈیشن کے اس ادارہ کی موجودگی سے ہے، اصل میں یہ صحیح سمت کی طرف ایک سفر ہے، جو میں ہر آزاد ملک کے لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کے اپنے ادارے ہوں، اس کے ذہن کا سرچشمہ FOUNTAIN اس کے پاس ہو، اس کے ہاتھ میں ہو، وہ باہر نہیں ہونا چاہیئے، ہندوستان کے مسلمانوں نے، مصر کے مسلمانوں نے مغربی تہذیب کا جو اثر

قبول کیا، اور اسلام سے دور ہوئے، وہ کس وجہ سے؟ کیونکہ ان کی ذہنیت کا سر چشمہ یورپ میں تھا، آکسفورڈ اور کیمبرج میں تھا، ہارورڈ میں تھا، اور امریکن یونیورسٹیوں میں تھا، آپ باہر سے چاہے کچھ منگوایئے، آپ مشینری MACHINERY منگوایئے، آپ INSTRUMENT منگوایئے، سائنس کی چیزیں منگوایئے، لیکن ادب نہ منگوایئے، شاعری نہ منگوایئے، فلاسفی نہ منگوایئے، یہ بہت خطرناک ہے، بنگلہ دیش کا اپنا ایک SCHOOL OF THOUGHT ہونا چاہیئے، اسکا اپنا ایک اسٹائیل ہونا چاہیئے، اور چاہیئے کہ کلکتہ اور ویسٹ بنگال کے لوگ اس کی تقلید کریں، آپ کو امام ہونا چاہیئے، آپ کو مقتدی نہیں ہونا چاہیئے، مقتدی بننا ایک مسلمان قوم کے لئے جس کو اللہ نے ایسے دانشور دیئے ہوں، ایسے اہلِ دماغ دیئے ہوں، اتنی یونیورسٹیاں، کالج اور لائبریریاں دی ہوں، کسی طرح زیب نہیں دیتا، آپ کی ایک تاریخ ہے، تو آپ کو کسی دوسری قوم کا، کسی دوسرے ملک کا (چاہے وہ آپ سے حجم میں کتنا ہی بڑا ہو) باج گزار نہیں ہونا چاہیئے، آپ کو نمبر ۲ اور ۳ کا نہیں بننا چاہیئے، آپ ہمیشہ نمبر ا۔پر رہیں، جب تک آپ کا بنگلہ دیش اپنے لکھنے پڑھنے میں، اپنے سوچنے کے طریقہ میں، اپنے ادب و شاعری میں، اپنے افسانہ نگاری میں، SHORT STORIES میں اور بنگلہ زبان و ادب کے ہر شعبہ میں مستقل مقام نہ پیدا کرلے گا، اور پردیسی ملکوں سے بڑھ جانے کی کوشش نہ کرے گا (اگر بڑھ نہ جائے تو کم سے کم ان سے مستغنی ہو جائے) اس وقت تک اطمینان نہیں، اور جب تک ہماری یونیورسٹیاں اور ہمارے کالج ہمارے معاشرہ کے ساتھ نہ چلیں، ہمارے معاشرہ کی تکلیفوں کو محسوس نہ کریں، ہمارے معاشرہ کے دل کی دھڑکنوں کو نہ سنیں، اس وقت تک وہ کالج اور یونیورسٹیاں بھی قابلِ اعتبار نہیں ہیں، معلوم نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

کہ کس وقت وہ CONFUSION پیدا کردیں، ان کو اپنے معاشرہ کی سطح پر ہونا چاہئے، اور ملت کا جو عقیدہ اور مسلک ہے، اسی کے مطابق ہونا چاہئے۔

دوسری بات جس سے مجھے خوشی ہوئی وہ یہ ہے کہ آپ نے خدمتِ خلق کے میدان کی طرف بھی توجہ کی ہے، میں کل سنار گاؤں گیا تھا تو مجھے دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی، وہاں کے اسٹاف کے لوگ مجھ سے ملے، انہوں نے بتایا کہ کتنے مریض آئے ہیں، اور کتنے آدمیوں کا وہ روزانہ علاج کرتے ہیں، کتنی دوائیں وہ مفت تقسیم کرتے ہیں، تو یہ تو توفیق الٰہی کی بات ہے کہ آپ نے اس میدان کی طرف بھی توجہ کی جو پہلے خالص CHRISTIAN MISSIONARIES کا میدان بن گیا تھا، اور انہوں نے اس میدان سے ملک کو اور عوام کو CAPTURE کیا تھا، عام طور پر ہندوستان میں مشہور تھا، کہ مشن ہاسپٹل دوسروں کے مقابلہ میں بہتر ہوتے ہیں، چونکہ ان کے اندر MISSIONARY SPRIT ہوتی ہے تو وہ زیادہ اخلاق کے ساتھ پیش آتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مریض اپنے جسمانی مرض سے تو اچھا ہو جاتا ہے، لیکن روحانی طور پر مریض ہو جاتا ہے، کم سے کم ان کے متعلق یہ خیال ہو جاتا ہے کہ ہم سے زیادہ اچھے آدمی ہیں، یہ بھی ایک بیماری ہے، ایک بیماری سے نجات پاتا ہے تو دوسری بیماری جو اس سے زیادہ خطرناک ہے اس کو قبول کر لیتا ہے، میں اپنے کو اور اپنے ساتھیوں کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ آج ایسے مبارک موقعہ پر ہم یہاں ڈھاکہ میں موجود تھے کہ جب اس کا افتتاح ہونے جارہا ہے۔

صرف دو باتیں کہتا ہوں ایک تو یہ کہ اپنی نیت اللہ کی رضا رکھیں، اور یہ یقین جمائیں کہ ہم عبادت میں مشغول ہیں، اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، بلکہ

www.abulhasanalinadwi.org

فتویٰ دیتا ہوں کہ آپ عبادت میں مشغول ہیں، اور عبادت بھی افضل عبادت، اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے "من نفس عن مؤمن كربة نفس الله عنه كربته يوم القيامة" (جو یہاں کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے گا، اللہ اس کی تکلیف کو قیامت کے دن دور کرے گا) "الله فى عون العبد ما كان العبد فى عون أخيه" (اللہ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے) اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے، کہ اسلام دین توحید ہے، اس سلسلہ میں حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں بعض لوگوں سے فرمائے گا اے فلاں میں بیمار ہوا تھا تو مجھے دیکھنے نہیں آیا تھا، تو وہ کہے گا بار الہا! کیا آپ بیمار ہو سکتے ہیں؟ کہے گا نہیں، میرا فلاں بندہ بیمار تھا، اگر تو اس کو دیکھنے جاتا تو مجھے وہاں پاتا، اس سے بڑھ کر مرتبہ نہیں ہو سکتا، دوسری بات یہ ہے کہ اس میں تھوڑا سا اخلاق بھی شامل کر دیں، اور تھوڑی سی محبت، اور دین کا بیج ڈال دیں، جو کبھی نہ کبھی کام آئے گا، اتنا ہی کہہ دیں کہ اللہ شفا دیتا ہے، بھائی اس دوا وغیرہ میں کچھ نہیں، نہ ہمارے ہاتھ میں کچھ ہے، شفا دینے والا اللہ ہی ہے، جیسے ہمارے یہاں حکماء "هو الشافى" لکھا کرتے ہیں، اتنا ہی کہہ دیں، پھر انشاء اللہ شفا ہوگی تو اس کے دل میں نور ایمان پیدا ہو جائے گا، میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں، اور خاص طور پر صدر صاحب کو اور اسلامک فاؤنڈیشن کے ذمہ داروں کو انہوں نے بہت صحیح انتخاب کیا، یہ صرف ملک کی خدمت نہیں ہے، دین کی بھی خدمت ہے، یہ شفاخانے اور یہ میڈیکل سنٹر قائم کر رہے ہیں، ان میں سے کئی قائم ہو چکے اور کئی قائم کرنے کا ارادہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مکمل کرے، مریض آپ کے پاس آئیں، ہمارے مسلمان ڈاکٹروں کے پاس آئیں، دوا بھی پائیں، دعا بھی پائیں اور شفا بھی پائیں، جسم کی دوا اور روح کی شفا، آپ

کے اخلاق ہی سے وہ بہت کچھ متاثر ہو جائیں گے۔

میں یہ بھی کہوں گا کہ غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی اخلاق برتیں، کوئی فرق نہ کریں، اس میں مذہب کی کوئی تفریق نہ کریں، ان کو بھی اللہ کا بندہ سمجھیں، اور یہ سمجھیں کہ اللہ نے ان کو بنایا ہے، اور ان کے اچھے ہو جانے سے ان کا بنانے والا خوش ہوگا، اور ہمیں اس پر ثواب ملے گا، آپ بالکل تفریق نہ کریں، بلکہ اگر ایسا ہو تو یہ نہیں کہ پہلے مسلمانوں کو دیکھیں پھر انکو بلائیں کہ آپ ذرا ٹھہریئے یہ نہیں، یہ بھی ان کو نہ محسوس ہو کہ آپ کوئی فرق کرتے ہیں۔

خواتین کا کردار بھی اس سلسلہ میں مردوں سے کم نہیں، بلکہ وہ زیادہ خدمت کر سکتی ہیں، اور ایسے دلوں کو وہ اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہیں، جن کو مرد نہیں لے سکتے، اس شعبہ میں زیادہ ضرورت ہے اور اس میں بڑی کمی ہے، ہمارے ہندوستان میں بھی بڑی کمی ہے، ان بہنوں کی، ان خواتین کی جو خدمت کر سکیں، اور بیماروں کو بہت نازک موقعوں پر سنبھال سکیں، مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ ہماری بہنیں بھی ادھر پیچھے بیٹھی ہوئی ہیں، اللہ برکت دے اور ان سے بہتر کام لے۔

میرے بزرگو اور دوستو! ایک بات اور آپ سے کہتا ہوں، حضرت عمرو بن العاصؓ نے جب مصر فتح کیا جو اس وقت دنیا میں تمدن کی چوٹی پر تھا، اور سرسبزی وشادابی میں بے نظیر تھا، حضرت عمرو بن العاصؓ نے وہ خوبصورت ترقی یافتہ متمدنی، حیوانی، انسانی، زمینی دولتوں سے بھرپور سرزمین فتح کی، لیکن ایک فاتح کو جو خوشی، جو اطمینان ہونا چاہیئے تھا، وہ ان کو نہیں ہوا، اس لئے کہ انہوں نے صحبتِ نبویؐ پائی تھی، قرآن مجید کے تدبّر اور صحبتِ نبویؐ کی برکت نے ان کی آنکھیں، بلکہ ان کا دل

ودماغ روشن کر دیا تھا، ان کو اللہ تعالیٰ نے فراستِ مؤمن عطا فرمائی، اور فراست ایمانی سے آگے ایک قدم فراستِ صحابیت عطا کی تھی، انھوں نے عرب مسلمانوں سے جو اس ملک کے فاتح اور حکمراں تھے، ایک بات کہی جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے "انتم فی رباط دائم" دیکھو یاد رکھو تمھیں یہاں کی زمین، فضا کی دل کشی ورعنائی یہاں کی دولتیں اور تمدن، اپنے میں مشغول نہ کرنے پائے، اور تم اس سر زمین میں کھو نہ جانا، تم اپنے کو پالو، اور حقیقت کو پالو، وہ کیا ہے "انتم فی رباط دائم" تم ہر وقت ایک اہم ناکہ پر کھڑے ہو، تم یہ نہ سمجھنا کہ تم نے قبطیوں کو شکست دی، اور رومن امپائر کے بہترین علاقہ پر تمہارا قبضہ ہو گیا، جزیرۃ العرب بالکل قریب ہے، اور یہاں تم نے پورے انتظامات کر لئے ہیں، اس پر تم دھوکہ نہ کھانا "انتم فی رباط دائم" تم ایسی جگہ کھڑے ہو کہ آنکھ جھپکی اور مارے گئے، تمھیں یہاں ہر وقت بیدار رہنا چاہئے، ہر وقت چوکنا رہنا چاہئے، تم ایک پیام کے علمبردار ہو، تم ایک دعوت لے کر آئے ہو، تم ایک سیرت لے کر آئے ہو، اگر دعوت سے تم نے غفلت کی تو تم مارے گئے، اور اگر تم نے اپنی سیرت کھو دی جو تم عرب سے لے کر آئے تھے، جو تم آغوشِ نبوت سے اور مرکز رسالت (مدینہ) سے لے کر آئے تھے، تو تمھیں کوئی برتری حاصل نہیں ہو گی، اگر تم نے کبھی یہ سمجھا کہ تم کھانے کمانے کے لئے یہاں آئے ہو، تم یہاں کی سر زمین سے یہاں کے حسن وجمال سے متمتع ہونے کے لئے آئے ہو، تم یہاں کے عیش و عشرت میں پڑ گئے، اور تم نے ذرا سی بھی غفلت کی، تو پھر تم پر کوئی رحم نہیں کھائے گا، تم یہاں بچ نہیں سکتے۔

آج سے ساڑھے چودہ سو برس پہلے جو بات عرب کے ایک سپاہی نے

www.abulhasanalinadwi.org

جو کسی دانشگاہ کا تعلیم یافتہ نہیں تھا، کہی تھی، آج وہی بات صادق ہے، آج بڑے بڑے اسلامی ملکوں میں یہ بات صادق ہے، کہ "انتم فی رباط دائم" آپ کی ذمہ داری ہے، اور ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ اُمَم کی حیات کشمکشِ انقلاب
(اقبالؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

عالمِ اسلام میں اعلیٰ تعلیم کا مقصد و منہاج

یہ تقریر ۱۲ر جولائی کو کراچی یونیورسٹی میں ہوئی، جلسہ میں یونیورسٹی کے اسٹاف اور طلبہ کے علاوہ ممتاز دینی، علمی، ادبی شخصیتیں، سیاسی رہنما، دینی اداروں کے ذمہ دار علماء اور ادب وصحافت سے تعلق رکھنے والے معروف اصحاب شریک تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالمِ اسلام میں اعلیٰ تعلیم کا مقصد و منہاج

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِیْن وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ رَسُوْلِہٖ الاَمِیْن.

علم ایک صداقت ہے

جناب وائس چانسلر صاحب، اساتذۂ جامعہ، طلبہ وطالبات اور برادرانِ عزیز! اگرچہ میں علم میں تقسیم کا قائل نہیں ہوں، اور میرا عقیدہ ہے کہ علم ایک اکائی ہے، جو بٹ نہیں سکتی، اس کو قدیم وجدید، مشرقی ومغربی، نظری اور عملی میں تقسیم کرنا صحیح نہیں، اور جیسا کہ علامہ اقبالؔ نے کہا ہے کہ؎

حدیثِ کم نظراں قصۂ قدیم وجدید

میں علم کی دینی اور دنیوی تقسیم کا بھی قائل نہیں ہوں، میں علم کو ایک صداقت مانتا ہوں یا ایک انسانی تجربہ جو کسی ملک وقوم کی ملک نہیں اور نہ ہونی چاہئے، میں زندگی کے دوسرے سرچشموں کی بھی جغرافیائی، نسلی، تاریخی یا سیاسی حد بندیوں کا قائل نہیں، میں علم کو ایک "**وحدت**" مانتا ہوں، اور جس کو کثرت کہا جاتا ہے، اس کثرت میں بھی مجھے وحدت نظر آتی ہے، علم کی وہ وحدت سچائی ہے، سچ کی تلاش ہے، علمی ذوق ہے، اور اس کو پانے کی خوشی ہے، اس کے باوجود میں جناب وائس چانسلر صاحب کا اور اس جامعہ کے ذمہ داروں کا شکر گذار

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں کہ انھوں نے آج ان عزیز طالب علموں اور چمنِ اسلام کے ان شگوفوں کو خطاب کرنے کے لئے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا ہے جس کا (صحیح یا غلط طریقہ پر حقیقتاً یا شہرت کی بنا پر) انتساب اور تعلق قدیم طرز تعلیم سے ہے، اس لئے میں وائس چانسلر صاحب کی وسیع النظری اور آپ کے جامعہ کی اس فراخ دامانی کا معترف ہوں کہ اس نے اس میں کوئی تفریق نہیں کی، میں علم، ادب، شاعری، فلسفہ، حکمت، کسی میں اس اصول کا قائل نہیں ہوں کہ جو اس کی "وردی" پہن کر آئے وہی "عالم" اور "دانشور" ہے، اور یہ مان لیا گیا ہے کہ جس کے جسم پر وردی نہ ہو وہ نہ مستحق خطاب ہے، نہ لائقِ سماعت، بد قسمتی سے ادب و شاعری میں بھی یہی حال ہے کہ جو ادب کی دوکان نہ لگائے اور اس پر ادب کا سائن بورڈ آویزاں نہ کرے اور ادب کی وردی پہن کر کے مشاعرے میں یا کسی ادبی محفل میں نہ آئے وہ "بے ادبی" کا مرتکب ہے، لوگوں نے ان پیدائشی ادیبوں اور شاعروں کا قصور بھی معاف نہیں کیا ہے جن کے جسم پر وہ وردی دکھائی نہیں دیتی ہو یا جن کو بد قسمتی سے ان وردیوں کے گودام سے کوئی وردی نہ مل سکی ہو، اگرچہ میں علم کی آفاقیت اور علم کی تازگی کا قائل ہوں، جس میں خدا کی رہنمائی ہر دور میں شامل رہی ہے، اگر خلوص ہے، اور سچی طلب ہے تو خدا کی طرف سے فیضان میں کمی نہیں، بہر حال یہ ایک جرأت مندانہ قدم ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ اس کی تقلید کی جائے، ہماری قدیم درسگاہوں میں جدید ماہرین کو دعوت دی جائے اور ہماری ان جامعات اور دانشگاہوں میں ان لوگوں کو یاد کیا جائے جنھوں نے خلوص کے ساتھ پڑھا ہے، اور انسانوں کے پیدا کئے ہوئے علمی اور ادبی ذخیرے سے فائدہ اٹھایا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

تعلیم کا اصل مقصد

حضرات میں شکر گذار ہوں کہ مجھے اس باوقار دانشگاہ میں ایک ایسے مجمع کے سامنے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا جارہا ہے جو کل اسی ملک کی نہیں بلکہ شاید دوسرے اسلامی ملکوں میں بھی کوئی اہم کردار ادا کر سکیں یا جن کے ہاتھ میں زمام کار آئے، کم از کم تعلیم و تربیت کی رہنمائی اور سربراہی کا ان کو موقع ملے۔

میں نے تعلیم کی غرض و غایت اور اس کے فائدہ و نتیجہ کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے، لیکن میں یہاں صرف ایک حوالہ دوں گا۔

مشہور برطانوی ماہر تعلیم (SIR PERCY NEINN) نے تعلیم کی بڑی جامع و بلیغ تعریف کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ :-

> "تعلیم کا بنیادی خیال جو پورے نظامِ تعلیم پر حاوی ہونا چاہئے یہ ہے کہ تعلیم اس کوشش کا نام ہے جو بچوں کے والدین اور سرپرست اس نظریۂ حیات پر (جس پر وہ عقیدہ رکھتے ہیں) اپنی نئی نسل کو تیار کرنے کے لئے کرتے ہیں "مدرسہ" کا فریضہ یہ ہے کہ وہ ان روحانی طاقتوں کو جو اس نظریۂ حیات سے وابستہ ہیں طالب علم پر اثر ڈالنے کا موقع دے اور وہ طالب علم کو ایسی تربیت دے جو اس قوم کی زندگی کے تسلسل و ترقی میں طالب علم کی دستگیری کرے اور اس کے ذریعہ وہ مستقبل کی طرف اپنا سفر جاری رکھ سکے۔"

میں نے تعلیم کی تعریف کے سلسلہ میں جو کوششیں دیکھی ہیں، اور جو عبارتیں میری نظر سے گزری ہیں ان میں میرے نزدیک یہ سب سے زیادہ جامع

www.abulhasanalinadwi.org

اور عملی تعریف ہے، تعلیم کیوں دی جاتی ہے ؟ اور تعلیم پر اعلیٰ صلاحیتیں اور قوم کی توانائیاں فیاضی کے ساتھ اور ایسے منظّم طریقے پر کیوں صرف کی جاتی ہیں ؟ کیا اس لئے کہ وہ تعلیم ایک خلیج پیدا کر دے اس قوم کے معتقدات مقاصد اور علمی تہذیبی سرمایہ اور ان چیزوں کے درمیان جو اس کو عزیز ہیں، جو خیالات اس کو عزیز ہیں، اور عزیز ہونے کے لئے شرط نہیں ہے، جو چیز جس کو عزیز ہو، یہاں یہ بحث نہیں اٹھائی جا سکتی کہ وہ چیزیں عزیز بنانے کے قابل ہیں یا نہیں، لیکن جو چیزیں اس کو عزیز ہیں، جو عقائد اس کو عزیز ہیں، جو خیالات اس کو عزیز ہیں، جو اقدار ویلوز (VALUES) اور جو تصورات ومعتقدات (CONCEPTION) اور جو افکار (IDIAS) اس کو عزیز ہیں، جو ذخیرہ اس کو اپنے اسلاف سے ملا ہے، تعلیم کا اصل فرض یہ ہے کہ وہ ان دونوں کے درمیان کوئی رشتہ پیدا کرے اور قوم کی نئی نسل کی طرف اس ذخیرہ کو منتقل کرے جو اس قوم کو عزیز ہے، اور جس پر اس کے اسلاف کی بہترین طاقتیں اور طویل ترین مدت صرف ہوئی ہے، اور جن کے لئے بعض اوقات وہ قوم نبرد آزما ہوئی اور اس نے اپنے جان کی، اپنی عزت کی، آبرو کی، بازی لگا دی ہے، یہاں یہ بحث بڑی بے موقع اور بڑی غیر ہمدردانہ بحث ہے کہ ان قوموں نے ان اقدار کے لئے کیوں جنگ کی، تعلیم یہ سرمایہ نہ صرف منتقل کرے اور طوطے کی طرح اس کو رٹا دے بلکہ اس کو اس کے قلب ودماغ میں جاگزیں کر دے، اس کا ذہن، اس کا ذوق اس کو قبول کر لے اور جذب کر لے، وہ اس کے لئے خارجی اور اجنبی چیز نہ ہو، بلکہ وہ اس کے لئے ایک داخلی چیز بن جائے، اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس کا مزاج بن جائے۔

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

میں سمجھتا ہوں کہ یہ تعریف بہت جامع ہے، لیکن جب ایسی ملت کا معاملہ ہو کہ وہ عقائد اور وہ اقدار اس کے اپنے بنائے ہوئے، اور پیدا کئے ہوئے نہ ہوں بلکہ ان کا سرچشمہ وحی الٰہی ہو، ان کا سرچشمہ کلام الٰہی ہو، ان کا سرچشمہ نبوت ہو، ان کا سرچشمہ وہ علم غیب ہو، اور وہ علم ازلی ہو جس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا، تب ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے، اب اگر کوئی نظامِ تعلیم یہ خدمت انجام دیتا ہے، شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر، اردای طریقے پر یا غیر ارادی طریقے پر، غفلت کی بنا پر، یا کسی بڑی سازش کے ماتحت، وہ سازش اس ملک کے اندر ہوئی ہو یا اس ملک کے باہر ہوئی ہو کہ اس نظام تعلیم کے ساختہ پرداختہ حضرات کا عقیدہ ان تمام عقادء اور اقدار سے اٹھ جائے یا متزلزل ہو جائے اس کی چولیں ہل جائیں، اور وہ دائمی شک میں، تردد میں مبتلا ہو جائیں، وہ ایک ذہنی کشمکش (MENTAL CONFLICT) میں مبتلا ہو جائیں اور انفرادی زندگی کی حد تک نہیں بلکہ یہ کشمکش (CONFLICT) افراد کی حدود سے تجاوز کر کے اس ملت کے میدانِ زندگی میں کارفرما ہو، وہ اس کو متاثر کر رہی ہو اور ایک بڑی خونریز کشمکش، ایک بڑی خونریز جنگ برپا ہو جائے اس تعلیم یافتہ نسل کے درمیان اور ان اقدار کے درمیان، ان مفاہیم کے درمیان اور ان عقائد کے اور خیالات کے درمیان، میں اسلام کو ایک ترکے (LEGACY) کی حیثیت سے نہیں مانتا اور اس کو اسلام کی بڑی تعریف نہیں سمجھتا اس لئے میں (LEGACY OF ISLAM) اور (HERITAGE OF ISLAM) پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان کا زیادہ قائل نہیں ہوں، میں اسلام کو ایک پیغامِ حیات سمجھتا ہوں، میں اسلام کو زمانہ کے ساتھ چلنے والا نہیں بلکہ زمانہ سے آگے چلنے والا، زمانہ کا رہبر، زمانہ کا رفیق اور شریکِ

www.abulhasanalinadwi.org

کارواں ہی نہیں بلکہ اس کا محتسب اور اتالیق (GUARDIAN) سمجھتا ہوں، اس لئے جب غیر ارادی طریقے پر یا اتفاقاً یا کسی سازش کے ماتحت کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ یہ نتیجہ پیدا کرے کہ اس کی نسل ان تمام اقدار کے بارے میں، ان تمام عقائد وخیالات کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جائے، اس کا یقین اس سے اٹھ جائے اور وہ ان کو ایک طفلِ تسلی یا ڈھکوسلا سمجھنے لگے یا کم سے کم اس کو ان اقدار پر اس طرح یقین نہ ہو کہ وہ ان کی حمایت کرے، سینہ سپر ہو، ان کے لئے کبھی نبرد آزما ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ تعلیم صرف انتشار کا باعث ہے۔

اسلامی ملک کا معاملہ زیادہ اہم ہے

جب میں یہاں آپ کے سامنے خطاب کر رہا ہوں تو میرے سامنے تمام اسلامی ممالک ہیں، میرے سامنے ترکی ہے، میرے سامنے مصر وشام وعراق ہیں، اور میرے سامنے مملکتِ سعودیہ عربیہ بھی ہے، جہاں ابھی چند ماہ پہلے ایک آل ورلڈ اسلامک ایجوکیشن کانفرنس (-ALL WORLD ISLAMIC EDUCA TION CONFERENCE) ہوئی تھی، جس میں یہاں سے احسان رشید صاحب اور اے کے بروہی صاحب بھی گئے تھے، میں ہندوستان کی طرف سے آیا تھا، وہاں میں نے جو پیپر (PAPER) پڑھا تھا، اس میں میں نے اس چیز کا اظہار کیا تھا کہ معاملہ کہیں زیادہ سنگین اور نازک ہو جاتا ہے، جب کسی اسلامی ملک کا معاملہ ہو، اسلامی ملک میں وہ مسلمان آبادی ہے، جو اپنی ایک شخصیت رکھتی ہے، ایک (PERSONALITY) رکھتی ہے، اس کی ایک ملی شخصیت ہوتی ہے، اس کے پاس ایک پیغام ہے، اس کو دنیا میں ایک فرض انجام دینا ہے، اگر تعلیم وہاں اس نسل میں انتشار پیدا کر دیتی ہے، اور صرف یہ خدمت انجام دیتی ہے کہ وہ نسل جب کسی

www.abulhasanalinadwi.org

جدید دانشگاہ سے پڑھ کر نکلتی ہے تو وہ اپنے معتقدات سے بیگانہ بن جاتی ہے، وہ ایک نئی قوم بن جاتی ہے جو کسی طریقے سے اس ملک میں فٹ نہیں ہو سکتی اور وہاں کے لئے وہ ایک اجنبی عنصر بن جاتی ہے، اس سے ایک نئی پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے، وہاں کی زندگی میں ایک نیا مسئلہ (PROBLEM) وجود میں آجاتا ہے، ایک نئی گرہ وہاں کے رشتۂ حیات میں پڑ جاتی ہے، وہ ملک یا وہ ملت جس کے معتقدات اور جس کے اقدارِ حیات اور نقطۂ فکر کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے، اگر وہاں کی تعلیم کا ثمرہ اور نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ایک ذہنی انتشار، ایک خونریز جنگ اور ایک زبردست کشمکش اس نئی نسل کے درمیان اور اس کے خاندانوں کے درمیان، اس معاشرہ کے درمیان جس کا اس سے تعلق ہے، ان نونہالوں اور نوجوانوں کے درمیان، اس کی پوری تاریخ اور پورے کارنامہ، اس کے منصب و مقام کے درمیان جو خدا نے اس کو عطا کیا ہے، اور مسلمان کا پیغام اور اس کے انجام دینے کا جو کام ہے، اس کے درمیان ایک کشمکش پیدا ہو جاتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی خدمت نہیں ہے، (SERVICE) بلکہ خدمتی (DISSERVICE) ہے۔

کسی اسلامی ملک کی جامعہ کا اولین فریضہ

آپ مجھے معاف کریں، میرا اشارہ کسی خاص جامعہ کی طرف اور کسی خاص جامعہ کے ذمہ داروں کی طرف نہیں ہے، میں بالکل اصولی حیثیت سے گفتگو کر رہا ہوں کہ ایک جامعہ جو کسی اسلامی ملک میں قائم ہو، اس کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ ان اقدار اور عقائد و خیالات پر اس تہذیب پر، اس پیغام پر، ان امتیازات و تشخصات پر یقین پیدا کرے جس کی وہ قوم حامل ہے اور وہ یقین محض عامیانہ یقین نہ ہو، ایک ایسے لے مین (Layman) کا یقین نہ ہو، ایک راستہ چلنے والے

آدمی (Man of street) کا یقین نہ ہو، بلکہ ایک پڑھے لکھے انسان کا، ایک اسکالر کا یقین ہو، جس کا دل جتنا مطمئن ہو، اسی درجہ اس کا دماغ بھی مطمئن ہو، یہ نہیں کہ۔ ے

"قلب او مومن دماغش کافر است"

جیسا اقبال نے ایک مغربی فلسفی کے متعلق کہا، جس طرح فرد اور جماعت کے درمیان کشمکش جائز نہیں، اسی طرح فرد کی زندگی میں فرد کے قلب و دماغ کے درمیان بھی کشمکش درست نہیں اور نہ اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، یہ کشمکش اگر کوئی جامعہ یا جامعہ کا نصاب یا جامعہ کا کوئی طریقہ کار اور نظام پیدا کرتا ہے تو یہ کشمکش اس ملک کے لئے خوش قسمتی نہیں بلکہ بد قسمتی ہے۔

قلب اور دماغ دونوں کا اطمینان ضروری ہے

آپ نے مجھے موضوع دیا ہے کہ اسلامی جامعات کا مقصد و منہاج کیا ہونا چاہیئے؟ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا سب سے بڑا مقصد و منہاج یہ ہے کہ وہ ان چیزوں پر یقین پیدا کرے، وہ یقین جو علم اور مطالعہ کے راستہ سے ہوتا ہے، وجدان کے راستہ سے ہوتا ہے، دماغ کے سکون کے راستہ سے ہوتا ہے، تقابلی مطالعہ کے راستے سے ہوتا ہے، اگر یہ یقین کسی شخص کو قلبی طور پر حاصل ہوجاتا ہے، لیکن اس کا دماغ اس سے مطمئن نہیں ہوتا، وہ اپنے دماغ کو بہلاتا رہتا ہے، پھسلاتا رہتا ہے، وہ اپنے دماغ کو بیدار نہیں ہونے دیتا، جسطرح بعض غیر مسلم ملتوں کا حال ہے کہ وہ اپنے مذہب کی بقا اور اپنے مذہب کی ترقی اس میں سمجھتی ہیں کہ علم کا شعور جاگنے نہ پائے، اس مذہب کے حاملین یا اس مذہب کے حلقہ بگوشوں کا شعور جاگنے نہ پائے، وہ اپنے شعور کی زندگی و بیداری میں اپنے مذہب کی موت سمجھتے ہیں، اسلئے

کلیسا اور علم (CHURCH & SCIENCE) میں وہ کشمکش پیش آئی جس کی خونریز کہانی اور دلدوز کہانی (CONFLICT BETWEEN RELIG-IONS & SCIENCE) ڈریپر کی مشہور کتاب میں آپ پڑھتے ہیں، یہ کشمکش اس لئے پیدا ہوئی کہ کلیسا کی بنیاد اس پر تھی کہ انسانی شعور جتنا سوتا رہے، اچھا ہے، اسے لوریاں دے کر اور سُلانا چاہئے، اور انسان کا علم جتنا محدود رہے، اچھا ہے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ وہ علم سے بالکل عاری اور محروم ہو، اس وقت تک مسیحیت کی زندگی ہے، اسی وقت تک بائبل پر ایمان راسخ ہوگا، عہدِ عتیق کی کتابیں بعض ایسی باتیں پیش کرتی ہیں کہ جن کی علم جدید تصدیق نہیں کرتا بلکہ اس کی نفی کرتا ہے، اس لئے کلیسا اپنی خیریت اسی میں سمجھتا تھا کہ مسیحی کا شعور بیدار نہ ہونے پائے، اور علوم ترقی نہ کریں، اس لئے وہ علم کی راہ روک کر کھڑا ہو گیا، علم کے لئے وہ سنگِ راہ ثابت ہوا بلکہ اہل کلیسا نے علم کو اپنا مد مقابل اور حریف سمجھ لیا، نتیجہ یہ نکلا کہ علم تو انسان کی فطرت کا ایک تقاضا تھا، علم تو انسان کے اندر کا ایک جذبہ تھا، علم تو خدا کی ایک نعمت تھی، علم تو دنیا کی ایک ضرورت تھی، علم تو خدا نے پھلنے پھولنے اور بڑھنے کے لئے پیدا کیا تھا، مٹنے اور مرجھانے کے لئے نہیں پیدا کیا تھا، صداقتیں مٹ نہیں سکتیں، نتیجہ یہ ہوا کہ کلیسا کو علوم کے مقابلہ میں اور لوگوں کے طلبِ علم اور شوقِ جستجو (CURIOSITY) کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے، یہ وہ منحوس واقعہ تھا جو اگرچہ مسیحی یورپ میں پیش آیا لیکن اس کا اثر تقریباً تمام دنیا اور تمام مذاہب پر پڑا اور بہت سے لوگوں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ علم و عقل اور علم و مذہب کی ترقی ساتھ نہیں چل سکتی، تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے مجھے افسوس کے ساتھ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ تھوڑے وقفے کے لئے بعض اسلامی ملکوں میں بھی یہ غلط

خیال پیدا ہوا، لیکن اسلام چونکہ اس سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا، اسلام کی روح اس کی منکر اور اس سے باغی ہے، اس لئے یہ چیز زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکی اور یہ مصنوعی کشمکش عالم اسلام میں قائم نہ رہ سکی، مسیحی یورپ کے اثر سے پیدا تو ہوئی، لیکن بہت جلد مغربی ممالک کا یہ سایہ دور ہو گیا۔

علم کی قسمت قلم سے وابستہ

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلامی یونیورسٹیوں اور ان اسلامی جامعات کا ایک فرض تو یہ ہے کہ علم و دین میں یہ خلیج پیدا نہ ہونے پائے جو مسیحی یورپ میں یا ان مذاہب میں جن کا علم و عقل کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں تھا، بلکہ وہ علم و عقل سے بچ کر اور کترا کر ــ بلکہ اس کی آنکھوں میں دھول ڈال کر پیدا ہوئے اور اسی حالت میں وہ پھلے پھولے، وہاں تو اس بات کی گنجائش ہو سکتی ہے، لیکن جس نے سب سے پہلے اپنے دین کا اور اپنی دعوت کا اور اپنے علم کا اعلان اس طرح کیا کہ :ـ

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ. الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ. (سورة العلق. ۱. ۵) (اے محمد) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے پیدا کیا جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔ جس نے اپنی وحی کی پہلی قسط میں اور اس بارانِ رحمت کے پہلے چھینٹے میں بھی اس قلم کو، اس حقیر قلم کو فراموش نہیں کیا، جس نے اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا کہ علم کی قسمت قلم سے وابستہ ہے، غارِ حرا کی اس تنہائی میں جہاں ایک نبی اُمّی اللہ کی طرف سے دنیا کی ہدایت کے لئے پیغام لینے گیا تھا، اور جس کا یہ حال تھا کہ اس نے قلم کو حرکت دینا خود نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

سیکھا تھا، جو قلم کے فن سے واقف نہیں تھا، آپ خیال کیجئے کیا دنیا میں، دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر کہیں مل سکتی ہے، اور اس بلندی کا تصور ہو سکتا ہے کہ نبی اُمّی پر، ایک اُمتِ اُمّی کے درمیان ایک ایسے ملک کے درمیان کہ جہاں علم کا ہنر عام نہیں تھا، جامعات اور دانشگاہیں، درسگاہیں تو بڑی چیز ہیں، جہاں حرف شناسی بھی نہیں تھی، وہاں اس نبی پر وحی نازل ہوتی ہے، اور پہلی بار وحی نازل ہوتی ہے، اور آسمان وزمین کا رابطہ صدیوں کے بعد قائم ہوتا ہے، اس کی ابتدا ''اُعبد'' سے نہیں اس کی ابتدا ''صل'' سے نہیں بلکہ اس کی ابتدا ہوتی ہے ''اِقرأ'' سے جو خود پڑھا ہوا نہ تھا، اس پر جو وحی نازل ہوتی ہے، اس میں اس کو خطاب کیا جاتا ہے کہ ''اِقرأ'' اس لئے کہ تمہیں جو اُمت دی جانے والی ہے، وہ اُمت صرف علم کی سچی طالب نہ ہوگی بلکہ وہ علم آموز ہوگی، وہ علم کی اس دنیا میں اشاعت کرنے والی ہوگی، جو دَور تمہیں دیا جاتا ہے، اصلاح اور ہدایت کا، جو دَور تمہارے حصّے میں آیا ہے، وہ دَور اُمیّت کا دَور نہیں ہوگا، وہ دَور وحشت کا دَور نہیں ہوگا، وہ دور جہالت کا دور نہیں ہوگا، وہ دورِ علم دشمنی کا دور نہیں ہوگا، وہ دور تخریب کا دور نہیں ہوگا، وہ دَور علم کا دَور ہوگا، عقل کا دور ہوگا، حکمت کا دور ہوگا، تعمیر کا دور ہوگا، انسان دوستی کا دور ہوگا، وہ دور ترقی کا دور ہوگا، اس لئے پہلی بار دنیا میں، مذاہب کی تاریخ میں پہلا تجربہ تھا (اگر اس کو تجربہ کہنا صحیح ہو) کہ اس نبی اُمّی پر ایک اُمّی قوم کے درمیان جو وحی نازل ہو رہی ہے، اس کی ابتدا ہوتی ہے ''اِقرأ'' ﴿پڑھو﴾ سے ''بِاسمِ ربّکَ الّذی خلق'' بڑی غلطی یہ تھی کہ علم کا رشتہ رب سے ٹوٹ گیا تھا، اس لئے علم سیدھے راستے سے ہٹ گیا تھا، اس لئے اس ٹوٹے ہوئے رشتہ کو یہاں جوڑا گیا، جب علم کو یاد کیا گیا، علم کو یہ عزت بخشی گئی تو اس کے ساتھ یہ بھی متنبہ کیا گیا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

اس علم کی ابتدا اسم رب سے ہونی چاہیے، اس لئے کہ یہ علم اس کا دیا ہوا ہے، اس کا پیدا کیا ہوا ہے، اور اس کی رہنمائی میں یہ متوازن ترقی کر سکتا ہے، یہ جو جملے میں سنا رہا ہوں یہ دنیا کی سب سے بڑی انقلاب آفریں، انقلاب انگیز اور صاعقہ آسا آواز ہے، جو ہماری دنیا کے کانوں نے سنی تھی، جس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا، اگر دنیا کے ادیبوں اور دانشوروں کو یہ دعوت دی جاتی کہ آپ لوگ قیاس کیجئے اور یہ بتائیے کہ جو وحی نازل ہونے والی ہے، اس کی ابتدا کس چیز سے ہوگی؟ اس میں کس چیز کو اوّلیت دی جائے گی؟ تو میں سمجھتا ہوں کہ ان میں سے ایک آدمی بھی جو اس اُمّی قوم اور اس کے مزاج اور دماغ سے واقف تھا، وہ سب کچھ کہہ سکتا تھا، لیکن یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ جو پہلی وحی نازل ہوگی وہ "اِقْرَأْ" کے لفظ سے شروع ہوگی، پڑھو "اِقْرَأْ" قرأت کا لفظ ہے یہاں خالص علم کا بھی لفظ نہیں ہے، یعنی اس کا تعلق کاغذ سے بھی ہے، اس کا تعلق نقوش سے بھی ہے، اور اس کا تعلق قلم سے بھی ہے، وہ علم نہیں جو لدنّی طریقہ پر آتا ہے بلکہ وہ علم جو قلم کے ساتھ ہے، کاغذ کے ساتھ ہے، صحیفوں کے ساتھ ہے، کتب خانوں کے ساتھ ہے، تجربوں کے ساتھ ہے، ذہانتوں کے ساتھ ہے، "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ".

یہ دین علم سے الگ نہیں ہو سکتا

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس دین کا مزاج بتا دیا گیا کہ یہ دین کبھی علم سے الگ نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ سب سے پہلے جو پیغام دیا گیا اس میں خود کہا گیا کہ "پڑھو" تو مسلمان بے پڑھے کیسے رہ سکتے ہیں، وہ مسلمان حقیقی مسلمان نہیں جو علم سے اپنا رشتہ توڑ لے وہ اسلام کا صحیح نمائندہ ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، پہلی بات تو یہ انقلاب انگیز دعوت کہ "اِقْرَأْ" پڑھو باسم ربّك الّذی خلق" اپنے

رب کے نام سے پڑھو، اس کی رہنمائی میں یہ سفر شروع کرو، اس لئے کہ یہ سفر بہت طویل ہے، بہت پُر پیچ ہے، پُر خطر ہے، قدم قدم پر قافلے لوٹنے والے ہیں، قدم قدم پر بڑی کھائیاں ہیں، قدم قدم پر گہرے دریا ہیں، قدم قدم پر سمندر ہیں، قدم قدم پر سانپ اور بچھو ہیں، اس لئے اس میں ایک رہبر کامل کی رفاقت ہونی چاہئے، اور وہ رہبر کامل حقیقتاً خدا کی ذات ہے، اس لئے "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ" پڑھو لیکن وہ مجرد علم نہیں، وہ علم نہیں جو بیل بوٹے بنانے کا نام ہے، وہ علم نہیں جو محض کھلونوں کا نام ہے، وہ علم نہیں جو محض دل بہلانے کا نام ہے، وہ علم نہیں جو ایک کو دوسرے سے لڑانے کا نام ہے، وہ علم نہیں جو قوموں سے ٹکرانے کا نام ہے، وہ علم نہیں جو زبان کو صرف استعمال کرنا سکھاتا ہے بلکہ "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ" پڑھو، تمہارا رب بڑا کریم ہے، وہ تمہاری ضرورتوں سے، تمہاری کمزوریوں سے کیسے ناآشنا ہو سکتا ہے؟ "اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ" آپ خیال کیجئے کہ قلم کا رتبہ اس سے زیادہ کس نے بڑھایا ہوگا کہ اس غارِ حرا کی پہلی وحی نے بھی وہ قلم جو شاید ڈھونڈنے سے بھی مکہ میں کسی گھر میں نہیں ملتا، مجھے اس میں شک ہے کہ وہ قلم اگر آپ اسے تلاش کرنے کے لئے نکلتے تو معلوم نہیں کس ورقہ بن نوفل کے گھر میں ملتا یا فلاں کاتب کے یہاں جو عجم سے کوئی چیز سیکھ کر آیا ہو، اس کے گھر میں ملتا اور وہ قلم جس کا استعمال عربی شاعری میں بھی بہت کم ہے، آپ اگر عرب شعراء کے دیوان پڑھیں، پڑھتے ہی چلے جائیں تو اس میں قلم کا نام آپ بہت کم پائیں گے۔

سب کا خلاصہ، "عَلَّمَ الانسان مالم یعلم"

www.abulhasanalinadwi.org

اور پھر ایک بہت بڑی انقلاب انگیز اور لافانی حقیقت بیان کی کہ علم کی کوئی انتہا نہیں "عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ" سائنس کیا ہے ؟ "عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ" ٹیکنالوجی کیا ہے ؟ "عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ" انسان چاند پر جارہا ہے یہ کیوں ؟ "علم الانسان مالم یعلم" یہ جو خلا کو ہم نے طے کرلیا ہے، اور ہم نے دنیا کی وسعتیں سمیٹ لی ہیں، اور دنیا کی طنابیں کھینچ لی ہیں، اور سورج کی شعاعوں کو بقول اقبال کے گرفتار کرلیا ہے، اور ستاروں کے درمیان اپنی رہ گذر پیدا کی ہے، کیا ہے "عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ" علم اشیاء کی جہانگیری۔

تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ جس امت کی اور جس پیغام کی بنیاد قرأت سے پڑی، فن قرأت سے پڑی اور قلم کے ذکر سے پڑی، اس ملت کا، اس قوم کا، اس امت کا ساتھ کبھی قلم سے نہیں چھوٹ سکتا، ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اب اس امت کے لئے جو دانشگاہ تعمیر کی جائے، جو نظامِ تعلیم مرتب کیا جائے، اس میں جو بنیادی چیز ہو، جو اصل کارفرما اور رہنما اصول ہے، وہ یہ ہے کہ یہ علم یہ نظامِ تعلیم ان اقدار پر، ان حقائق پر ان عقائد پر، ایمان کو راسخ کرے اور یہ پختگی صرف دل کی راہ سے نہیں بلکہ دماغ کی راہ سے بھی ہو، یعنی دل و دماغ دونوں مطمئن ہونے چاہئیں، اگر دل و دماغ دونوں مطمئن نہیں ہیں تو فرد کی زندگی میں کشمکش پیدا ہوگی، اور یہ کشمکش پھر وسیع ہوتی جائے گی، پہلے وہ اپنے اندر ایک دوسرے سے دست بگریباں پھر جماعت سے دست بگریباں ہوگا، نئی نسل اپنے معاشرہ سے دست بگریباں ہوگی، اپنے دین سے دست بگریباں ہوگی اور بہترین توانائیاں اس نسل کی اس ملبے کو مٹاتے میں، اس کھنڈر کو دور کرنے میں صرف ہوں گی، پہلے اس ملبے کو ہٹاؤ پھر اس کے بعد تعمیر کرو اور تمام

www.abulhasanalinadwi.org

توانائیاں اس پر صرف ہو جائیں گی، ہماری بعض مسلم قوموں کے رہنماؤں نے اس طریقہ پر کام کرنا شروع کیا کہ پہلے ماضی کا ملبہ ہٹائیں، پہلے حقائق وعقائد کا ملبہ ہٹائیں پھر اپنی دعوت پیش کریں، اس میں ان کی عمر بیت گئی، اور ان کو جو وقت دیا گیا تھا، کام کرنے کا وہ ختم ہو گیا، اور وہ اس میں کامیاب نہیں ہوئے، تو جامعات کا اصل مقصد یہ ہے کہ ان عقائد اور حقائق پر یقین کو اُستوار کریں، اور صرف قلب کی راہ سے نہیں بلکہ دماغ کی راہ سے بھی کہ ایک طرف دل ان کا حلقہ بگوش ہو اور ان کو اپنی تہہ میں اپنی گہرائی میں جگہ دے تو دوسری طرف دماغ کا کام یہ ہو کہ وہ ان کے لئے دلائل فراہم کرے اور وہ بھی اس طرح مطمئن ہو جس طرح سے دل مطمئن ہو، اس لئے اس نظامِ تعلیم کی سب سے بڑی کامیابی یہ سمجھتا ہوں، خاص طور سے مسلمانوں کے سلسلہ میں کہ وہ ان حقائق پر، ان اقدار پر، اس نسل کا، اس تعلیم یافتہ نسل کا، ان اسکالرس کا، ان یونیورسٹی گریجویٹس کا، فلاسفرس کا، مفکرین کا یقین مظبوط کر دے، اور ان کو اس قابل بنادے کہ وہ دماغ سے ان کے لئے دلائل فراہم کریں، دنیا میں جو علمی ذخیرہ پرانا یا نیا پھیلا ہوا ہے، وہ اس کو اپنے اس دعوے کے ثبوت میں، یا اپنے اس مقصد کی تکمیل میں استعمال کر سکے، اور استعمال کرنے کا سلیقہ رکھے، میرے نزدیک ایک جامعہ کی بہترین تعریف یہ ہے۔

سیرت سازی

جامعات کا دوسرا کام سیرت سازی ہے، یونیورسٹی ایسا کیریکٹر بنائے جو اپنے ضمیر کو بقول اقبال ایک کفِ جو کے بدلے میں بیچنے کے لئے تیار نہ ہو، آج کل کے خلافِ اسلام فلفسے اور نظام یہ سمجھتے ہیں کہ اس بازار میں سب کی قیمت مقرر ہے، وہ اگر کم قیمت پر نہیں خرید اجا سکتا تو زیادہ قیمت پر خرید لیا جائے گا، ایک

www.abulhasanalinadwi.org

جامعہ کی حقیقی کامیابی یہ ہے کہ وہ سیرت سازی کا کام کرے، وہ کیریکٹر بنائے وہ ایسے صاحبِ علم افراد پیدا کرے جو اپنے ضمیر کا سودا نہ کر سکے، جن کو دنیا کی کوئی طاقت کوئی تخریبی فلسفہ، کوئی غلط دعوت، کوئی حکومت ان کو کسی دام خرید نہ سکے اور جو یہ کہہ سکیں کہ ؎

بر دایں دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقار ابلند است آشیانہ

اور اقبال نے کہا ہے ؎

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

دوسرا فرض یہ ہے کہ ہماری جامعات سے ایسے نوجوان نکلیں جو اپنی زندگیاں وقف کردیں، جو قربانی کے لئے تیار ہوں، جن کو کسی کے لئے بھوکے رہنے میں لذت آئے جو پیٹ بھر کر کھانے اور نائے ونوش (Life enjoy) میں آتی ہے، جن کو کھونے میں وہ لذت آئے جو بعض اوقات کسی کو پانے میں نہیں آتی، جو اپنی جوانی کی بہترین توانائیاں اور ذہن کی بہترین صلاحیتیں اور اپنے جامعہ کا بہترین عطیہ جس سے ان کی جھولی بھر دی گئی ہے، ملت کی سربلندی کے لئے، دین کی سربلندی کے لئے، اپنے ملک کو بچانے کے لئے صرف کرے، ایک باعزت ملک، باعزت ملت، صاحبِ پیغامِ ملت بنانے میں صرف کرے، یہ

www.abulhasanalinadwi.org

دو چیزیں ہیں، ایک تو یہ کی دل ودماغ کو وہ غذا دی جائے، وہ روشنی دی جائے، کہ جس سے دل ودماغ دونوں مل کر باہمی تعاون Co-operation کے ساتھ، ایک دوسرے کی رفاقت کے ساتھ ان حقائق اور عقائد پر ایمان کو پختہ کریں، اور دوسروں کو سمجھنے، قائل ہونے کا موقع دیں اور انھیں مطمئن کریں۔

آپ یہ دیکھیں کہ آپ اعلیٰ صلاحیت کے لوگ کتنی تعداد میں پیدا کر رہے ہیں، میں صفائی سے کہتا ہوں اب کسی ملک کی یہ تعریف نہیں کہ وہاں کتنی یونیورسٹیاں ہیں، یہ کوتاہ نظری اب بہت پرانی ہو گئی ہے، بلکہ قابلِ قدر بات یہ ہے کہ علم کے شوق میں، ریسرچ کی راہ میں اور علم کے پھیلانے کے جذبہ سے کتنے آدمی اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں، اپنی قوم کو صاحبِ شعور، مہذب اور باضمیر قوم بنانے کے لئے کتنی تعداد میں وہ نوجوان موجود ہیں، جو اپنی ذاتی سربلندی اور ترقی سے آنکھیں بند کر کے اس مقصد کے لئے اپنے کو وقف کرتے ہیں، اصل معیار یہ ہے، اور یہی معیار ہونا چاہیے، کتنے نوجوان ایسے ہیں کہ جو دنیا کی تمام آسائشوں اور ترقیوں سے آنکھیں بند کر کے کسی گوشہ میں ٹھوس علمی کام کر رہے ہیں، ملت کی سربلندی کے لئے یا کسی نظریہ کی دریافت کے لئے یا کسی علمی تحقیق کے لئے اور اپنے ملک کو طاقتور بنانے کے لئے۔

یہی دو حقیقی مقصد ہیں، باقی صرف پڑھا لکھا دینا اور ملازمت کے قابل بنا دینا میں سمجھتا ہوں، اب کسی جامعہ کے لئے قابلِ تعریف نہیں، اور میں پورے یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے وائس چانسلر اور جو اس جامعہ کی رہنمائی کرنے والے ہیں، وہ اس پوزیشن کو قبول کرنے پر تیار نہ ہوں گے، کہ ہماری جامعہ کا مقصد صرف یہ رہ جائے کہ پڑھے لکھے نوجوان ہزاروں کی

www.abulhasanalinadwi.org

تعداد میں پیدا ہو جائیں اور محکموں کارخانوں اور دکانوں میں فٹ ہو جائیں اور پتہ نہ چلے کہ وہ کہاں گئے۔

مقصودِ ہنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے

اس جامعہ کا مقصد جو ایک ایسے نازک ملک میں، ایسے نازک دور میں قائم ہوا ہے، یہی ہونا چاہئے کہ وہ اس انتشار کو رفع کرے جو تمام ممالک اسلامیہ میں تقریباً سو برس سے نمایاں ہے، جب مغربی تہذیب اور مغرب کی سیاسی یلغار شروع ہوئی تو اس وقت ہمارے عقائد اور حقائق کی بنیادیں ہل گئیں، اور ایک ایسی ذہنی کشمکش پیدا ہوئی کہ اس پر بہترین توانائیاں داعیانِ مذہب کی صرف ہو رہی ہیں، اور یہ ایک ایسی غیر فطری صورتِ حال ہے کہ جس کو جلد ختم ہونا چاہئے، اب توانائیاں خالص تعمیری مقاصد اور ملک کی حفاظت وترقی پر صرف ہونی چاہئیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ادب، شاعری، فنونِ لطیفہ، حکمت، فلسفہ، تصنیف وتالیف سب کا مقصد یہ ہے کہ آپ میں زندگی، نیا یقین پیدا ہو اور آپ کے ذریعہ سے ملت میں ایک نئی زندگی پیدا ہو۔

میں اس وقت شاعر اسلام ڈاکٹر محمد اقبال کے شعر پڑھوں گا جو انہوں نے اگرچہ کسی ادیب یا شاعر سے مخاطب ہو کر کہا، لیکن یہ ہم پر پوری طرح صادق آتے ہیں ؎

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ سمجھے وہ نظر کیا

شاعر کی نوا ہو کہ مُغنّی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا

مقصودِ ہنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا

آج ملتِ اسلامیہ پاکستان کو ایک ضرب کی ضرورت ہے، اس لئے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

قوموں کی کشتی اس کے بغیر ساحل تک نہیں پہنچ سکتی، جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں، وہ ایک معجزہ کے طالب ہیں، یہ معجزہ اسلام کے ابدی پیغام میں مضمر ہے۔

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا؟

اس وقت پورے برصغیر کو ایک ضرب کلیمی کی ضرورت ہے، بلکہ تمام عرب اور اسلامی ملکوں میں بھی زندگی کی نئی روح پیدا کرنے کی ذمہ داری پاکستان پر ہے، اسلام کے عقائد و حقائق پر ایک نیا یقین، ایک نیا اعتماد، ایک نیا سرور، ایک نیا نشہ، ایک نیا ولولۂ عمل، نئی جرأتِ اندیشہ، ایک نئی لذتِ کردار، ایک نیا جذبِ دروں پیدا کرے، جس سے ان اونگھتی سوتی قوموں، آمادۂ زوال قوموں، ان مرتعش قوموں کو جن کے قدم بھی ڈگمگا رہے ہیں، ان کو نئی زندگی، نئے جوش سے آشنا کریں، آپ کی ذمہ داری صرف آپ تک محدود نہیں ہے، برصغیر کے مسلمان تعداد کے لحاظ سے تمام عالم اسلام پر فائق ہیں، آپ فکری طور پر عالمِ اسلام کی رہنمائی کے لئے آگے بڑھیں، اور اسلام پر اعتماد پیدا کریں، اور یہ ثابت کریں کہ سائنس اور ٹکنالوجی کے دور میں اسلام چل سکتا ہے، پاکستان ایک معمل ایک تجربہ گاہ ہے جو یہ ثابت کرے گا کہ اسلامی نظریات اس دور میں چل سکتے ہیں، اور کامیاب ہو سکتے ہیں۔

آخر میں میں وائس چانسلر صاحب اور آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے پوری سنجیدگی اور توجہ کے ساتھ میری باتیں سنیں۔

وما علینا الا البلاغ.

www.abulhasanalinadwi.org

اس ملک کی قسمت اسلام سے وابستہ ہے!

یہ تقریر ۱۶/ مارچ ۱۹۸۴ء کو جمعہ کے
خطبہ سے پہلے ڈھاکہ کی مرکزی جامع
مسجد بیت المکرم میں کی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس ملک کی قسمت اسلام سے وابستہ ہے!

حمد و صلوٰۃ کے بعد!

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (سورة آل عمران ۱۰۳)

اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالدی اور تم اسکی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے، تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا اس طرح خدا تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

میرے عزیز بھائیو! اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اللہ نے ایک جگہ اتنے مسلمان بھائیوں کی شکلیں ہمیں دکھائیں، پہلے مسلمان کے دیکھنے کو

www.abulhasanalinadwi.org

آنکھیں ترستی تھیں، اور دنیا میں کلمہ گو اتنے کم تھے کہ انگلیاں اٹھتی تھیں، کہا جاتا تھا کہ وہ مسلمان جارہا ہے، یہ مسلمان ہے، اب خدا کے فضل وکرم سے مسلمانوں کا ایک سمندر ہے، اس وقت جبکہ میں آپ سے باتیں کررہا ہوں، جمعہ کی اس مبارک ساعت میں کتنی جگہ کتنے مسلمان مسجدوں میں اپنے مالک کے سامنے سر جھکانے کے لئے اور جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے جمع ہوں گے۔

لیکن ہم کو اور آپ کو بھی اس کا احساس ہونا چاہئے کہ اللہ نے ہم کو کیا دولت عطا فرمائی ہے، کلمہ نصیب ہونا، اللہ اور اس کے رسول پر صحیح طور پر ایمان اور توحید کی دولت کا نصیب ہونا، یہ دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے، ہفت اقلیم کی سلطنت کلمہ شہادت پر قربان کردینے کے قابل ہے، ایمان کی قیمت یہ ہے کہ اگر ساری دنیا کی سلطنت ایک طرف رکھی جائے، اور مسلمان سے کہا جائے کہ یہ سلطنت تم کو مل سکتی ہے، لیکن ایمان سے محروم ہونا پڑے گا، تو اس کی چیخ نکل جائے، وہ یک لخت بے ہوش ہوجائے کہ مجھ سے کیا گناہ ہوا تھا، کہ یہ کہا جارہا ہے کہ تم کو سلطنت دی جائے گی، ایمان لیا جائے گا۔

ایک زمانہ میں ترکی میں قانون بن گیا تھا کہ ترکی ہی میں اذان دی جائے، عربی میں اذان نہ دی جائے، ترک تڑپ تڑپ کر رہتے تھے کہ ہم عربی میں اذان سننے سے محروم ہیں، ترکوں نے بتایا کہ جب پہلی مرتبہ عربی میں اذان ہوئی۔ اور اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الاّ اللہ اشہد ان لا الٰہ الاّ اللہ، اشہد انّ محمداً رسول اللہ اشہد انّ محمداً رسول اللہ، کی آواز ان کے کان میں پڑی تو ترک دیوانے ہوگئے، اور سڑکوں پر خوشی کے مارے ناچنے لگے، لوگ کہتے تھے کہ ہزاروں دنبے اس خوشی میں ذبح کئے گئے کہ اللہ نے ہمیں دنیا سے رخصت

www.abulhasanalinadwi.org

ہونے سے پہلے ہمارے نبی کی زبان کے یہ الفاظ انہیں کی زبان میں سننے کا موقعہ دیا، میں نے قسطنطنیہ میں جامع سلیمانی میں نماز پڑھی جو وہاں کی سب سے بڑی مسجد ہے اور دوسری مسجدوں میں بھی نماز پڑھی، میں نے دیکھا کہ فرض نماز کے بعد پہلا لفظ جو ترکوں کی زبان سے نکلتا ہے وہ "علی نعمة الإسلام الحمد لله" ہے، یعنی اسلام کی نعمت پر خدا کا شکر ہے، میں نہیں کہتا کہ آپ بھی یہ کہیں، علماء اس کو صحیح نہیں قرار دیں گے، ہمیں وہی کہنا چاہئے جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا، اور جو کلمات احادیث میں آئے ہیں، لیکن ترکوں کی یہ ادا مجھے پسند آئی کہ ان کو اس بات کا احساس ہے کہ اللہ نے ان کو اسلام کی شکل میں سب سے بڑی نعمت عطا فرمائی ہے۔

میرے بھائیو، میرے عزیز دوستو! اس پر فخر کرو اور شکر کرو، اور اس وقت تک تمہاری خیریت اور اس ملک کی خیریت ہے، جب تک تم سب سے زیادہ اسلام پر فخر کرو گے، تم دنیا کی ہر چیز سے دست بردار ہونے اور اس کی قربانی کے لئے تیار رہو، لیکن اسلام کی نعمت سے محروم ہونا، ایک منٹ کے لئے گوارہ نہ ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا

(سورۃ آل عمران ۱۰۳)

اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالدی اور تم اسکی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے، تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا

اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے،

www.abulhasanalinadwi.org

ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے "فألّفَ بین قلوبکم " اللہ نے تمہارے دل ملا دیئے "فاَصْبَحْتمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَاناً" تم اللہ کے احسان و فضل سے بھائی بھائی بن گئے، بتاؤ کہاں اس طرح بڑا اور چھوٹا، امیر غریب صدر اور عام شہری کاندھے سے کاندھا ملا کر بیٹھتا ہے، ہے کوئی جگہ دنیا میں ایسی کہ جہاں محمود وایاز کی تفریق نہ ہو، جب مسجد میں گئے سب ایک ہو گئے، تو "فاَصْبَحْتمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَاناً "

آج تاریخ میں ان جھگڑوں کا پورا ریکارڈ نہیں ہے، جو جھگڑے پہلے دنیا میں پائے جاتے تھے، نسل کے جھگڑے، رنگ کے جھگڑے، بڑے چھوٹے کے جھگڑے، طبقات کے جھگڑے، امیر و غریب کے جھگڑے، زمیندار اور کسان کے جھگڑے، زبانوں کے جھگڑے، تمدنوں کے جھگڑے، یہ سارے جھگڑے دنیا میں تھے، اور ایک دوسرے کا خون بہایا جارہا تھا "فاَصْبَحْتمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَاناً" پھر اللہ فرماتا ہے "و کنتم علیٰ شَفَا حُفرةٍ مّن النَّار فَانقَذَکمْ مّنها" تم جہنم کے گڑھے کے کنارہ کھڑے تھے، اللہ نے تم کو صاف بچالیا، یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے، اگر یہ دین نہ آتا، اگر اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو مبعوث نہ فرماتا، اگر خدا کے آخری نبیؐ نہ آتے تو ہمارے جہنم کے گڑھے میں پھاند پڑنے، کود پڑنے، جست لگانے میں کوئی کسر باقی نہیں تھی، آج آپ دیکھئے دنیا میں کیسے بڑے بڑے فلاسفر، کیسے بڑے بڑے دانشور، کیسے بڑے بڑے اسکالرس، حکومتوں کے کیسے کیسے سربراہ اسلام کی جیسی عام فہم (COMMON SENSE) سمجھ میں آنے والی چیز کے سمجھنے سے محروم ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو اور آپ کو اسلام کی دولت نصیب فرمائی، اس اسلام کے مقابلہ میں کسی متوازی (PARALLEL) چیز کسی فلسفہ، کسی تحریک، قومیت کے کسی نعرہ، کسی عصبیت کی دعوت کا اثر نہیں پڑنا چاہیے، بخاری شریف کی

www.abulhasanalinadwi.org

حدیث ہے "ثلاث من جمعهن فقد استكمل الايمان" تین باتیں ہیں، اگر کسی شخص نے ان کو جمع کر لیا تو اس کا ایمان مکمل ہو گیا، "ان يكون الله ورسوله احب إليه مما سواهما" ایک یہ کہ اللہ اور رسولؐ اس کے نزدیک ماسوی اللہ سے زیادہ محبوب ہوں، اللہ ورسول کے علاوہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں، سب سے زیادہ اللہ ورسول محبوب ہوں، اور ایک یہ کہ "وان يكره ان يعود الى الكفر كما يكره ان يقذف في النار" اس خیال سے کہ وہ کفر کی طرف واپس جا سکتا ہے اس کو ایسی تکلیف محسوس ہو، ایسی وحشت محسوس ہو جیسے کسی کو آگ میں پھینک دیئے جانے سے محسوس ہوتی ہے، بالکل طبعی وجسمانی PHYSICAL طریقہ پر، وہ اگر خواب میں دیکھ لے کہ وہ کوئی کفر کا کام کر رہا ہے، اسلام کو نقصان پہونچانے والا کوئی کام کر رہا ہے، وہ کسی سازش کا شکار ہو گیا ہے، وہ اللہ ورسولؐ کے خلاف کسی اور جھنڈے کے نیچے جا رہا ہے تو اس کی چیخ نکل جائے، سارے گھر کے لوگ جمع ہو جائیں اور کہیں خیریت ہے؟ خیریت ہے؟ آپ نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا؟ تو وہ کہے کہ ڈراؤنا خواب، ڈراؤنا خواب، کیا چیز ہے؟ میں نے ایسا بُرا خواب دیکھا کہ اللہ پھر کبھی نہ دکھائے، میں نے دیکھا کہ میرے گھر میں کفر کی پرچھائیں آ رہی ہیں، کفر کا سایہ آ رہا ہے، یہ وہ چیز ہے، جو انبیاء علیہم السلام کی وراثت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (سورة البقر ۱۳۳)

بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے، جب انہوں نے

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ توانہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے، اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔

کیا تم اس وقت موجود تھے جب سیدنا یعقوب علیہ و علی نبینا الصلاۃ والسلام کا اخیر وقت آیا، جب ان کے انتقال کا وقت آیا، تو ان کے سب بچے جمع ہو گئے، ان کے بیٹے، پوتے، نواسے، ماشاء اللہ ان کی بڑی عمر تھی، ان کا کنبہ بڑا تھا، بہت بڑا پریوار تھا، سب جمع ہو گیا تو انہوں نے کیا کہا؟ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ بیٹو! میں نے اتنی دولت جمع کی ہے، اتنی دولت زمین میں گاڑی ہے فلاں جگہ سے نکال لینا، انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میرا فلاں فلاں پر قرض ہے، اس سے وصول کر لینا، انہوں نے وہ نہیں کہا جو سب سے اچھی اور ہلکی بات ہو سکتی تھی کہ دیکھو مل جل کر رہنا، اتحاد اور اتفاق کے ساتھ رہنا، اگر وہ یہ کہہ دیتے تو کوئی بُری بات نہیں تھی، لیکن انہوں نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا کہ میرے بیٹو! میرے جگر کے ٹکڑو! تم مجھے یہ بتا دو کہ "مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ" میری آنکھ بند ہونے کے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ میری پیٹھ قبر سے نہیں لگے گی، جب تک کہ مجھے یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ انہوں نے کہا کہ ابا جان! دادا جان، نانا جان، یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، یہ بھی کوئی ڈرنے کی بات ہے، ہماری رگوں میں ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اسحاقؑ، یعقوبؑ کا خون ہے، آپ نے ہمیں شرک سے نفرت دلائی، کفر سے نفرت دلائی، ہم مر جانا گوارہ کریں گے، لیکن کفر و شرک میں مبتلا ہونا، پسند نہیں کریں گے، آپ اطمینان سے دنیا سے جائیے "نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ آبَائِكَ" ہم آپ کے معبود کی پرستش کریں گے، آپ کے بزرگوں، آپ کے پُرکھوں، آپ

www.abulhasanalinadwi.org

کے باپ، چچا، دادا کے معبود (اللہ) کی ہم پرستش کریں گے "اِلٰهك واله آبا ئك ابراهيم واسماعيل واسحٰق اِلٰهاً واحداً ونحن له مسلمون "۔ہم سب اس کے فرماں بردار ہیں، تب انکو اطمینان ہوا۔

یہی ہر مسلمان کی شان ہونی چاہئے، اپنے متعلق بھی ہمیشہ ڈرتا رہے، اپنے ایمان کی خیر مناتا رہے، اپنے لئے دعا کرتا رہے کہ ہمارا ایمان سلامت رہے، ہمارا خاتمہ ایمان پر ہو، اور اپنی اولاد کے متعلق بھی اطمینان حاصل کرلے کہ یہ ہماری زندگی میں بھی اور ہمارے بعد بھی اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کے آستانہ پر سر نہیں جھکائے گی، یہ اطمینان گارنٹی (GUARANTEE) سب سے زیادہ ضروری ہے، یہ گارنٹی آدمی کو حاصل کرلینی چاہئے، ایمان کے ساتھ کفر اور کفر کی چیزوں سے نفرت بھی ضروری ہے "فمن يكفر بالطاغوت ويؤمن بالله" اللہ تعالیٰ اس کو مقدم رکھتا ہے کہ جو سرکش شیطان کا انکار کرے گا، اور اس کو ٹھکرا دے گا، (REJECT) کردے گا، اور اللہ پر ایمان لائے گا، تو اس نے اللہ کے کڑے کو مضبوط پکڑ لیا تو "فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ" بھی ضروری ہے اور "لا اله الا الله" میں نفی پہلے ہے، اثبات بعد میں ہے، نہیں ہے کوئی معبود، نہیں ہے وہ جو پورے طور پر محبوب بنایا جائے "الا الله" پہلے نفی ہے، پھر اثبات ہے، ایسے ہی نفی و اثبات پر ہم کو بھی قائم رہنا چاہئے۔

بھائیو اور دوستو!

شکر کرو کہ اللہ نے تمہیں کتنا بڑا ملک دیا ہے، مسلمانوں کی اکثریت ہے، اس ملک کے لئے تقدیر الٰہی کا فیصلہ ہے، قضا و قدر کا فیصلہ ہے کہ یہ ملک مسلمان رہے، اور اس ملک کی خیریت اور سلامتی بھی اسی میں ہے، میں رسول اللہ ﷺ کے

www.abulhasanalinadwi.org

منبر کے قائم مقام منبر پر محراب میں بیٹھ کر مسجد میں آپ سے کہتا ہوں، یہ ملک کبھی خوش حال نہیں ہو سکتا، اس ملک میں کبھی خیریت نہیں رہ سکتی، اس ملک کی چول کبھی بیٹھ نہیں سکتی اگر اس نے اسلام کو چھوڑا، اپنے دل پر لکھ لیجئے، اس ملک کی سلامتی، اس ملک کی خیریت، اس ملک کی خوش حالی، اس ملک کی عزت اسلام سے وابستہ ہے، یہ ملک اسی وقت تک محفوظ رہے گا جب تک یہ مسلمان ہے، اگر اس نے خدانخواستہ اللہ کی اس نعمت کی ناشکری کی اور وہ جاہلیت کے کسی جھنڈے کے نیچے چلا گیا تو اس ملک کی خیریت نہیں، کوئی پروجکٹ PROJECT کوئی پلان PLAN کوئی باہر کی مدد AID اندر کی باہر کی سیکورٹی کوئی اس ملک کو بچا نہیں سکتی، اس ملک کی قسمت اسلام کے ساتھ وابستہ کر دی گئی ہے، سمجھنے والے اس بات کو سمجھ لیں اور لکھنے والے اس بات کو لکھ لیں، اگر کسی کی زندگی رہی اور خدانخواستہ وہ وقت آیا تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا، اور لوگ اس زمانہ کو یاد کریں گے، جب یہاں اسلام تھا، اس ملک کی تاریخ ہی میں نہیں اس ملک کی تقدیر میں بھی ہے کہ یہ مسلمان رہے۔

اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اللہ کا مطالبہ یہ ہے کہ "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّةً" یہ نہیں ہوتا کہ مسجد میں سر اندر کرو پاؤں باہر رکھو، یہ مسجد میں آنا نہیں ہوا مسجد میں آنا یہ کہ پورے جسم سے آجاؤ، اس طریقہ سے اسلام کے اندر بھی یہ نہیں ہے کہ آدھے آؤ، اور آدھے نہ آؤ، تہائی آؤ اور دو تہائی نہ آؤ، نہیں، پورے کے پورے آؤ، اسلام کے عقائد کو قبول کرتے ہوئے، اسلام کے شعائر کو قبول کرتے ہوئے، عبادات کو قبول کرتے ہوئے، احکام کو قبول کرتے ہوئے، اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرہ کو قبول کرتے ہوئے، اور اسلامی قانون کو قبول کرتے ہوئے، اسلام میں

www.abulhasanalinadwi.org

آؤ، جب ہی اسلام میں آنا معتبر ہے، تحفظات اور ریزرویشن RESERVATION کے ساتھ نہیں، ریزرویشن کے ساتھ اسلام میں کوئی نہیں آسکتا، اس کا اسلام قبول نہیں ہے "اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ." جب ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ سب حوالہ کردو، کہا "اسلمت لرب العالمین" میں نے سب کچھ اللہ کے حوالہ کردیا، ایسے ہی آپ کو بھی سب کچھ اللہ کے حوالہ کردینا چاہئے، اسلام کو ہر چیز پر مقدم رکھنا چاہئے۔

میرے دوستو اور بھائیو! اللہ تبارک و تعالیٰ کے سایۂ رحمت کے نیچے آجاؤ، پھر دیکھو اللہ تعالیٰ اس ملک کو کیسا نوازتا ہے "وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰىٓ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بستیوں والے اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرتے تو ہم ان پر آسمانوں اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے، دہانے کھول دیتے، اگر آپ لوگوں نے بھی اللہ کی نعمت کا شکر کیا اور اس کی نعمتوں کی دی ہوئی فرصتوں کی، سہولتوں کی ناقدری نہیں کی، اور ان لوگوں کا طرز عمل اختیار نہیں کیا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ" کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا، جنہوں نے اللہ کی نعمت کو، اس کے احسان کو، کفر سے بدل دیا، امن کو بدامنی سے، اتحاد کو انتشار سے، اعتماد کو بے اعتمادی سے بدل دیا، یہ مسلمان کی شان نہیں ہے کہ جب روز صبح اٹھے تو "ھل من جدید، ھل من جدید" پکارے، یہ مسلمان کا شیوہ نہیں ہے کہ روز نیا آئین ہو، روز نیا حاکم ہو، اللہ نے آپ کو امن کی دولت عطا فرمائی، رزق عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ایسی سر سبز، ایسی زرخیز زمین آپ کو دی ہے، کہ بہت سے ملکوں کو نصیب نہیں، کیسے کیسے گھنے جنگلات، پٹسن (جوٹ) کی کتنی افراط، سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ مسلمان یہاں اکثریت میں ہیں، ان

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کا اسلام سے تعلق مضبوط کیجئے، ان مسلمانوں میں خلوص پیدا کیجئے، گرم جوشی پیدا کیجئے، یہاں کی قوم میں ایمان کا جوش ہے، اس میں خلوص کا خزانہ ہے، اس میں محبت کا دفینہ ہے، اس میں ذہانت کے سوتے ہیں، ان سے آپ کام لیں، اور اس خلوص سے، اس صداقت سے ایک نئی طاقت پیدا کریں، آپ قدر کریں ان لوگوں کی جن کو اللہ تعالیٰ نے انتظام سپرد کیا ہے، ناشکری نہ کریں۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کو ہمیشہ اسلام کے دامن سے وابستہ رکھے، اور رسول عربی ہاشمی، مطلبی، قرشی ﷺ کے دامن سے وابستہ رکھے، اور اس کو اپنی تمام نعمتوں کا اور رزق کا مستحق بنائے، اور یہاں ہمیشہ امن وامان رہے، یہاں ہمیشہ باہمی اعتماد رہے، یہاں ہمیشہ محبت والفت رہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہہ دے
مسلماں سے حدیثِ سوز و سازِ زندگی کہہ دے

(علامہ اقبال رح)

www.abulhasanalinadwi.org

لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

یہ تقریر مدرسہ فرقانیہ ٹونک کے جلسۂ تعلیمی کے موقع پر ۱۸؍ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو کی گئی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍوَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ. بِیَدِکَ الْخَیْرُ. اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ. (آل عمران)

کہو کہ اے خدا (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے (اور) بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق بخشتا ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو! میرے لئے شہر ٹونک میں آکر یہاں کی گلیوں میں پھرنا اور یہاں کے آثار قدیمہ کو دیکھنا، ان اسلاف کی نشانیوں کو اپنی آنکھوں سے

www.abulhasanalinadwi.org

دیکھنا، اور پھر یہاں کے عزیزوں اور بھائیوں سے ملنا اور ان سے خطاب کرنا بڑا سخت امتحان تھا۔ کوئی بے حس سے بے حس انسان سوائے اس کے کہ جو پتھر کا دل رکھتا ہو وہی ایسا کر سکتا ہے کہ ایک ایسے شہر سے جس کے چپہ چپہ پر اس کے اسلاف کی عظمت کے نشانات ثبت ہیں، نقوش ثبت ہیں اور جس کی خاک کبھی اشک سحر گاہی سے اور کبھی قلم کی روشنائی سے باربار تر ہوئی ہے اور جس پر بارش کی طرح اولیاء، اللہ کے آنسو اور مصنفین کے قلم کی سیاہی نہیں کہتا روشنائی ٹپکتی ہو اس پر کون سا گنہگار اور کون سا بے حیا انسان ہے جو بے باکانہ قدم رکھتا ہوا گذر جائے۔ اور اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو، میں بھی بہر حال انسان ہوں تاریخ پڑھی ہے اور تاریخ بہت بے حیا بنا دیتی ہے۔ یہاں اگر تاریخ کا ذوق رکھنے والے موجود ہوں تو وہ مجھے معاف فرمائیں میں بھی اسی صف میں ہوں، تاریخ میں آدمی ہر طرح کے مناظر دیکھتا ہے قوموں کے عروج وزوال کے، ان کے نکبت وادبار کے اور ان کے عروج واقبال کے بھی۔ انسان کا دل سخت ہو جاتا ہے، اور اس کو ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ دنیا ایک تماشا گاہ ہے ایک اسٹیج ہے۔ جس پر ایکٹر آتے ہیں کھیل دکھا کر چلے جاتے ہیں، کبھی کوئی بادشاہ کے بھیس میں آتا ہے تو کبھی کوئی وزیر کے بھیس میں آتا ہے، کبھی کوئی فقیر کے بھیس میں آتا ہے۔ لشکر آتے ہیں اور لڑتے ہیں، بچے اپنی صفیں بناتے ہیں اور لشکر آراستہ کرتے ہیں اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ وہ ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں لیکن بوڑھے بوڑھے کسی اونچے مقام پر سے بیٹھ کر تماشا دیکھتے ہیں اور ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیسا لشکر اور کیسے لشکری اور کیسے سپاہی، یہ سب بچوں کا کھیل ہے۔ اسی طرح مورخ تاریخ کے اس بام بلند سے تاریخ کے اس شہ نشین سے دنیا میں قوموں کے عروج اور زوال کو اور فتح وشکست کے مناظر دیکھتا ہے تو وہ یہ پکار

اٹھتا ہے کہ ؎

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب وروز تماشا مرے آگے

میں تاریخ کا طالب علم ہوں، میری تین پشت سے تاریخ چلی آرہی ہے، میرے خاندان میں میرے دادا بھی مؤرخ تھے، میرے والد بھی مؤرخ تھے، میں نے بھی تاریخ پر قلم اٹھایا ہے، اور قوموں کی تاریخیں بھی لکھی ہیں، ملتوں کی تاریخیں بھی لکھی ہیں۔ اور فلسفوں کی تاریخیں بھی لکھی ہیں، لیکن یہ ایسے شہر کا معاملہ تھا جس سے ڈیڑھ سو برس کی میرے خاندان کی تاریخ وابستہ ہے جہاں اسلامی حمیت اور غیرت کا وہ عطر جو بالاکوٹ کی مٹی میں ملنے سے بچ گیا تھا، اس کے جو چند قطرے بچ گئے تھے وہ نواب وزیر الدولہ مرحوم کی نگاہ دوربیں نے اور نگاہ جوہر شناس نے اس کو وہاں سے یہاں بلالیا اور اس نے ٹونک کی فضاؤں کو نہیں بلکہ ہندوستان کی فضاؤں کو ایک صدی تک مکمل معطر اور معنبر رکھا جس سرزمین سے میرا تعلق محض مؤرخ کا تعلق نہیں تھا ایک مبصر کا یا ایک مفکر کا، مفکر تو نہیں ہوں نہ دعویٰ ہے اور اس کا اعتراف کر سکتا ہوں، متفکر ضرور ہوں تو میرا تعلق اس سرزمین سے اتنا ہی نہیں ہے کہ جیسے کوئی تاریخ کا ایک پروفیسر یا تاریخ کا کوئی مصنف یہاں آجائے تو وہ بھی دیکھتا ہے سبق لیتا ہے نتائج اخذ کرتا ہے اصول وکلیات وضع کرتا ہے لیکن دور دور سے میرا تعلق دور کا جلوہ نہیں ہے، میرا تعلق تو قلب کا تعلق ہے، روح کا تعلق ہے، حافظہ کا تعلق ہے، جذبات کا تعلق ہے۔ میرے خاندان کے کتنے عزیز یہاں آسودہ خاک ہیں، میرے استاذ میرے وہ بزرگ جن کی عظمت وعقیدت میرے خمیر میں پڑی ہے گھٹی میں جیسا کہ کہتے ہیں بچے کی گھٹی میں ملادینا

www.abulhasanalinadwi.org

تو میری گھٹی میں مولانا سید عرفان صاحب، مولانا سید مصطفیٰ صاحب کی عقیدت گھٹی میں پڑی ہے، قافلے کے بزرگوں کی محبت میری گھٹی میں پڑی ہے، مولانا حیدر حسن خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے استاذ ہی نہیں ہیں، مربی ہیں، میں بچوں کی طرح ان کے دامن تربیت میں پلا ہوں تو میں تو ایک مؤرخ و مفکر کی حیثیت سے اس سرزمین پر سے گذر ہی نہیں سکتا تھا، وہ جن کے لئے سب کھیل برابر ہیں یہاں آئیں اور چلے جائیں لیکن میرے لئے تو یہ شہر سب شہروں کی طرح نہیں ہے، یہ شہر تو بہت سی حیثیتوں سے مجھے عزیز تھا۔ اور ایسا قریب تھا کہ میرا دل اس کا متحمل نہ ہوسکے، اور کم سے کم یہ کہ میں آپ کے سامنے تصویر حیرت بن کر بیٹھا ہوں آپ سے کچھ بات نہ کرسکوں۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی کارسازی کہ میں نے بارہا تجربہ کیا ہے کہ جب یہ اندازہ ہوا کہ ناطقہ سر بہ گریباں ہے اور عقل انگشت بدنداں ہے وہاں قرآن نے مشکل کشائی کی۔ اس موقع پر بھی قرآن ہی نے دستگیری کی۔ خدا اس پڑھنے والے کو جزائے خیر دے کہ جس نے سورۂ آل عمران کی یہ آیتیں پڑھیں۔ مجھے درد کی دوا مل گئی۔ مجھے ہر سوال کا جواب مل گیا۔ مجھے ہر مایوسی کا ازالہ، ہر مایوسی کا تریاق مہیا ہوگیا۔ اس کے بعد نہ مایوسی کی ضرورت، اس کے بعد نہ اس کی ضرورت کہ دل کے سو ٹکڑے ہوں۔ اللہ نے اس آیت میں، درد بھی دیا اور دوا بھی دی۔ سوال بھی ہے اور جواب بھی ہے۔

خوشا نخت شور یدگان غمش
اگر ریش بینند گر مرہمش

جہاں زخم ہے وہاں مرہم بھی ہے، اور وہ مرہم غالب ہے، درد سے بڑھ کر دوا ہے اور مرض سے بڑھ کر علاج ہے، امتوں کے لئے اور قوموں کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

تہذیبوں کے لئے، صلاحیت رکھنے والے انسانوں کے لئے خاص طور پر دعوت وپیغام رکھنے والے انسانوں کے لئے، خاص طور پر دعوت وپیغام رکھنے والی ملتوں کے لئے اس میں سب کچھ موجود ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:۔قل اللّٰھم مٰلك الملك پہلی بات تو یہ ہے کہ آدمی اتنا بلند ہوتا ہے کہ فلاں قوم اس صلاحیت کی، اس معیار کی وہ بر سر عروج تھی ایک دوسری قوم آئی جو وہ صلاحیت نہیں رکھتی تھی۔اس کو کہاں سے یہ استحقاق تھااور اس نے یہ کہئے، یہ انقلاب لے آئی اور کس طریقہ سے وارث بن گئی اور یہ تخت سلطنت کس نے بچھایا تھااور کون اس پر بیٹھ گیا۔ سب کا جواب دیدیا۔قل اللّٰھم مٰلکَ المُلكِ مالک الملک کوئی ہے ہی نہیں۔کہاں کا۔ کس ہاتھ سے کس ہاتھ کی طرف گیا۔نہ کسی ہاتھ نے دیا کسی ہاتھ نے لیا۔

کار زلف تست مشک افشاں اما عاشقاں

مصلحت را بر آہو چنیں بستہ اند

یہ تو اسی کی قدرت کے کھیل ہیں، اس میں کسی کی کوئی خوبی ہے اور نہ اس میں کسی کمال وقابلیت کو دخل ہے، یہ تو وہ دینے والا اور وہ دلانے والا، اس نے ایک ہاتھ سے لیا اور دوسرے ہاتھ کو دیدیا۔اس میں یہ بڑی تسکین کی چیز ہے کہ جب دو بچے بیٹھے ہوں تو ان میں کوئی بڑا ایک بچے کے سر سے اتار کر ٹوپی دوسرے کے سر پر رکھ دے۔ تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں، نہ بچے کو شکایت کرنی چاہئے نہ اس کو فخر کرنا چاہئے، کہ اس کے سر پر ٹوپی آئی۔ یہ ٹوپی کسی اور نے کسی کے سر سے اتاری ہے، اور کسی کے سر پر رکھ دی ہے، اور جو ہاتھ اس سر سے اتار کر اس سر پر رکھ سکتا ہے وہ اس سر پر سے بھی اتار کر دوسرے سر پر رکھ سکتا ہے۔ تو فرمادیا:۔ قل اللّٰھم مٰلك الملك اے اللہ، اے سلطنت کے حقیقی مالک، اے اللہ، اے

www.abulhasanalinadwi.org

سلطنتوں کے حقیقی مالک، جیسا کہ اقبال نے کہا ؎

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آذری

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ. یہ نہیں کہا کہ یہ لیتا ہے اور وہ دیتا ہے، وہ ہار او وہ جیتا، نہ کسی کی ہار نہ کسی کی جیت، تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ. تو جس کو چاہے سلطنت عطا فرمادے اور من تشاء مطلب یہ کہ اس میں اس کی قابلیت ہی کو دخل نہیں ہے کہ یہ سمجھے کوئی بڑی قابلیت کی قوم ہے کہ فلاں قوم دیکھئے صدیوں سے حکومت کر رہی تھی اور کیسا بے دخل کر دیا تو فرمایا قل اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ اے سلطنت کے حقیقی مالک، تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ جس کو تو چاہے سلطنت دیدے۔ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ. اور جس سے چاہے حکومت چھین لے۔ وتعز من تشاء. اور جس کو چاہے عزت دے اور دیکھئے من تشاء ہر ایک کے ساتھ لگ رہا ہے۔ تاکہ کہیں شک کی بو نہ آجائے۔ اس کے خیال میں یہ آئے کہ اس کا کمال اس کا عیش یا اس کی شامت اعمال تو بیشک اس کا بھی ایک اصول ہے خدا کے یہاں، لیکن کوئی حقیقی کرنے والا ہے۔ فاعل حقیقی کوئی اور ہے۔ وتعز من تشاء وتذل من تشاء. پھر اس کے بعد اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ بس ایک مرتبہ یہ الٹ پھیر ہو گیا اب کیا ہوگا۔ اب قسمتوں پر مہر لگ گئی تو جواب ملتا ہے بیدك الخير. تیرے ہاتھ میں مستقل خیر ہے۔ ایک دن دو دن کی خیر نہیں، سو پچاس کی خیر نہیں الخیر جس کا نام ہے جنس خیر تیرے ہاتھ میں ہے۔ خیر جس پر خیر کا اطلاق ہوتا ہے وہ الخیر کل کا کل تیرے ہاتھ میں ہے۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اگر کوئی یہ کہے کہ یہ ابتلاء ایک ہی بار ہوا تو غلط۔

www.abulhasanalinadwi.org

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ صدیوں میں یہ انقلاب ہوا کرتا ہے تو اب صدیوں میں ہی یہ انقلاب ہوگا۔ تو فرماتا ہے۔ تُوْلِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ. کھیل تو یہ روز ہوتے ہیں وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ. اور کوئی یہ سمجھے کہ اب زوال پذیر قوم سے کوئی اقبال مند قوم ظاہر نہیں ہو سکتی اور صاحبِ اقبال قوم میں اب کوئی تبدیلی نہیں آسکتی تو فرماتا ہے نہیں تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ. مردہ سے زندہ کو نکالے اور زندہ سے مردہ کو بر آمد کرے۔ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ. جسکو تو چاہے بے حساب دیدے۔ وہاں یہ راشننگ نہیں ہے، کہ بس صاحب اتنا، اتنا کہ اس سے زیادہ نہیں مل سکتا۔ دینے پر آئے تو جھولی بھر دے اور نہ دینے پر آئے تو دلنہ دانہ کو ترسائے یہ آیت ہے جس نے مجھے سہارا دیا۔ اور ہمت پیدا ہوئی کہ آپ کے سامنے کچھ کہوں۔ بس اس سے زیادہ کوئی مکمل اور جامع پیغام نہیں ہو سکتا تو بھائی اللہ تعالیٰ ہر خیر کا مرکز ہے۔ خیر کا خالق بھی ہے۔ اور خیر کا مخزن بھی ہے۔ اِلَيْهِ يَرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ. اور اسی سے ابتدا ہے اور اسی پر انتہا ہے، اور اصل میں یہ سب اسی کے ارادہ کے تابع ہیں، یہاں ایک وقت تھا جب اس خاندان نے اپنی حکومت قائم کی۔ اس نے اپنی صلاحیت سے اپنی سپاہ گری سے اپنا استحقاق پیدا کیا اور انگریزی سلطنت نے اس کو اسکا اہل سمجھا، اور اس کو انعام میں یہ جگہ دی، اگرچہ حضرت سید احمد شہید جن کی تاریخ کا ایک خاص حصہ اس جگہ سے وابستہ ہے انہوں اس سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ اور نواب میر خانصاحب کو سمجھایا تھا کہ یہ آپ کو جو ایک شہباز ہیں اور ایک شاہین ہیں پابند کرنا چاہتے ہیں، آپ اتنی جلدی اس پر راضی نہ ہو جائیں، لیکن اس وقت ان کے لشکر

www.abulhasanalinadwi.org

کے حالات ایسے تھے اور ہندوستان میں اس وقت انتشار برپا تھا ایک ایسی بے اعتمادی لوگوں میں پیدا ہوگئی تھی کہ ان کو وہ اپنے حالات میں بہتر سمجھتے تھے اور ان کو ایسا نظر آیا کہ انہوں نے اگر اس وقت اس کو بھی قبول نہ کیا تو پھر کچھ نہیں ملے گا۔ یہ انکا مطالعہ تھا، اور جائزہ تھا حالات کا، اور وہ معذور کہے جاسکتے ہیں، بہر حال یہ حصہ ان کو ملا، اور ان کے خاندان سے یہاں حکومت کی، اور اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ ان کی تقصیروں اور کوتاہیوں کو معاف کرے اور ان کے حسنات کو اور انہوں نے جو علماء اور علم کی سرپرستی کی اور ان کے دور میں جو یہاں اللہ کا نام لیا گیا اور سنتوں کا احیاء ہوا قال اللہ قال الرسول کی صدائیں بلند ہوئیں اللہ اس کے طفیل میں ان کی بخشش فرمائے۔ اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے، اور ہمارے دل میں ان کے لئے سوائے امتنان وتشکر کے کچھ نہیں، اور بھئی ہم تو ہمارا خاندان تو ان کا ممنون واحسانمند ہے، پروردۂ نعمت ہے، انہوں نے بلایا اور سر پر بٹھایا، اور بڑی عزت ان کو دی، اور ہمیشہ ان کا ادب کرتے رہے تو ہم تو ان کے ناخلف نہیں ہیں، ہمیشہ ان کا احسان مانیں گے، ہم ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔

میرے بھائیو! یہ ایک دور تھا جو کہ ختم ہوا، اس پر آپ حضرات جو کچھ قلق کریں قدرتی طور پر تو وہ صحیح ہے، ایک شریف لڑکا کسی گھر میں رہتا ہو آرام سے ہو اور وہ اپنے ماں باپ کی عزت کرتا ہو اور محلے میں نکلتا ہو تو دوسرے جھک جھک کر اس کو سلام کرتے ہوں پھر اس کے بعد ایک ایسا زمانہ آئے کہ کوئی اس کو پوچھنے والا نہ ہو، تو اس لڑکے کو اس کا قلق ہوگا، لیکن ہم تو ماشاء اللہ سن بلوغ کو پہونچ گئے ہیں، اور ہم آپ قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم کو سمجھنا چاہئے کہ یہ سب عارضی چیزیں ہیں آتی ہیں اور جاتی ہیں، اور جب سکندر اور سیزر کی حکومت

www.abulhasanalinadwi.org

باقی نہیں رہی اور جب وہ سلطنت انگلشیہ باقی نہیں رہی جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس کی قلمرو میں آفتاب غروب نہیں ہوتا، تو بھائی یہ تو ہندوستان اور ہندوستان کے اندر ایک صوبہ راجستھان راجپوتانہ اس میں ایک ریاست تھی، اور دوسری ہندو ریاستوں کے مقابلہ میں چھوٹی تھی، اگرچہ ہماری نگاہ میں بڑی تھی تو اس کے چلے جانے پر آپ حضرات کو مایوس نہیں ہونا چاہئے، یہ الٹ پھیر تو ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں اقبالؔ نے کہا ہے ؎

حکومت کا تو کیا شکوہ کہ وہ اک عارضی شئے تھی
نہیں دنیا کے آئین مسلم سے کوئی چارہ
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں اسکو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

علمی زوال، اخلاقی زوال یہ ہیں چیزیں فکر کی اور غور کرنے کی، اگر کوئی قوم اخلاقی زوال میں مبتلا ہو جاتی ہے تو پھر یہ وقت ہوتا ہے ماتم کا اور قلق کا، باقی یہ حکومتیں تو آنے جانے والی چیزیں ہیں، اللہ تعالیٰ جب مناسب سمجھے گا تو پھر آپ سے کام لے گا، حکومت کس چیز کا نام ہے، حکومت نام ہے خدمت کا، حکومت خدمت خلق کی ایک شکل ہے، اور یہ حکومتیں جو ہمارے اسلاف کو ملی تھیں، یہ خدمت خلق کے لئے ملی تھیں اور ان میں سے بہت سے لوگوں نے سب نے تو نہیں ہم نہیں کہہ سکتے مگر ان میں سے بہت سے لوگوں نے خدمت خلق کو بہت خوبی سے انجام دیا۔ ہندوستان اسکی گواہی دے گا۔ ان حکمرانوں میں شیر شاہ سوری بھی تھے، ان حکمرانوں میں اورنگ زیب عالمگیر بھی تھے، تو ان لوگوں نے ہندوستان کا ایسا بندوبست کیا جو کہیں نہ تھا کہ راستے پُرامن تھے، کہیں کوئی فساد اور کسی قسم کی

کوئی سورش نہ تھی۔ شرفا کی عزت تھی، مشائخ اطمینان سے بیٹھ کر دلوں کو حرارت پہونچاتے تھے۔ اور حضرات علماء واساتذہ اس کے سایہ میں بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے، خود اسی چھوٹی سی ریاست کو دیکھ لیجئے، یہاں ایک زمانہ میں خلیلیہ اور ناصریہ جیسے مدرسے قائم ہوئے اور مولانا برکات احمد صاحب کا فیض یہاں سے لے کر کابل وقندھار تک رواں ہوا۔ کیسے کیسے جید علماء یہاں پیدا ہوئے، اسی پر قیاس کیجئے، سلطنت مغلیہ کو قیاس کر لیجئے کیا ہوتا ہوگا، تو یہ خدمت خلق کی ایک شکل تھی۔ اور حکومت صحیح تعریف اس کی یہ ہے کہ وہ خدمت خلق کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ ہم بھی خدمتِ خلق کے خواہش مند ہیں ہم سے نہیں ہوتی، لیکن اگر اللہ کسی بادشاہ کو توفیق دے، کسی حکمراں کو توفیق دے اور وہ خدمتِ خلق کرنا چاہے تو پھر اس کو خدمتِ خلق سے کوئی نہیں روک سکتا ہے، کہ نہیں صاحب ہم تو خدمتِ خلق کرنا چاہتے ہیں مگر ہوتی نہیں، پیسہ ہمارے پاس نہیں، آدمی ہمارے پاس نہیں تو یہ حکومت حقیقت میں خدمت خلق کا ایک منظم اور وسیع ادارہ تھا۔ اِنَّ اللّٰہَ یُرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰالِحُونَ. تو یہ قانون قدرت ہے اس سے ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہئے، اور خدمتِ خلق کا جذبہ رکھنا چاہئے، اور رقابت کی نظر سے اور عداوت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے، تعمیری نظر اور ہمدردانہ اور خدمت خلق کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے اور اس ملک کو ترقی دینے کی کوشش کرنی چاہئے، اس ملک کو سنوارنے اور بنانے کی کوشش ہونا چاہئے، جس کو زوال نہیں، سلطنت کو زوال ہے کوئی سلطنت بھی زوال سے محفوظ نہیں۔ اور ابن خلدون نے تو لکھ دیا ہے کہ جب کسی سلطنت کا بڑھاپا آتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو جوان نہیں بنا سکتی، خدا کرے کہ اس ہندوستان میں اس ملک میں بہت دنوں تک امن وامان قائم رہے، اس میں ہمارا ہی

www.abulhasanalinadwi.org

فائدہ ہے۔ لیکن آپ سے کہتا ہوں اہل ٹونک سے کہ اس چیز کو زندہ کیجئے جس کو زوال نہیں، اور وہ ہے کمال، وہ ہے اخلاص، وہ للّٰہیت، آپ کے ٹونک نے جو شہرت پائی وہ اس ریاست کی بدولت شہرت نہیں پائی ریاست بھی اللہ کی بڑی نعمت تھی اور جب گئی اندازہ ہوا کہ کتنی بڑی نعمت تھی، لیکن ہندوستان میں نہیں بلکہ دوسرے ممالک سے دور دور سے اس طرف لوگ کھنچے چلے آتے تھے جیسے کہ مقناطیس کی طرف لوہے کے ٹکڑے کھنچتے ہیں، ان کو کوئی باندھ باندھ کر بھی رکھے تو وہ رسی تڑا کر وہاں سے روانہ ہوں گے اور یہاں پہونچیں گے، آپ دیکھئے کہاں کہاں کے طالبعلم یہاں آتے تھے، اور یہاں سے نکلنے کے بعد وہ کس طرح چمکے، بس اس کو آپ زندہ کیجئے، اور اس کی شکل یہ مدرسہ ہے اس مدرسہ کو آپ ترقی دیجئے، ہو سکتا ہے کہ یہ مدرسہ کبھی ایسا مرکزی مدرسہ بن جائے کہ ٹونک جو راستے سے ہٹا ہوا ایک مقام ہے، ایک زمانہ تھا کہ اسٹیشن اور شاید اسٹیشن تو اب بھی یہاں نہیں ہے لیکن ایک زمانہ تک یہاں پل بھی نہیں تھا، پل بن گیا تھا لیکن اس وقت تک اس کا بھی افتتاح بھی نہیں ہوا تھا اس وقت بھی میں نے وہ زمانہ دیکھا ہے اس وقت بھی طالبعلم آتے تھے اور اب ساری سہولتوں کے باوجود نہیں آتے، کیا بات ہے۔ اب وہ لوگ نہیں ہیں، مولانا حیدر حسن خاں صاحب نہیں ہیں، حکیم برکات احمد صاحب نہیں ہیں، اور وہ بڑے بڑے اساتذہ گرامی جن کا نام مولانا عمران خاں صاحب نے لیا وہ حضرات نہیں، ان کو لے آیئے اور اس مدرسہ کو حقیقی معنی میں مدرسہ بنا دیجئے۔ پھر آپ دیکھئے کہ اگر یہاں ریل نہیں آتی ہوگی جب بھی لوگ آئیں گے تو آپ اسکی طرف توجہ کیجئے اور اپنی نگاہ اس پر جمایئے کہ اپنے میں کوئی امتیاز پیدا کیجئے۔

کسبِ کمال کن کہ عزیز جہاں شوی

www.abulhasanalinadwi.org

آپ اس کو کسی فن کا مرکز بنا دیجئے، میں کہتا ہوں کہ تجوید ہی کا مرکز بنا دیجئے، تجوید کوئی حقیر علم نہیں ہے، لیکن عوام کی نگاہ میں وہ تفسیر و حدیث کے برابر نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ آپ اسے تجوید وحفظ ہی کا مرکز بنا دیجئے اور ہندوستان میں یہ مشہور ہو جائے کہ ٹونک کے قاریوں کا کوئی جواب نہیں پھر آپ دیکھئے کہ سارے مسلمانوں کی زبوحالی کے باوجود یہ ایک مرکز بن جائے گا، بڑے بڑے مدارس دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنو، یہ اپنے فضلاء کو بھیجیں گے کہ بھئی! تجوید کی سند وہاں سے لاؤ، اور تجوید میں اختصاص وہاں جاکر پیدا کرو، اس پر توجہ کی ضرورت ہے، پھر اس کے ساتھ ساتھ وہاں اللہ کے بندے ایسے ہوں، دیکھئے! کچھ بزرگانِ دین ایسے تھے اکثر وہ گاؤں میں بیٹھتے تھے معلوم نہیں کیا ایسا رشتہ ہے، ایک مخفی رشتہ ہے بزرگوں کی درویشی اور گاؤں اور جنگل کے درمیان کہ جس بزرگ کو ہم سنتے ہیں یہ دیکھا گاؤں میں بیٹھتے ہیں، اب کون گنج مراد آبادی کو جانے وہاں فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ بھی تھے، کہ دنیا ان کے پاس جاتی تھی کہ سر آسمان جاہ وخورشید جاہ حیدر آباد سے چل کر وہاں آئے، اور اناؤ کے اندر اول تو اناؤ ہی کون سا مشہور ضلع ہے اور پھر اس کے اندر ایک تحصیل، منگل فوج اس کے اندر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، میں بھی ایک دوبار وہاں حاضر ہوا ہوں، کوئی کشش کی بات وہاں نہیں لیکن جب مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ تھے تو دنیا وہاں کھنچتی چلی آتی تھی، آپ کے مولانا محمود حسن وہاں پہونچے، اور ایسے نہ معلوم کتنے ہیں۔

ایسی کوئی ہستی پیدا کیجئے، کوئی صاحب کمال پیدا کیجئے، کوئی مدرسہ یہاں قائم کیجئے، کسی چیز میں ایسا امتیاز ہو تو پھر دیکھئے پھر وہی دور واپس آسکتا ہے، حکومت

www.abulhasanalinadwi.org

تو اگر پھر آئی تو پھر بھی اس کا اعتبار نہیں جو ایک مرتبہ چلا جائے تو پھر کبھی اس کا اعتبار نہ کیجئے، جو آکر کبھی نہ جائے وہ ہے کمال، وہ اخلاص، وہ ہے للّٰہیت، وہ ہے سچی روحانیت، یہ چیزیں اپنے اندر پیدا کیجئے، اور اس کا موقع آپ کے لئے ویسا ہی ہے جیسا کہ عرب کے کسی بڑے سے بڑے ملک میں ہے، آپ یہاں اللہ کے ساتھ ایسا سچا تعلق پیدا کرلیں، یہ مسجدیں ہیں ان میں ولایت تقسیم ہوتی ہے، یہ قطب اور غوث ان مسجدوں ہی میں پیدا ہوتے ہیں، اتباع سنت، اللہ کا نام محبت اور درد سے لیا جائے۔

فیض روح القدس ہر بار مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

آج بھی وہ سب کچھ ہو سکتا ہے اللہ کے نام میں آج بھی وہ اثر ہے اور علم میں اللہ نے آج بھی وہی محبوبیت رکھی ہے جو علم کو حاصل کرے گا کمال پیدا کرے گا، محبوب بن جائے گا وہ مرکز بن جائے گا خلائق کا، دنیا روکے گی اور بیچ میں خندقیں قائم کرے گی اور دریا بہیں گے اور پہاڑ کھڑے ہو جائیں گے راستہ روکنے کے لئے لیکن وہ طالبان علم دین کسی نہ کسی طرح سے پہونچ جائیں گے اور اپنے دماغ کی، اپنے دل اور اپنی روح کی پیاس بجھائیں گے۔

بس بھائی! اس سے زیادہ اب وقت میں گنجائش نہیں، البتہ ایک معذرت کرنا چاہتا ہوں دیکھئے صحیح بات یہ تھی کہ میری تعریف کی کوئی بات نہ ہو اس لئے کہ ''لیاز قدر خود را شناس'' اور جس سے وطن کا سا تعلق ہو اس کی اور بھی تعریف نہیں ہونی چاہئے لیکن کچھ تو مجھے اندازہ نہیں تھا، کچھ میری کمزوری بھی ہے اور دوسرے کچھ بات ایک اور بھی ہے جس کے کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ جب یہ

www.abulhasanalinadwi.org

چیزیں کہی جاتی ہیں اور شرعاً اس میں قباحت ہے اور آدمی کو چاہئے کہ روک سکتا ہے تو روک دے لیکن یہ اللہ کا شکر ہے کہ اللہ کے کچھ مقبول بندوں کی جوتیاں سیدھی کرنے کا معلوم نہیں شرف حاصل ہوا موقع ملا یا نہیں، بہت سے اسباب کی بنا پر وہ اس کا موقع نہیں دیتے تھے لیکن ان کے پاس بیٹھنے کا موقع ملا، اپنے عیب سامنے آجاتے ہیں اور سائن بورڈ بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر اور لوگ تو تعریف سنتے ہیں اور میں ان کے مطالعہ میں مصروف ہوتا ہوں، تو مجھے نظر آتا ہے کہ میں کیا تھا، میری کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تھی، مولانا حیدر حسن خاں کے گھر میں رہتا تھا، اور میرے ساتھ جو لوگ آئے تھے لکھنو کے وہ مجھے بتاتے تھے، مجھے بہت سیدھا سمجھتے تھے اور اب بھی میرے ہمجولی جو میرے ساتھ بچپن میں کھیلا کرتے تھے اور میرے اعزاء جو ہمارے ساتھ کھیلے ہوئے ہیں افسوس ہے ان میں سے اس وقت کوئی نہیں وہ سب جانتے ہیں کہ یہ بہت سیدھا آدمی ہے، اگر کسی کے متعلق یہ کہا جا سکتا دعویٰ کے ساتھ کہ یہ کچھ نہیں ہو سکتا تو وہ میں تھا اور خاندان میں طعنے دیئے جاتے تھے میری والدہ مرحومہ جو بیوہ تھیں، میرے والد کا انتقال اس وقت ہوا جب میں نو سال کا تھا نو دس سال کے درمیان تھا کسی کو کوئی امید نہیں تھی کہ میں کچھ پڑھ لکھ سکوں گا، بھئی! دو چیزیں ہوتی ہیں یا ذہانت ہو یا محنت ہو، مجھ میں نہ ذہانت تھی نہ محنت تھی، تو یہ جو کچھ ہوا محض اللہ کا فضل ہے، دو چیزیں اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائیں یہ تعریف میری نہیں ان کی تھی، جن کے طفیل میں یہ نصیب ہوئیں۔ ایک تو میری والدہ صاحبہ مرحومہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو روشن رکھے اور منور فرمائے۔ ایک تو ان کی دعائیں کہ انہوں نے اپنی عمر وقف کر دی تھی دعاؤں کے لئے بس ان کا یہی اوڑھنا بچھونا تھا اور ایک میرے بزرگوں اور استادوں کی

www.abulhasanalinadwi.org

شفقت، مجھے جتنے استاد ملے ایسے شفیق ملے، مجھے یاد ہے کہ جب میں تفسیر پڑھنے کے لئے لاہور جانے لگا تو مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ اللہ تعالیٰ ان کے مرتبے زیادہ سے زیادہ بلند فرمائے فرمانے لگے ”میاں تم جارہے ہو گے میں تم کو دیر تک دیکھتا رہوں گا“ تو یہ کہاں کس کو یہ بات حاصل ہوتی ہے، بچوں کی طرح مجھ کو رکھا، میرے کھانے کا خیال میری ہر چیز کا خیال تو جو کچھ مجھے نصیب ہوا اور جب میں باہر کے ملکوں میں گیا اور بلا استحقاق الحمد للہ وہاں بھی اللہ تعالیٰ فریب نفس سے بچائے یہ سوچ لیتا ہوں کہ کیا ہوں، اگر آپ کے سامنے اپنی علمی کمزوریاں بیان کروں تو شاید آپ یقین نہ کریں اور جو لوگ یقین کریں گے وہ بالکل غیر معتقد ہو جائیں گے میں پڑھا لکھا بہت کم ہوں۔ صاف آپ سے کہتا ہوں میں نے حضرت رائے پوریؒ کو ایک شعر لکھا تھا، میں ہندوستان سے باہر گیا تھا وہاں لوگ محبت سے پیش آئے تو میں نے ان کو لکھا تھا۔

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالبؔ کی آبرو کیا ہے

اور الحمد للہ مجھے اس پر اللہ کا فضل ہے اور اس پر یقین ہے کہ جو کچھ ملا وہ میرے بزرگوں کی دعا اور استادوں کی شفقت اور خدمت سے ملا، اس کے علاوہ خدمت تو میں نے بہت کم کی ہے صلاحیت بھی نہیں تھی اور طاقت بھی نہیں، صحت بھی خراب رہی لیکن جو کچھ بھی کی وہ معلوم نہیں کیوں میرے بزرگوں سے جو نسبت تھی اس کی وجہ سے ہر بزرگ نے ہر استاد نے مجھے آنکھوں پر بٹھایا، اور میرے ساتھ محبت کی، اور اسکا یہ نتیجہ ہے کہ چار آدمی میری بات کو سن لیتے ہیں تو میں سنا رہا تھا کہ جب میں ٹونک پہلی بار آیا ہوں تو ایسے ہی جوتیاں چٹخاتے پھرتا تھا

یہاں امیر گنج سے قافلہ اور قافلہ سے امیر گنج اس کے بعد آیا تو یہاں سے کتب خانہ دیکھنے جاتا تھا کوئی جانتا بھی نہیں تھا میں نہ مقرر تھا نہ میں کوئی بڑا مدرس تھا نہ کوئی عالم محقق تھا لیکن اس وقت تھوڑا بہت جو ہو گیا بہت دنوں سے قلم گھسنے کی وجہ سے اور آنکھیں، اپنی بصارت کو کمزور کر دینے کی وجہ سے تھوڑا سا ہو گیا اس کے علاوہ مجھ کو کسی فن میں کوئی امتیاز حاصل نہیں۔ بس محض یہ ہے کہ بس تھوڑا بہت ان بزرگوں کی شفقت کی نگاہیں پڑنے سے، طالب علموں سے میں کہا کرتا ہوں اور ندوہ کے طلبا کو اکثر میں خطاب کرتا ہوں تو انہیں بتاتا ہوں کہ بھائی اصل چیز یہ ہے کہ اپنے استادوں کو راضی کرو، اور ان کی دعائیں لو، مجھے جو کچھ ملا ہے اسی وجہ سے ملا ہے، اور تم کو بھی کبھی جو کچھ ملے گا اسی وجہ سے ملے گا، ورنہ سب کو معلوم ہے کہ میرے ایسے ایسے ماہر ساتھی تھے کہ میں ان کے سامنے زبان نہیں کھول سکتا، بول نہیں سکتا۔

بس بھائیو! اس سے میں اپنے دل کو تسکین دیتا رہا، بس اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی کوتاہیوں کو معاف کرے اس مدرسے کو ترقی دے میں تو خادم ہوں یہاں کا، میں کوئی اعلان نہیں کرتا، لیکن بس انشاء اللہ میرے آنے سے اور کوئی فائدہ مجھے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اس مدرسہ کا تعلق بڑھ گیا اور اس سے الفت پیدا ہو گئی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اللہ موقع دے گا تو اس کی خدمت کروں گا۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا
(اقبالؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

محبت اور سچی روحانیت کی فتح

یہ تقریر اسلامک فاؤنڈیشن
بنگلادیش کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ
اور اس کے ڈائرکٹر جناب ابوالفاید محمد یحیٰ
صاحب کی خیر مقدمی تقریر کے جواب
میں ۱۳؍ مارچ کو ہوٹل پوربانی میں مہمان
کے اعزاز کے موقع پر کی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبت اور سچی روحانیت کی فتح

حمد وصلوۃ کے بعد!

ڈائرکٹر جنرل صاحب اسلامک فاؤنڈیشن اور معزز حاضرین!

میں اس وقت بڑا متاثر اور مسرور ہوں کہ اتنے چیدہ وبر گزیدہ منتخب دوستوں اور دانشوروں سے ایک جگہ مل رہا ہوں، چاہئے تو یہ تھا کہ میں خود گھر گھر جاتا اور آپ سے ملتا، لیکن ایک آدمی کے لئے جس کا قیام مختصر ہو اور شہر بہت بڑا ہو یہ ممکن نہیں ہوتا، میں جناب ابوالقاید محمد یحیٰ صاحب کا بہت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ موقع عطا کیا کہ میں ایک وقت میں اپنے اتنے عزیز و معزز بھائیوں سے مل سکوں۔

میں بلا تکلف کہتا ہوں کہ اس وقت مجھے بنگلہ زبان نہ جاننے کا بہت افسوس ہو رہا ہے، زبانیں سب خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں، اور خدا نے اپنا احسان رکھتے ہوئے، کسی کمزوری (WEAKNESS) کسی عیب کے طور پر نہیں، بلکہ تعریف کے موقعہ پر اور اپنی نعمت کو یاد دلاتے ہوئے زبانوں کے تنوع (VARIETY) کا ذکر کیا ہے:۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ. اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْن. (سورۃ الروم. ۲۲)

اور اسکی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے، اور تمہاری بولیوں اور تمہارے رنگوں کا مختلف ہونا ہے، اور اس میں سمجھنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے اور بنگالی زبان تو مسلمانوں کی زبان ہے، اس میں علم وادب کا بڑا خزانہ ہے، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کہ میں اس بر صغیر کے ایک باشندہ ہونے کے ناطے بنگلہ زبان سے واقف ہوتا، لیکن یہ میری کمزوری ہے کہ میں آپ سے آپ کی عزیز زبان میں اس وقت بات نہیں کر رہا ہوں، اگر اس کا کوئی متبادل طریقہ ہو سکتا تھا تو وہ یہ کہ میں عربی زبان میں بات کرتا اور آپ اس کو سمجھتے جو اسلام کی سرکاری زبان اور عالم اسلام کی سب سے محبوب اور سب سے وسیع زبان ہے۔

حضرات! جب سے : نے ایمان کی، علمائے کبار اور اولیاء عظام کی اس سرزمین پر قدم رکھا ہے، اس وقت سے میرا دل مسرت سے معمور ہے، میں تاریخ کا ایک طالب علم ہوں میں سمجھتا ہوں کہ اس سرزمین پر مسلمانوں کی اتنی کثیر آبادی کا وجود محض خلوص اور روحانیت کی فتح ہے، اگر سچی روحانیت اور سیاسی مفادات سے بالاتر خلوص نہ ہوتا، سچی خدا پرستی اور انسانیت دوستی نہ ہوتی (جو ہمارے بزرگوں میں تھی) تو یہ سرزمین اسلام کی نعمت سے مالامال اور اسلام سے عشق کرنے والی نہ ہوتی، آج ہمیں کسی ایک شخص کے دل کا جیتنا مشکل معلوم ہو رہا ہے، لیکن ہمارے بزرگوں نے کتنی آسانی کے ساتھ محض اپنے خلوص کی بدولت لاکھوں انسانوں کے

www.abulhasanalinadwi.org

دل میں گھر کر لیا اور ان کو اپنا عاشق و شیدائی بنالیا، یہاں مسلمانوں کی اکثریت کسی فوج کشی کا نتیجہ نہیں ہے، میں پوری ذمہ داری کے ساتھ آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں جہاں اسلامی فوجیں نہیں گئیں، وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور جہاں صدیوں مسلمانوں کی حکومت رہی وہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، کشمیر حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کی محبت کا اسیر و نخچیر ہے، خدا کا ایک بندہ ایران سے آتا ہے، اور سارا کشمیر اسلام کا کلمہ پڑھ لیتا ہے، اور اسلام سے اس کو ایسا عشق ہو جاتا ہے، کہ وہاں کے بڑے بڑے برہمن خاندانوں کے افراد اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے، وہیں کے ایک برہمن زادہ (اقبالؔ) کو ایک سید زادہ کو خطاب کرتے ہوئے یہ کہنے کا موقعہ ملا کہ ؂

توسید ہاشمی کی اولاد　　میری کف خاک برہمن زاد
ہے فلسفہ میرے آب و گِل میں　　پوستہ ہے ریشہائے دل میں
اقبالؔ اگرچہ بے ہنر ہے　　اس کی رگ رگ سے باخبر ہے
عالم کی عشا ہو جس سے اشراق　　مومن کی اذاں ندائے آفاق

اقبالؔ کے دل میں رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ محبت کس نے پیدا کی جس نے ان کی زبان سے کہلوایا ؂

وہ دانائے سُبل، ختم الرُسل، مولائے کُل جس نے　　غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
حدیث عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر　　وہی قرآں وہی فرقاں، وہی یٰسؔ، وہی طٰہٰ

یہ عشق رسول روحانیت نے پیدا کیا، خلوص نے پیدا کیا، سچی خدا پرستی اور سچی انسان دوستی نے پیدا کیا، جب خدا پرستی اور انسان دوستی کا سنگم ہو جاتا ہے، جب یہ دو دریا آکر مل جاتے ہیں، ایک طرف انسان خدا پرست ہوتا ہے، دوسری طرف

www.abulhasanalinadwi.org

انسان دوست ہوتا ہے، پھر اسکی فتوحات کو کوئی روک نہیں سکتا، پھر روشنی تاریکی کا سینہ چیرتی ہوئی چلی جاتی ہے، سچی خدا پرستی اور انسان دوستی دونوں اس طرح چلتے ہیں کہ ملک کے ملک ان کے قدموں پر گر جاتے ہیں، آج بھی دنیا کی مشکلات ومصائب کا علاج یہی خلوص ہے، سچی روحانیت اور مفادات اور سیاسی اغراض سے بالاتر ہوکر خدمت کرنا ہے۔

مشرقی بنگال میں بھی درویش آئے، خدا پرست فقیر آئے، یہاں وہ آئے، جو انسان کو سینہ سے لگاتے تھے، اور انسانوں نے جو مصنوعی تقسیم کر رکھی تھی، آدمؑ کی اولاد کو انہوں نے دو حصوں میں بانٹ دیا تھا، ایک انسان تھے، دوسرے وہ بدقسمت تھے، جن سے جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا، وہ اسلام کا پیغام لے کر آئے، توحید ربانی اور وحدت انسانی کا پیغام لے کر آئے، رسول اللہ ﷺ نے عربوں کو مخاطب کر کے فرمایا، جو اس زمانہ کے سب سے بڑے نسل پرست اور زبان پرست تھے، حتیٰ کہ وہ ساری دنیا کو اپنے سامنے گونگا اور بے زبان سمجھتے تھے، اور اپنی عربی زبان کے سامنے کسی زبان کو زبان نہیں سمجھتے تھے، اور اس کو منہ نہیں لگاتے تھے "اِنّ ربکم واحد وان اباکم واحد، کلکم من آدم وآدم من تراب، لافضل لعربی علی عجمی، ولا لعجمی علی عربی، ولا لأبیض علی اسود، ولا لأسود علی أبیض، اِلا بالتقوی".

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَّاُنثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوباً وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا. اِنَّ اَكْرَمَكُم عِندَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. (سورۃ الحجرات. ۱۳)	لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہاری قوم اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

محمد عربی ہاشمی قریشی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسانو! اے لوگو! اے عربو! تمہارا خدا تمہارا پیدا کرنے والا بھی ایک ہے، تمہارا باپ بھی ایک تھا، دو دو رشتوں سے تم ایک دوسرے کے بھائی ہو، ایک خدا کے رشتہ سے، خدا کا بندہ ہونے کی حیثیت سے، دوسرے باپ کے رشتہ سے کہ تمہارے مورث اعلیٰ ایک تھے، توحید ربانی اور وحدت انسانی دو ستون ہیں، جن پر انسانیت قائم ہے، اگر ان میں سے ایک ستون بھی گرادیا جائے تو تہذیب وتمدن کا یہ سارا قصر زمین پر آجائے گا۔

انہیں صوفیوں اور انہیں درویشوں کے ذریعہ یہاں اسلام آیا، جنہوں نے دماغ سے بات کرنے سے پہلے دل سے بات کی، انہوں نے منہ کی زبان سے بات نہیں کی دل کی زبان سے کی، منہ کی زبانیں پچاسوں ہو سکتی ہیں، لیکن دل کی زبان ایک ہے۔۔۔۔۔ روح کی زبان ایک ہے، سچائی کی زبان ایک ہے، محبت کی زبان ایک ہے، محبت کی زبان ہر جگہ سمجھی جاتی ہے، اور بعض مرتبہ ترجمان کی ضرورت بھی نہیں ہوتی، آنکھوں کی چمک، لبوں کی مسکراہٹ، دل سے ابلتا ہوا محبت کا فوارہ بڑے بڑے دشمنوں کو اور جنگل کے شیروں اور چیتوں کو اپنا کلمہ پڑھنے والا بنالیتا ہے۔

میں بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے صرف ڈھاکہ کے نہیں بنگلہ دیش کے دل ودماغ یہاں پر اکٹھا کر دیئے، میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ جس ملک میں اتنے دانشور موجود ہوں، اسلام سے اتنی محبت کرنے والے موجود ہوں، جو اپنے ایک پردیسی بھائی کا نام سن کر اپنے تمام ضروری کام چھوڑ کر یہاں جمع ہوجائیں، اس ملک کا رشتہ اسلام سے کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، کمیت -QUAN)

www.abulhasanalinadwi.org

TITY) اور کیفیت (QUALITY) دونوں حیثیتوں سے یہ مجمع بہت ممتاز ہے،
یہ مجھے (خدا کی رحمت پر نظر کرتے ہوئے) یقین دلاتا ہے کہ جہاں اتنے مسلمان
ہوں، جہاں اتنے دانشور (INTELLECTUAL) ہوں، جہاں اتنے پڑھے
لکھے اسکالرس (SCHOLARS) ہوں، اس ملک کا اسلام سے علمی طور پر،
تہذیبی طور پر، کلچرل طریقہ پر رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا، آپ نے مجھے بڑا تحفہ دیا ہے،
کہ ایک جگہ پر ایک وقت میں اتنے آدمیوں سے ملا دیا۔

حضرات! آپ مجھے معاف کریں اگر میری بات لمبی ہو جائے، میں "دخل در ماکولات" کر رہا ہوں "دخل در معقولات" بھی اچھی چیز نہیں ہے لیکن "دخل در ماکولات" اس سے بھی زیادہ سخت چیز ہے کہ یہ کھانے کا وقت تھا، میں آپ سے باتیں کر رہا ہوں، کھانا تو مجھے ہر جگہ مل جائے گا، لیکن میں آپ کو کہاں ڈھونڈھوں گا۔؟

میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں، خوشامد میں نہیں کہتا کہ آپ کو اسلام سے محبت کرنے والی جیسی مخلص اور سادہ دل قوم ملی ہے، بہت سے ملکوں کو نصیب نہیں، آپ اس کی قدر کریں، آپ کو بڑے بڑے سیاسی POLITICIANS مل جائیں گے، DIPLOMATES مل جائیں گے، بڑے ذہین اور GENIUS لوگ مل جائیں گے، لیکن سچائی اور محبت آپ کو ہر جگہ نہیں ملے گی، آپ کی قوم میں یہ سچائی اور محبت موجود ہے، اب آپ اس سے کام لیں، میں TORONTO گیا، وہاں لوگوں نے مجھے NIAGARA FALL دکھایا، وہ آبشار جو دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتی ہے کہ ہزاروں فٹ سے پانی گرتا ہے، دنیا بھر کے سیاح اس کو دیکھنے جاتے ہیں، میں بھی گیا، اس نیاگرہ آبشار سے بجلی نہ پیدا کی جائے، اس سے

www.abulhasanalinadwi.org

ELECTRICITY نہ لی جائے، اس سے وہ انرجی ENERGY نہ لی جائے، اور اس سے کھیتیاں نہ سینچی جائیں تو نیاگرہ فال ضائع ہوا کہ کام آیا؟ آپ کو خدا نے ایک آبشار دی ہے، یہ ایمان کی آبشار ہے جو آپ کو اس قوم کی شکل میں حاصل ہے، یہ سچائی کی، خلوص کی آبشار ہے، اس سے بجلی پیدا کریں، آپ جن مسائل کو سمجھ رہے ہیں کہ وہ ناقابلِ حل ہیں، وہ سب مسئلے چٹکیوں میں حل ہو سکتے ہیں، اگر سچائی اور خلوص ہو، آپ کی قوم میں وہ جوہر موجود ہے، اس سے آپ جو کام لینا چاہیں وہ کام لے سکتے ہیں۔

لیکن یہ سیاسی لیڈروں کا کام نہیں ہے، یہ سچے دل والوں کا خلوص والوں کا کام ہے، جو اپنے دل میں محبت رکھتے ہوں، جو اس قوم کو دینا چاہتے ہوں، اس قوم سے لینا نہیں چاہتے ہوں، جو اس قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہوں، اور خدا سے اس کا ثواب چاہتے ہوں، وہ اس قوم سے اکسیر بنا سکتے ہیں، سونا بنا سکتے ہیں، یہ قوم تو سونا ہے، یہ قوم یہاں بنگلہ دیش ہی میں نہیں پورے عالم اسلام میں ایک نئی طاقت پیدا کر سکتی ہے، لیکن یہ جب ہوگا، جب ہم اس نعمت کی قدر کریں جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس قوم کی شکل میں دی ہے، یہ "نیاگرہ فال" ہے، آپ اس سے بجلی پیدا کریں، یہ پانی ضائع ہو رہا ہے، کتنے دنوں سے ضائع ہو رہا ہے، اس سے آپ اگر بجلی پیدا کریں تو نہ بجلی سارے بر صغیر SUB CONTINENT کو منور و روشن کر سکتی ہے، اور عالم عربی تک یہ روشنی جا سکتی ہے۔

آپ اپنی قوم کی قدر کریں اور جو خلیج GULF پرانے طبقہ کے درمیان اور نئی نسل YOUNG GENERATION کے درمیان، اور علماء اور یونیورسٹیوں کے گریجویٹس کے درمیان پڑ گئی ہے، اور زیادہ سے زیادہ گہری اور

www.abulhasanalinadwi.org

وسیع ہوتی جارہی ہے، آپ اس خلیج کو پُر کریں، دونوں ملتے گلے ہیں، قدیم علماء دینی مسائل میں آپ کی مدد کر سکتے ہیں، آپ کی رہنمائی کر سکتے ہیں، آپ کو قرآن کی تعلیمات سے آشنا کر سکتے ہیں، اور جدید تعلیم یافتہ اس کو لے کر بنگلہ زبان میں پھیلا سکتے ہیں، دونوں مل کر اس ملک کو طاقتور اور اسلام کا علمبردار بنائیں، یہ عالم اسلام کا دوسرے نمبر کا بڑا خاندان ہے، اس کو اپنی ذمہ داری، اپنی طاقت اور اپنی قیمت محسوس کرنی چاہئے، اور بڑے بھائی کی طرح چھوٹے بھائیوں کی جو تعداد میں کم ہیں مدد کرنی چاہئے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ میں بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے طاقت کے ایک نئے خزانہ سے واقف کرایا، آپ نے امید کی ایک دنیا آباد کر دی، میرے دل پر جس پر بار بار عالم اسلام کے واقعات کو دیکھ کر مایوسی کا حملہ ہوتا رہا ہے، لبنان کے واقعات کو دیکھ کر، عراق وایران کی جنگ کو دیکھ کر اور عرب ملکوں کی دولت کا غلام بن جانے کی حالت کو دیکھ کر جو میرے دل پر چوٹ لگتی رہی ہے، آپ نے اس میں تھوڑی سی کمی پیدا کی، ابھی اسلام کا ستارہ بلند ہے، اور کیا تعجب ہے کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ MODERN RENAISSANCE یہاں سے پیدا ہو. اور میں صاف کہتا ہوں ایک ہندوستانی مصنف کی حیثیت سے (جیسا کہ میرا تعارف کرایا گیا) کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب طرح کی صلاحیتیں دی ہیں، الحمد للہ آپ میں کسی بات کی کمی نہیں ہے، صرف اس کی ضرورت ہے کہ اسلام کے رشتہ کو اور نسبت کو آپ ہر چیز پر ترجیح دیں کوئی چیز اس کے راستہ میں رکاوٹ نہ بنے، اصل تعلق خدا کا ہے، جہاں ہم سب کو جانا ہے، اور وہاں کوئی چیز کام نہیں آئے گی سوائے ایمان اور عقیدہ کے اور نیک عمل کے، ہم سب انسانوں سے محبت کریں، سب زبانوں کے ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

محبت رکھیں، اپنی زبان کو ترقی دیں، اس سے پیار کریں، مگر نفرت کسی زبان سے نہ کریں، میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ ایسے عالم وادیب بھیجیں جو ہندوستان میں ہنگلہ زبان کی تعلیم دیں، زبانوں کے تعصب سے اسلام کی تاریخ آشنا نہیں، مسلمانوں نے سب زبانوں کو سیکھا اور ان میں کمال پیدا کیا اور ان کو اسلامی لٹریچر سے مالا مال کر دیا، فارسی کیا تھی، آتش پرستوں کی زبان تھی، اس کی شاعری کی تاریخ پڑھیے، اس نے سعدیؒ کو پیدا کیا، حافظؒ کو پیدا کیا، جلال الدین رومیؒ کو پیدا کیا، عرفیؔ اور نظیری کو پیدا کیا، مولانا جامیؒ اور قدسیؒ کو پیدا کیا اور کیسے کیسے عالم پیدا کئے، مجھے یہاں آ کر جس سے سب سے بڑی امید پیدا ہوئی وہ اسلامک فاؤنڈیشن ہے، یہ ایک ایسا ادارہ ہے کہ جو ہمارے INTELLECTUALS کے لئے، یونیورسٹیوں سے نکلنے والے نوجوانوں کے لئے اسلامی کتابیں ان کی زبان میں پیش کرے گی، اور اس کی زبان، اس کا اسٹائیل ہر چیز اس کی آئیڈیل IDEAL اور معیاری ہوگی، یہ امید کا ایک ستارہ ہے، جس سے اس ملک میں روشنی پھیلنے کی امید ہوتی ہے، اور اس سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔

میں ان الفاظ پر اپنی بات ختم کرتا ہوں اور پھر اسلامک فاؤنڈیشن کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے یہ زریں اور تاریخی موقعہ فراہم کیا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

(اقبال مرحوم)

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

علماء اور تعلیم یافتہ طبقہ کی ذمہ داریاں

یہ تقریر جامع مسجد فیصل آباد میں ۲۲/جولائی ۱۹۷۸ء کو علماء جدید تعلیمی اداروں کے اساتذہ، معززین شہر، اور مختلف دینی، سیاسی، سماجی، علمی، ادبی اور صحافتی حلقوں کے ذمہ دار حضرات کے ایک مخصوص ومنتخب جلسہ میں کی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علماء اور تعلیم یافتہ طبقہ کی ذمہ داریاں

حمد وثنا کے بعد:

حضرات علماء کرام اور اساتذۂ مدارس وجامعات!

قبل اس کے کہ میں آپ حضرات سے کوئی تفصیلی اور معین بات کہوں، ایک اصولی اور اجمالی بات کرنا چاہتا ہوں۔

علماء اور تعلیم یافتہ طبقہ کی ذمہ داریاں

اسوقت علماء اور تعلیم یافتہ طبقہ کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے، جب کسی دعوت یا کوشش کے ساتھ اعلیٰ طبقہ کے وہ لوگ جو ذہین اور صاحب فکر سمجھے جاتے ہیں، اور جو دین کا گہرا علم رکھتے ہیں، ہوتے ہیں تو اس میں سنجیدگی، ہراق ور پختگی ہوتی ہے، اور اس کے بارے میں یہ امید ہوتی ہے کہ وہ کسی غلط راستہ پر نہیں پڑے گی، اس تحریک میں جذباتیت نہیں ہوگی، اس میں عامیانہ اور مبتذل انداز نہیں ہوگا، اس وقت عالم اسلام میں علماء کی اور دینی جماعتوں اور قائدین کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے یہ ذمہ داری ہر زمانے میں زیادہ رہی ہے لیکن اس زمانے میں وہ خاص طور پر بہت عظیم بن گئی ہے کہ وہ صحیح رہنمائی کریں گے، اور تحریکِ دعوت اور جدوجہد کو سطحیت سے بچائیں گے، اس کے متعلق یہ تصور اور یہ تاثر قائم ہوتے

www.abulhasanalinadwi.org

نہ دیں گے کہ دریا کا شباب ہے، بلکہ اس کے متعلق یہ تاثر دیں گے کہ اس کی جڑیں گہری اور علم و دین کی زمین میں پیوست ہیں۔

مسلم حکومتوں میں علماء کا کارنامہ

خلافتِ بنی اُمیہ و خلافت بنی عباس کی پشت پر علماء و مجتہدین نہ ہوتے تو اسلام بہ حیثیت نظام حیات کے ایک مرتّب و مدوّن قانون کی شکل میں موجود نہ ہوتا۔

تاریخ میں ان لوگوں کی خدمات کو سراہا جاتا ہے جو ملک فتح کرتے ہیں، ہمارے بڑے بڑے قائدین طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، عقبہ بن نافع، موسیٰ بن نصیر وغیرہ حضرات کی خدمات روز روشن کی طرح تابناک ہیں، لیکن جو لوگ مفتوحہ ممالک میں اللہ کے قانون کو رائج کرتے تھے، اور وہاں کی مشکلات و مسائل کو حل کرتے تھے، وہاں کی پیش آمدہ ضروریات کی تکمیل کرتے تھے، نئے نئے حالات جو پیدا ہوتے تھے، ان میں رہنمائی کرتے تھے، ان کی خدمات کو بہت کم لوگ جانتے ہیں، حالانکہ اگر ائمہ مجتہدین، محدّثینِ عظام، اس زمانہ میں نہ محنت کرتے اور ان کا دماغ اس تلوار کے پیچھے نہ ہوتا جو ملک کو فتح کرتی تھی، اور اس حکومت کے پیچھے نہ ہوتا جو ملک میں نظم و نسق قائم کرتی تھی، تو یہ سب کوششیں، فتوحات اور سلطنتیں بالکل کھوکھلی تھیں۔

مسلمانوں کے فاتح اسلام کے مفتوح

مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ تاتاریوں نے عالم اسلام کو زیر و زبر کر ڈالا، عالم اسلام کی چولیں ہلا دیں، اس وقت مسلمانوں سے زیادہ ذلیل کوئی نہیں تھا، آپ اس زمانہ کی تصاویر دیکھیں جو آثارِ قدیمہ میں ملتی ہیں تو ان سے

www.abulhasanalinadwi.org

اندازہ ہوگا کہ کسی مسلمان کی داڑھی کسی گھوڑے کی دم سے بندھی ہے، اور ایک تاتاری اسے کھینچے لئے جارہا ہے، دنیا کی ہر قوم ان کی نگاہ میں عزت رکھتی ہے، لیکن مسلمانوں سے زیادہ کوئی ذلیل نہ تھا، اور خاص طور پر اس خطۂ زمین کے مسلمان جو مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کا مرکز رہ چکا تھا، یعنی ایران اور ماوراءالنہر کا علاقہ جو آخر میں فقہ کا (خاص طور سے فقہ حنفی) کا مرکز رہا ہے، لیکن آپ حضرات اس سے واقف ہیں کہ وہی تاتاری جو مسلمانوں کے فاتح تھے، اسلام کے مفتوح بن گئے اور جن کو مسلمانوں کی تلوار شکست نہ دے سکی، ان کو مسلمانوں کی تہذیب نے، مسلمانوں کی ثقافت نے، مسلمانوں کے علم نے مسخر کر لیا، اور ان کو اپنا بے دام غلام بنا لیا، بات یہ تھی کہ تاتاریوں کے پاس کوئی علمی ذخیرہ، کوئی شائستہ تہذیب اور کوئی مرتب و وسیع قانون نہ تھا، ان کا ایک سیدھا سادا روایتی قانون تھا، جو قبائلی زندگی میں رائج تھا اور کوہ قراقرم اور اس کے اطراف میں اس کا عمل دخل تھا، نیم وحشی اقوام میں جیسے ''عُرف'' ہوتے ہیں، وہ ویسے تھے، ان کے پاس کوئی آئین، کوئی تہذیب، کوئی لٹریچر نہیں تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو مسلمان علماء اور دانشوروں کی ضرورت پڑی، مسلمان علماء اور دانشور جب ان کے دربار میں پہنچے تو ان کی علمیت کا، ان کی ذہانت کا سکہ ان کے دلوں پر بیٹھ گیا، اسلامی تہذیب نے ان کو اپنا گرویدہ بنا لیا، نتیجہ یہ ہوا کہ تاتاری من حیث القوم مسلمان ہو گئے، مسلمان چونکہ صاحبِ دماغ تھے، ان کے پاس ذہانت کے سرچشمے تھے، ترقی یافتہ تہذیب تھی، ایک وسیع ثقافت اور علمی ذخیرہ تھا، وہ آئین سازی کا تجربہ رکھتے تھے، تمدنی مشکلات و مسائل کو حل کر سکتے تھے، تاتاریوں کو ان کی ضرورت پیش آئی، فلسفۂ تاریخ کا یہ ایک اہم اصول ہے کہ جنگی طاقت اس وقت تک کامیاب نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

ہو سکتی، جب تک اس کے پیچھے دماغ نہ ہو، آئین سازی کی طاقت نہ ہو اور کوئی منظم ادارہ نہ ہو۔

یہ دین جہالت سے نہیں بلکہ علم سے پیدا ہوا ہے

عصرِ جدید میں عالمِ اسلام کے علماء، جامعات کے اساتذہ اور پروفیسر صاحبان، اور ہمارے قانون داں اور ہمارے ادیب ودانشور طبقہ کی ایک ذمہ داری تو یہ ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ یہ دین جہالت کے بطن سے اور فوجی طاقت سے نہیں پیدا ہوا ہے، معرفت سے پیدا ہوا ہے، اللہ کی رہنمائی سے پیدا ہوا ہے، وحی سے پیدا ہوا ہے، یہ زمانہ کا ساتھ دے سکتا ہے، یہ تمدّن کی رہنمائی کر سکتا ہے، اس کی نگرانی کر سکتا ہے کہ یہ تمدّن بے راہ نہ ہونے پائے، فاسد نہ ہونے پائے، تخریبی راستہ اختیار نہ کرنے پائے، یہ تاثیر علماء دین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ ہی دے سکتا ہے، اور یہ بڑی ذمہ داری ہے، اگر کسی دین یا کسی قوم کے متعلق یہ خیال قائم ہو جائے کہ اس کا علم کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے، بلکہ علم سے اس کو نقصان پہنچتا ہے، اور جہالت سے اس کو فائدہ، تو خواہ تھوڑے عرصے کے لئے اپنے زورِ شمشیر، اپنے بازو سے وہ دعوت یا جماعت یا قوم دنیا کے کسی حصے پر قبضہ کر لے، لیکن دماغوں پر اس کا قبضہ نہیں ہو سکتا، سب یہی خیال کریں گے کہ اس کو زندہ رہنے کے لئے جہالت کی تاریکی چاہئے، جب تک وہ تاریکی رہے گی، وہ زندہ رہے گا، اور جب علم آئے گا وہ غائب ہو جائے گا، اس کا پردہ چاک ہو جائے گا، اور جس طرح بدلی آفتاب کی روشنی سے چھٹ جاتی ہے، اسی طرح وہ چھٹ جائے گا، عیسائیت کا معاملہ یہی ہوا، عیسائیت نے علم کا ساتھ نہیں دیا، عیسائیت ایک خالص روحانی تحریک اور ایک معاشرتی انقلاب کے طور پر تو آئی، حضرت مسیح

www.abulhasanalinadwi.org

علیہ السلام کا جب تک زمانہ رہا، ان کی مقبولیت، ان کا تقدس، ان کی روحانی طاقت رہنمائی کرتی رہی، لیکن اس کے بعد پھر اس کو ایک زمانہ تک ذہین اور صاحب نظر لوگوں کا تعاون حاصل نہ ہوا، پھر جب مسیحیت یورپ پہنچی تو سمجھا گیا کہ یہ زندگی کا ساتھ نہیں دے سکتی، اس لئے زندگی سے اس کو علحٰدہ کرلینا چاہئے۔

عیسائیت مستقل شریعت نہیں رکھتی

یورپ اس وقت ترقی کر رہا تھا، یورپ کے اندر ترقی کی طاقتیں اور ولولے جوش مار رہے تھے، یورپ میں تنازع للبقاء کے لئے سخت کشمکش تھی، ان کی پلک ذرا جھپک جاتی تو یہ قوم کی قوم بالکل مغلوب ہو جاتی، عیسائیت جو ابھی بالکل دور طفولیت میں تھی، جس کی ابھی نہ تدوین تھی نہ تشریح، نہ اس کے پاس آئین تھا، آئین میں وہ سارا انحصار یہودیت پر کرتی تھی، مسیحیت اپنے ساتھ کوئی مستقل شریعت نہیں رکھتی تھی، شریعت موسوی تھی، جس میں جزوی تبدیلی کی گئی تھی "وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ" کہا گیا ہے، یہ نہیں کہا گیا ہے کہ میں تمہارے لئے مستقل شریعت لے کر آیا تو جو چیزیں یہودیت میں غلط طور پر داخل ہو گئی تھیں، مسیحیت ان کی اصلاح کرتی تھی، اس کے پاس مستقل کوئی آئین نہیں تھا، اور اس کا زیادہ تر زور رحم پر، محبت پر، انسان دوستی پر، مظلوموں کی شفقت پر، اجارہ داری اور اس کے غرور کو ختم کرنے پر تھا، جب یورپ جیسے بے چین ملک اور وہاں کی بے چین قوموں میں جو زندگی کے لئے دوڑ رہی تھیں مچل رہی تھیں، عیسائیت پہنچی تو یہ حقیقت بہت جلد منکشف ہوگئی کہ عیسائیت بدلتے ہوئے زمانہ، دوڑتے ہوئے معاشرے اور ابلتے ہوئے علم کا ساتھ نہیں دے سکتی، اسی وقت مسیحی علماء کی بہت بڑی ذمہ داری تھی کہ وہ مسیحیت کی افادیت

www.abulhasanalinadwi.org

کو ثابت کرتے اور رہنما اصول دیتے، زمانہ کے جائز تقاضوں اور فطرتِ انسانی کی جائز خواہشات کو قبول کرتے اور کہتے کہ یہ ٹھیک ہے، لیکن اس کے ساتھ مذہب کی ہدایت اور نگہبانی چاہیئے، یہ انھوں نے نہیں کیا، وہ دو گروہوں میں بٹ گئے، حاکمانہ گروہ نے مسیحیت کو بس عقیدہ کے طور پر تسلیم کیا، اور باقی زندگی کو، آئین کو، آئین سازی کو کھلی چھوٹ دے دی، دوسرا طبقہ علماء کا تھا، انھوں نے مخالفت شروع کردی اور کہا ترقی ضروری نہیں ہے، بلکہ ترقی زندگی سے فرار میں ہے، کلیساؤں میں جانے میں، جنگلوں میں چھپ جانے میں، شادی نہ کرنے میں، ازدواجی زندگی سے منہ موڑ لینے میں، عورت کے سایہ سے بھاگنے میں ہے، اور اسی میں روحانیت کا بچاؤ ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں طبقوں نے عیسائیت کو فائدہ پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچایا، جو حاکم طبقہ تھا، اس نے آزادی کے ساتھ اپنے تمدّن کا ڈھانچہ بنانا شروع کیا، لوگوں کو غلام بنانا شروع کیا، جو مسیحیت کی تعلیم کے خلاف تھا، اس نے مسیحیت کو بدنام کیا، سینٹ پال کے زمانہ سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور یہ تقریباً چوتھی صدی عیسوی سے آج تک جاری ہے، یورپ اسی راستے پر گامزن ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے کلیسا سے رشتہ توڑ لیا، کلیسا اور ریاست میں ہمیشہ کے لئے جدائی ہوگئی، اور عیسائیت سمٹتے سمٹتے ایک نقطہ ہوگئی۔

اسلام اور علم کا چولی دامن کا ساتھ ہے

یہ غلطی عالمِ اسلام میں الحمد للہ نہیں ہونے پائی، اس لئے کہ شروع سے اسلام اور علم کا چولی دامن کا ساتھ تھا، میں نے ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جس کی پہلی وحی "اِقْرَا" کے لفظ سے شروع ہوئی ہو، اور جس کی پہلی وحی

www.abulhasanalinadwi.org

میں قلم کو فراموش نہ کیا گیا ہو وہ علم اور قلم کا ساتھ کیسے چھوڑ سکتا ہے؟ اسلام میں اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کہ دین و علم میں کبھی بھی دوری ہو گی، اس لئے کہ اسلام اور علم کا شروع سے ساتھ رہا ہے، جب بدر کے قریشی قیدی مدینہ پہنچے تو ان میں کئی ایسے تھے کہ وہ فدیہ ادا کر کے رہائی نہیں حاصل کر سکتے تھے، ان کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ ہر شخص انصاریوں اور مہاجرین کے دس دس بچّوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دے۔

اسلام زمانہ کا رفیق ہی نہیں بلکہ راہ نما ہے

اس وقت عالمِ اسلام میں اہلِ علم کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ تھی کہ یہ تاثر نوجوان طبقہ میں نہ آنے پائے کہ اسلام محض طاقت اور حکومت کے بل پر قائم رہ سکتا ہے، وہ زمانہ کی تبدیلیوں اور علم وفن کی ترقیوں کا ساتھ نہیں دے سکتا، وہ اس زمانہ میں چلنے والی چیز نہیں، وہ ابتدائی سادہ اور محدود زمانہ کا ساتھ دے سکتا تھا، جب انسانیت عہدِ طفولیت میں تھی، لیکن اس پُر پیچ، ترقی یافتہ اور وسیع تمدّن کے دور میں اسلام زندگی کا ساتھ نہیں دے سکتا، سب سے بڑی خدمت علماء کی یہ تھی کہ اسلامی ملکوں میں اس چیلنج کو قبول کرتے اور اپنی ذہانت سے، گہرے مطالعہ سے، اصولِ فقہ سے کام لینے کی صلاحیت سے، کتاب وسنت کی ازلی اور لافانی اصولوں کی مدد سے جو ہر زمانہ میں نسل انسانی کی رہنمائی کر سکتے ہیں، اس تمدّن کو اسلام کے اصولوں کے مطابق رکھنے کی کوشش کرتے، اس میں اگر کسی ملک میں ذرا بھی کچھ کمی ہو گی، اس کا نتیجہ کم سے کم جو کچھ ہو سکتا ہے، وہ بے علمی اور شریعت کے خلاف زندگی ہے، اور بڑے سے بڑا نقصان جو ہو سکتا ہے، وہ الحاد اور دین سے بغاوت ہے، کسی اسلامی ملک میں آپ دیکھیں گے کہ دوسرا نتیجہ ظاہر

www.abulhasanalinadwi.org

ہوا اور کسی اسلامی ملک میں دیکھیں گے کہ پہلا نتیجہ ظاہر ہوا، حالانکہ دونوں نتیجے اسلام کے حق میں سمِ قاتل ہیں، سب سے بڑا کام اس وقت یہ ہے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ اسلام اپنی اسی روح اور مقاصد کے ساتھ اور اپنے انہیں اصولوں کے ساتھ زندگی کا نہ صرف ساتھ دے سکتا ہے، بلکہ رہنمائی کر سکتا ہے، ساتھ دینا تو میں نے علی سبیل التنزل کہا وہ تو بہت ہی گھٹیا درجہ ہے، یہ اسلام کی کوئی تعریف نہیں ہے کہ وہ زندگی کا ساتھ دے سکتا ہے، نہیں بلکہ وہ نئی زندگی کی رہنمائی کر سکتا ہے، اس کو خطروں سے صرف وہی بچا سکتا ہے، اور وہ تمدن صحیح انسانی تمدن نہیں اور وہ ریاست معتدل اور محفوظ ریاست نہیں جو اسلام کے اصولوں سے ہٹ جائے، یہ ثابت کرنا ہمارا سب سے بڑا فریضہ ہے۔

اسلام کو ہر مفاد پر ترجیح دیجئے

علماء اور دانشوروں کا دوسرا فریضہ یہ ہے کہ اسلام کے مفاد کو ہر جماعت، ہر ادارہ، ہر مدرسہ اور ہر گروہ کے مفاد پر ترجیح دیں، میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ اگر ہمیں معلوم ہو کہ سب جماعتوں کو مٹا دینا پڑے گا، سارے نشانوں کو نکال دینا پڑے گا، سارے ناموں کو ختم کر دینا پڑے گا، سارے بورڈوں کو ہٹا دینا پڑے گا، اور اسلام اس ملک میں غالب رہے گا تو ہمیں ایک منٹ بھی اس میں پس و پیش نہیں ہونا چاہئے، ہمیں دین و ملت کا مفاد ہر جماعت سے عزیز ہونا چاہئے، سہرا کسی کے سر بندھے، سہرا ہونا چاہئے، حضور ﷺ کا معجزہ یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ کے دل سے یہ شوق نکل گیا تھا کہ ان کا کارنامہ سمجھا جائے۔

بخاری کی روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ایک مجلس میں واقعہ کے طور پر ذکر کیا کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں گئے تھے، وہاں ہمارے پاؤں میں

www.abulhasanalinadwi.org

چھالے پڑ گئے تھے، ہم نے چیتھڑے لپیٹ لئے، اسی وجہ سے وہ غزوۂ ذات الرقاع کہلاتا ہے، یہ کہنے کے بعد ان کو ایک دم سے یہ احساس ہوا کہ میں نے یہ کیوں کہا، کہیں میرا یہ عمل باطل نہ ہو گیا ہو، کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ نہ کہہ دیا جائے کہ لوگوں نے سُن لیا، اور بڑا مجاہد سمجھا، یہ کافی ہے، اب ہم سے کیا لینے آئے ہو؟ تو بخاری شریف میں خاص طور سے ہے کہ انہوں نے کہا کہ کاش میں یہ نہ کہتا، ان کو اس کا افسوس رہا، آج اس پر زیادہ زور ہے کہ یہ کارنامہ کس کی طرف منسوب ہوگا، ایک صاحب تھے، غازی محمود دھرم پال مجھے ان کا ایک لطیفہ یاد آ گیا، ایک تقریر میں کہنے لگے اخباروں میں چھپتا ہے کہ فلاں آدمی فلاں صاحب کے دستِ حق پرست پر اسلام لایا، تاکہ اس کے اسلام قبول کرنے کے ساتھ ان کے دستِ پرست کی بھی شہرت ہو جائے، بلکہ دستِ حق پرست کی شہرت زیادہ منظور ہے، قبولِ اسلام کی شہرت ہو یا نہ ہو، یہاں تک کہ بعض لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ کسی بڑے آدمی کا جنازہ ہوتا ہے، لپک کر پہنچ جاتے ہیں، جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے اس لئے کہ اخبار میں کل یہ خبر چھپ جائے گی، یہ جذبہ بڑا نقصان پہنچاتا ہے، دیکھئے جب کسی کا عزیز جاں بلب ہوتا ہے، تو اس کے عزیزوں میں کسی کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ تعریف کس کی ہو، سب کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ ہمارا مریض بچ جائے حکیم کے سر سہرا بندھے یا ڈاکٹر کے، تو اس وقت عالمِ اسلام بیمار ہے، آپ کا ملک بیمار ہے، آپ اس وقت بھول جائیے کہ کس کے حساب میں لکھا جائے گا، اور تاریخ میں لکھنے والے کیا لکھیں گے کہ اس ملک کو سب سے زیادہ نفع فلاں ادارہ، فلاں جماعت سے پہنچا اور اس میں سب سے بڑا حصہ ان کا تھا، تاتاریوں کے بارے میں آج تک یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ ان کو مسلمان کرنے میں سب سے بڑا حصہ کس

کا تھا، اس لئے کہ اُن مُخلصین نے جنہوں نے یہ خدمت انجام دی تھی، اپنے کو اتنا چھپایا کہ تاریخ کی باریک بیں نگاہ بھی ان کو نہیں دیکھ سکی۔

اس وقت جو لڑائی لڑی جارہی ہے، اس ملک کو اسلامی آئین دینے کی، اسلامی معاشرت و تمدن میں ڈھالنے کی، اور یہاں سے ان خرابیوں کو دور کرنے کی جو مغربی تمدن نے اور ہمارے سیاستدانوں نے داخل کر دی ہیں، اس لڑائی میں فوج کے ادنی سپاہی بن جائیں، خالص اللہ کی رضا کے لئے کام کیجئے، اللہ کے یہاں آپ کا نام اس کے نورانی دفتر میں لکھا جائے گا، یہاں ہوا تو کیا اور نہ ہوا تو کیا، اس وقت لڑائی کسی مکتبِ خیال کی نہیں ہے، اس وقت لڑائی اسلام اور غیر اسلام کی ہے، اس طرح سمجھئے کہ ایک مسجد تعمیر ہو رہی ہے، اس میں جو بھی شریک ہو جائے سب اجر میں شریک ہوں گے، اس میں یہ کس کا کتنا حصّہ ہے اور کس کا نام پہلے ہے، اور کس کا نام بعد میں ہے یہ نہیں ہونا چاہئے، اس جذبہ کو جہاں تک ہو سکے مغلوب کرنا چاہئے، اپنے اپنے مسلک پر پورے طور پر قائم رہنا چاہئے، جسے ہم حق سمجھتے ہوں اس کو حق سمجھنا چاہئے، اس سے ہٹنے کی ضرورت نہیں ہے، سودا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن سب دعوتِ اسلامی کا محاذ اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کا محاذ بنائیں، اس ملک میں اسلامی زندگی پیدا ہو اور وہ آنکھوں سے دیکھی جاسکے اور یہ ملک دوسروں کے لئے نمونہ ہے۔

ایثار و قربانی

تیسری بات یہ کہ ہم جتنا بھی ہو سکے ایثار سے کام لیں اور باہمی نزاع سے پرہیز کریں، ہماری زندگی جتنی سادہ ہو گی، ہماری زندگی میں جتنی قربانی ہو گی، اتنا ہی اثر پڑے گا، اتنا ہی بہتر نتیجہ نکلے گا، سب سے خطرناک بات آپس کی نزاع ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

ہماری آپس کے دینی مباحث کا میدان اور ہے، اس کے کہنے کا موقع اور ہے، حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوب میں لکھا ہے کہ اکبر اس لئے دین سے متنفر ہوا کہ اس نے علماء کو مرغوں کی طرح لڑتے دیکھا اگر کوئی مسئلہ چھڑتا تو ان میں آپس میں اتنی تیز بحث ہوتی اور ہر ایک دوسرے پر اپنا تفوق اس طرح ظاہر کرنے کی کوشش کرتا جیسا کہ بچے دنیا والے اور جاہ طلب کرتے ہیں اکبر نے سوچا کہ یہ کیسے لوگ ہیں، یہ ہمارے وزراء ارکانِ سلطنت اور خالص دنیا دار لوگ بھی اس سطح پر نہیں آتے، جب حضرت مجدد صاحبؒ کو یہ معلوم ہوا کہ جہانگیر کا ارادہ ہے کہ وہ چند علماء کو اپنے دربار میں مشورہ کرنے کے لئے رکھے تو انہوں نے نواب سید فرید کو خط لکھا کہ خبردار خبردار! بادشاہ کو رائے دو کہ مخلص اور حقانی عالم صرف ایک آدمی کو رکھے، یہ مجدد صاحب کی فراستِ ایمانی تھی، جو انہوں نے اس بات کو سمجھا، میں نہیں کہتا کہ ہر موقع اور مجلس میں صرف ایک ہی عالم رہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ علماء کے آپس کے نزاعات اور بحث اور نفی کرنے سے اور ایک دوسرے کی تذلیل کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔

خطرے کے اظہار کرنے کا بہر حال ہر شخص کو حق ہے، ایک بچہ بھی خطرہ کا اظہار کر سکتا ہے کہ یہ دروازہ کھلا رہ گیا ہے چور نہ آجائے، اس لئے میں یہ دو تین چیزیں آپ سے کہتا ہوں کہ ایک تو آپ جدید تعلیم یافتہ طبقے کو یہ تاثر نہ لینے دیں کہ کتاب و سنت اور اس کی تشریحات میں فقہ کا اور اصول فقہ کا جو ذخیرہ ہے، وہ موجودہ تمدن کا ساتھ نہیں دے سکتا، موجودہ مسائل حل نہیں کر سکتا، یہ خیال بڑا خطرناک ہے، یہ الحاد تک پہنچا سکتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ آپ عمل سے عوام پر اور خواص پر جو حکومت میں ہیں یہ تاثر دیں کہ آپ کی سطح بلند ہے عوام کی سطح

www.abulhasanalinadwi.org

سے، آپ کی زندگی میں سادگی نظر آئے، وہ دیکھیں کہ آپ تھوڑی چیز پر قناعت کر رہے ہیں، یہ نہیں کہ آپ چاہیں کہ آپ کی بڑی بڑی تنخواہیں ہوں اور گریڈ ہوں اور جو تنخواہیں وزراء کو مل رہی ہیں، اور ان کو جو فوائد اور مواقع حاصل ہیں، وہ ہم کو بھی حاصل ہوں، ہماری کیڈلک کار ہو، ہمارے پاس بھی کوٹھی ہو، اور وہ کسی وزیر کی کوٹھی سے کم نہ ہو، بلکہ صاف صاف میں یہ کہوں گا کہ کوئی بوریہ نشین ہو تو زیادہ کام کر سکتا ہے، اس لئے کہ یہ طبقہ اسی کے سامنے جھکتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی بہ تکلف بوریہ نشین بنے، میں اس کی تعلیم نہیں دیتا، لیکن یہ واقعہ ہے، یہ طبقہ اسی کے سامنے آکر جھکتا ہے اور مانتا ہے جس کو سب سے زیادہ بے نیاز دیکھتا ہے، حضرت مجددؒ کے سامنے وقت کے شہنشاہ کیوں جھکے؟ اس لئے کہ یہ اللہ کا بندہ نہ کبھی کسی کی سفارش کرتا ہے، اور نہ کبھی دربار میں آتا ہے بیٹھا اللہ اللہ کرتا ہے، بیٹھے بیٹھے مشورہ دیتا ہے، ہمارے تمام مشائخ نے یہی کیا، کبھی بادشاہوں کے قریب نہیں گئے مگر دور سے نگرانی کرتے رہے، حکومت کو اچھے آدمی دیتے رہے، دعا کرتے رہے، ان کے حق میں مشورہ دیتے رہے، لیکن وہ کہتے تھے کہ آگ کو دور سے تاپو تب تو ٹھیک ہے، اگر ہاتھ ڈال دو گے تو جل جاؤ گے۔

یہ چند باتیں ہیں جو میں نے مختلف موقعوں پر عرض کی ہیں، سب کا ماحصل یہی ہے کہ اس وقت بڑا امتحان ہے ہمارا، پھر عالم اسلام کا امتحان ہے، ہمیں اپنی صلاحیت کا ثبوت دینا چاہئے، کہیں ہماری صلاحیت کی کمی سے اسلام کو نقصان نہ پہنچ جائے، کوئی یہ نہ کہے اور لکھے کہ علماء کی عدم صلاحیت سے یہ ہوا، میں اتنی باتیں بہت معذرت کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

www.abulhasanalinadwi.org

نسلِ نو کے ایمان و عقیدہ کی فکر کیجئے!

یہ تقریر مدرسہ مظہر الاسلام بلوچ پورہ لکھنو کے جنوری ۱۹۹۶ء میں منعقدہ سالانہ جلسہ میں کی گئی، جس میں محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی اور عارف باللہ حضرت قاری صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک فرماتھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نسلِ نو کے ایمان و عقیدہ کی فکر کیجئے!

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم .بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم اَمْ کُنْتُم شُہَدَاءَ اِذْحَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْقَالَ لِبَنِیْہِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ اٰبَائِکَ اِبْرَاہِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰھاً وَّاحِدًا.

میرے محترم بھائیو! جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے اگر آپ یہی یہاں سے لے کر جائیں بغیر کسی ناقدری اور کسی تحقیر کے اور اہمیت کم کئے بغیر کہہ رہا ہوں کہ اگر یہی پیغام لے کر آپ یہاں سے جائیں اس کو اپنے دل پر لکھ لیں تو عمر بھر کے لئے صرف آپ ہی کے لئے نہیں بلکہ آپ کی آئندہ نسلوں کے لئے اور آئندہ آنے والے عہد کے لئے بھی اور آپ کے ماحول کے لئے بھی اور ماحول کو جن چیزوں کی ضرورت ہے اور جو خطرات درپیش ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کافی ہوگی۔

تسلسل ایک قانونِ قدرت ہے

دیکھئے تسلسل ایک قانونِ قدرت ہے اور بڑی حد تک ضروری ہے، جو

www.abulhasanalinadwi.org

صالح اقدار ہیں، مقاصد ہیں، عقائد ہیں زندگی کا طرز ہے، مسلک زندگی ہے ان کا تسلسل جاری رہنا چاہئے اور اس دُنیا میں جو کچھ چیزیں ہوئیں جن کی آپ تاریخ پڑھتے ہیں، سلطنتوں کی تاریخ میں بھی، قوموں کی تاریخ میں بھی، تہذیبوں کی تاریخ میں بھی، اور جنگِ آزادی کی تاریخ میں بھی، وہ ساری جدوجہد تسلسل ہی کو قائم رکھنے کے لئے کی گئی ہے، کوئی قومی تسلسل چاہتا ہے، نسلی تسلسل چاہتا ہے کہ ہماری نسل حکمراں رہے اور ہمارا خاندان حکمران رہے۔ کوئی اپنا خاندانی تسلسل چاہتا ہے کہ خاندان چلتا رہے اور پشتوں کے بعد پشتیں پیدا ہوتی رہیں، کوئی اخلاقی تسلسل چاہتا ہے کہ جو روایات ہیں اور زندگی کے معیار ہیں، جن کو ہم نے پسند کیا ہے وہ اقدار باقی رہیں اور ایک پشت سے دوسری پشت میں منتقل ہوتی رہیں، کوئی اقتصادی تسلسل چاہتا ہے کہ جس طرح خوشحالی، فراغت اور عزت کی زندگی ہم گذار رہے ہیں وہ ہمارے بعد ہماری آئندہ نسلوں میں باقی رہے اس طرح آپ ذرا عمیق نظر ڈالیں گے تو دیکھیں گے اور آپ کو معلوم ہوگا کہ اس دنیا میں جو جدوجہد ہوئی ہے اور اب ہو رہی ہے اس میں زیادہ تر تسلسل کو باقی رکھنے کا جذبہ کام کر رہا ہے، جو چیز جس کو عزیز اور محبوب ہے اور جس کی قدر و قیمت سے جو واقف ہے وہ اس کے تسلسل کے لئے کوشش کرتا ہے، بعض مرتبہ اس کے لئے وہ اپنی جان کو، اپنے خاندان کو اور اپنی نسل کی اور بعض اوقات اپنی پوری قوم کی زندگی خطرے میں ڈالتا ہے۔

لیکن سب سے زیادہ جو ضروری تسلسل ہے وہ ایمانی اور اعتقادی تسلسل ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہ السلام کے واقعات سنائے ہیں، ان کی وصیتیں سنائی ہیں، اس کے لئے حضرت

ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت اور ان کی نصیحت اور ان کا اپنی نسل کو ذمہ دار بنانا اور اس کے سپرد یہ فریضہ کرنا اور اس کو یہ تعلیم دینا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا، انہی آیتوں میں بیان کیا گیا ہے جو آپ کے سامنے قرأت قرآن کے طور پر پڑھی گئی ہیں۔

اعتقادی تسلسل کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی دُعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ فرماتے ہیں :۔

وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ "اے ہمارے پروردگار ہم کو یعنی اسماعیل وابراہیم کو مسلمان رکھ، اپنا فرماں بردار رکھ" مسلم کے معنی ہیں فرماں بردار، سپر ڈال دینے والا، اپنے اختیارات سے دستبردار ہو جانے والا، اپنے تشخص سے، اپنے مقاصد سے، اپنے فوائد سے اور اللہ کے سب کچھ حوالہ کر دینے والا، اللہ کی مرضی کو اپنی مرضی پر اور اللہ کی رضا کو اپنی خوشنودی پر اور اپنی عزت پر اور اپنی منفعت پر اور اپنی لذت پر سب پر ترجیح دینے والا، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لك اے اللہ! مجھ کو اور میرے بیٹے اسماعیل کو اپنا فرماں بردار رکھ اور ومن ذُرِّيَّتنا أُمَّةً مُّسلمةً لك.

جو میں تسلسل بیان کر رہا تھا اس کی شہادت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جیسا کہ دنیا کی تمام چیزوں سے غنی بے پرواہ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبودیت میں اس کی توحید کے اعلان میں اور اس کی تبلیغ میں غرق، وہ فرما رہے ہیں "وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتنا أُمَّةً مُّسلمةً لك" اور ہماری آئندہ نسل کو بھی اپنا فرماں بردار اور اپنے سامنے سر جھکا دینے والا بنا، "أُمَّةً مُّسلمةً لك" ایک نسل، ایک قوم جو تیری تابع اور تیری فرماں بردار ہو اور جو تیری فرماں برداری کے

www.abulhasanalinadwi.org

سامنے پھر کسی کی فرماں بر داری کی پرواہ نہ کرے۔

ایمانی تسلسل کی خاطر یعقوبؑ کی فکر

پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ ذرا تفصیل سے سنایا ہم قرآن مجید الحمدللہ پڑھتے ہیں، بہت سے بھائی عربی بھی سمجھتے ہیں، عالم بھی ہیں، میں بغیر کسی گستاخی کے کہہ رہا ہوں، دیکھئے جو چیز کثرت سے پڑھی جائے، روزمرہ پڑھی جائے، اکثر اس پر غور کرنے کا موقع نہیں ملتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو ہمیں معلوم ہے ہم تو پڑھتے ہی رہتے ہیں، یہ حضرت یعقوب کا جو مکالمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے جو واقعہ سنایا ہے، انہوں نے اپنے بیٹوں سے کیا کہا کیا پوچھا اور انہوں نے کیا جواب دیا؟ اس کو ہم نے دیکھا اور بہت سے بھائیوں نے، خوش قسمت لوگوں نے سیکڑوں مرتبہ پڑھا ہوگا، مگر کم آدمیوں نے غور کیا ہوگا کہ آخر اس کی ضرورت کیا پیش آئی اور یعقوب علیہ السلام کو خطرہ کیا تھا اور اس سے کیا ثابت ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کیا چیز قابل فکر ہے کیا چیز تشویش کے قابل اور تلقین و وصیت کے قابل ہے، کوشش کے قابل ہے اور اطمینان حاصل کرنے کے قابل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم أم كنتم شهداء إذ حضر يعقوب الموت إذقال لبنيه ماتعبدون من بعدی، کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضر[illegible] یعقوب کا آخری وقت آیا، یا آنے کے قریب تھا تو انہوں نے اپنے بیٹوں، پوتوں، نواسوں کو (بنیہ [illegible] آتے ہیں) اپنے خاندان کے چھوٹے افراد کو اور نئی نسل کے سب لوگوں کو جمع کیا اور یہ کہا کہ "ما تعبدون من بعدی" کہ میرے عزیزو اور پیارو! یہ بتادو کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے، اب آپ خیال خیال کیجئے کہ یعقوب علیہ السلام، باپ ان کے پیغمبر، حضرت اسحاق چچا ان کے

www.abulhasanalinadwi.org

پیغمبر، حضرت اسماعیل دادا ان کے پیغمبر، حضرت ابراہیم جن سے یہ بات کر رہے ہیں اور جن سے یہ مکالمہ ہو رہا ہے ان کی رگوں میں ایک نبی کا نہیں چار چار نبیوں کا خون ہے اور جنہوں نے اس گھر میں سنا کیا اور دیکھا کیا سوائے توحید کے اعلان کے کچھ سنا نہیں، اور سوائے خدائے واحد کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے اور اس کے سامنے سر جھکاتے ہوئے اور اس سے مانگتے ہوئے اور اس کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے انہوں نے کچھ دیکھا بھی نہیں۔ یہاں اس گھر میں تو بالکل اللہ کی حکومت اور فرماں برداری کا سایہ چھایا ہوا ہے، شامیانہ تنا ہوا ہے اور ہوا میں اس کی خوشبو ہے، بلکہ یہاں کے افراد کی سانسوں میں بھی اس کی خوشبو اور اسکی برکت ہے اور یہاں نہ تو اس کے سوا کوئی تذکرہ ہے نہ کوئی مسئلہ ہے اور نہ کوئی فکر کی چیز سمجھی جاتی ہے۔

آپ کو یہ پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی، اس میں دو چیزیں ہیں ایک "**عشق است وہزار بدگمانی**" جب آدمی کو کسی چیز سے محبت ہوتی ہے تو اس میں اس کو فکر اس کی پیدا ہوتی ہے اور اس کے اندر کبھی کبھی تشویش بھی پیدا ہو جاتی ہے یہ علامت ہے محبت کی، کسی کا کوئی مال کہیں رکھا ہوا ہو تو بار بار اس کے دل میں خیال آئے گا کسی نے دیکھا تو نہیں میں نے جب رکھا تھا کوئی دیکھ تو نہیں رہا تھا اب تو کسی کو پتہ نہیں چل جائے گا کہ میں نے کہاں رکھ دیا، کوئی بتا تو نہیں دے گا، دس باتیں آئیں گی اگر اس مال کی قدر و قیمت ہے اور اس کی وہ حیثیت ہے کہ اس کی فکر کی جائے۔ اسی طرح بہت سے لوگوں کو عزت و عصمت کی فکر ہوتی ہے، بہت سے لوگوں کو آپس کے تعلقات کی فکر ہوتی ہے کہ اتحاد کے ساتھ رہیں۔ ایک باپ کا واقعہ ہے کہ آخری وقت میں انہوں نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور کہا، ایک لکڑی لاؤ، اس کو توڑ دیا، انہوں نے کہا دوسری لاؤ اس کو بھی توڑ دیا اور اسکے بعد

www.abulhasanalinadwi.org

کئی لکڑیاں جمع کیں اور ان سب کا مجموعہ بنایا اور کہا ان کو توڑ دو، نہیں ٹوٹا تو کہا بیٹو اگر تم مل کر رہو گے اتحاد کے ساتھ رہو گے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہونچا سکے گا، تمہارا کوئی بال بیکا نہیں کر سکے گا ایسے ہی اگر وصیتوں پر کوئی کتاب ہو اور آپ وصیتیں پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا، کس کس چیز کی کس کس نسل نے کس کس زمانہ میں کس کس طبقہ میں کتنی فکر رہی ہے اور وہ اس کے لئے کیا کیا انتظام کرتا تھا یہاں تک کہ مرنے کے قریب جب بولنا بھی مشکل ہوتا ہے اس وقت بھی کوئی نہ کوئی وصیت کر کے جاتا ہے کہ دیکھو ہم نے وہاں پر اتنا پیسہ جمع کر رکھا ہے وہاں پر خزانہ ہے اور وہاں ایک دفینہ ہے اس کو مت بھولنا اور دیکھو مجھ پر فلاں کا قرض تھا اس کو ادا کر دینا اور ہمارا فلاں پر مطالبہ ہے ہمارا فلاں پر قرض ہے تم اس کو وصول کر لینا۔

کسی کو اگر فرصت ہو وصیت ناموں پر کوئی کتاب لکھے تو اس کو سیکڑوں نہیں ہزاروں قسم کی وصیتیں ملیں گی اور سب کے اندر جو چیز مشترک نظر آئے گی وہ ہے محبت اور فکر کسی چیز کی اہمیت کو سمجھنا، جس کے نزدیک جس چیز کی اہمیت ہوتی ہے وہ اسی کی وصیت کرتا ہے اور اسی کے متعلق اطمینان حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اس سے آپ سمجھ جائیں گے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پوچھنے کی وجہ کیا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ ان کو سب سے زیادہ فکر ایمان کی تھی کہ ہماری اولاد اور ہماری نسل بھی اسی ایمان پر قائم رہے توحید خالص کا عقیدہ، ایمان بالآخرت کا عقیدہ، اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے کا عقیدہ اور اس کے جزا و سزا کے اختیار رکھنے کا عقیدہ اور نیک کاموں سے جو اجر و ثواب ملتا ہے، برکت حاصل ہوتی ہے اس پر یقین اور گناہوں سے جو وبال آتا ہے اور جو بے برکتی ہوتی ہے پھر اس سے اللہ کی

www.abulhasanalinadwi.org

ناراضگی ہوتی ہے اس پر عقیدہ اور یہ کہ اس زندگی کے بعد ایک زندگی ہے، آخرت کے اس عقیدہ کو گویا کہ آنکھوں سے دیکھ لیا، تو آپ ان وصیتوں میں دیکھیں گے کہ جن پر جو چیز مسلط تھی، جس پر جو چیز حاوی تھی، اس کے ذہن ودماغ پر، اور جس کی قدروقیمت سے زیادہ واقفیت تھی اسی کی اس نے وصیت کی اور اسی کی فکر کی، تو یعقوب علیہ السلام پر جو سب سے زیادہ فکر غالب تھی کہ یہ ایمان جو ہم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کے بعد مسلسل ہمارے خاندان میں چلا آرہا ہے یہ جاری رہے، یہ ہے تسلسل، ایمانی تسلسل، حضرت یعقوبؑ ایک پیر فرزانہ تھے، جہاندیدہ بزرگ تھے اور بڑے صاحب نظر تھے، ان کے سامنے خاندانوں کا انجام بھی تھا، نسلوں کا انجام بھی تھا، ان کی تاریخ بھی تھی، بڑے بڑے اولیاء اللہ کے خاندان کی تاریخ بھی تھی، انبیاء علیہم السلام کے خاندانوں کی تاریخ بھی تھی، اس وجہ سے یہ فکر تھی کہ میں اپنے سامنے اطمینان کرلوں اور جتنا ان کے دل میں بٹھا سکوں اور دماغ میں اتار سکوں اور ان کے دل پر نقش کرسکوں جیسے گھٹی میں کوئی چیز ڈالی جاتی ہے، پلا سکوں تو میں ان کو پلا جاؤں، انہوں نے کہا: مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ یہ بتاؤ کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟

عبادت میں صرف سر جھکانا سجدہ کرنا نماز پڑھنا ہی نہیں بلکہ عبادت کے معنی ہیں اطاعت مطلقہ خدائے وحدہ لاشریک لہ کے حکم پر چلانا اور اس کے اشارے کو دیکھنا اور اس کے قانون کو ماننا اور اسکی شریعت کی پیروی کرنا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے سوال میں کم از کم یہ سب چیزیں آجائیں گی، کسی معمولی عربی خواں آدمی کے ذہن میں یہ سوال آئے یا نہ آئے، کسی غیر عالم کے ذہن میں ہو نہ ہو، لیکن یعقوب علیہ السلام جو پیغمبر زادے تھے، پیغمبر کے بیٹے، پیغمبر کے بھتیجے

www.abulhasanalinadwi.org

اور پیغمبر کے پوتے، وہ خوب سمجھتے تھے کہ اب یہ سلسلہ چلے گا، خوب دیکھا ہے کہ کتنے سلسلے تھے جو نہیں چلے، انہوں نے کہا کہ میرے بیٹو! اطمینان دلا دو اور یہ بتا دو کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ کلی طور پر اور سو فیصدی کس کی بات مانو گے۔ کوئی استثنا نہیں کیا ہے حکم خداوندی ہے، اللہ کا حکم ہے، سر جھکا دیا، اگر کچھ چھوڑنا پڑا تو چھوڑ دیا، بے تکلف چھوڑ دیا، کچھ ایثار کرنا پڑا، قربانی دینی پڑی تو ہر چیز کے لئے تیار ہیں 'ماتعبدون' میں یہ سب آتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تم سر کس کے سامنے جھکاؤ گے، بتوں کے سامنے تو نہیں جھکاؤ گے، درختوں کے سامنے تو نہیں جھکاؤ گے، دریاؤں کے سامنے تو نہیں جھکاؤ گے اور جو دیومالائی تہذیب چلی آرہی ہے (اور میتھالوجی تمام دنیا کی قوموں میں اور ہمارے ہندوستان میں تو اس کا بہت بڑا مرکز تھا، اور یہاں کا مذہب، مجھے معاف کیا جائے کہ میں تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ یہاں تو اصل دیومالائی مذہب تھا، یہاں تو نبوت کا پتہ ہی نہیں چلتا ہے کہ کب یہاں کوئی پیغمبر آیا تھا۔ آئے ہوں گے لیکن کوئی تعیّن کے ساتھ اور تیقن کے ساتھ نہیں کہہ سکتا) تو انہوں نے کہا کہ سر صرف اللہ کے سامنے جھکانا، نہ کسی فاتح کے سامنے جھکانا، نہ کسی دولت و ثروت کے سامنے جھکانا، نہ کسی جبار کے سامنے جھکانا، نہ مندر میں جھکانا، نہ کسی مزار پر جھکانا۔ سب اس میں آجاتا ہے مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ، تم میرے بعد عبادت کس کی کرو گے؟ کس کے لئے سر جھکاؤ گے اور کس کے حکم پر چلو گے آنکھ بند کر کے اور بالکل بے چوں وچرا۔ انہوں نے کہا: نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ اٰبَائِکَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰھًا وَّاحِدًا ابا جان، دادا جان، نانا جان سبھی تھے کہ ہم آپ کے پروردگار اور آپ کے معبود کی عبادت کریں گے جو آپ کے آباء و اجداد کا بھی اللہ ہے، آپ کے والد، آپ

کے چچااور آپ کے دادا حضرت ابراہیم کا بھی الٰہ ہے وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُونَ، اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں، حالانکہ اگر بے ادبی نہ ہو تو کہوں کہ وہ کہہ سکتے تھے کہ ابا جان دادا جان نانا جان! اس کے پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ آپ ہمارے بارے میں ہم سے خائف ہیں، ہمارے بارے میں شک وشبہ ہے ہم نے یہاں دیکھا کیا ہے، سنا کیا ہے اور آپ نے ہمیں سکھایا اور پڑھایا کیا ہے، لیکن انہوں نے اس میں کوئی بحث نہیں کی، انہوں نے کہا کہ کس کی عبادت کروگے انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے، آپ کے والد، آپ کے چچا، آپ کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معبود کی عبادت کریں گے، اور ہم پورے فرماں بردار ہوں گے، اور اپنی تمام خواہشات سے، اپنے تمام اختیارات سے اور رسم ورواج سے، اور فوائد سے، مفادات سے اور ہر قسم کے خوف واندیشہ سے ہم بالکل خالی الذہن ہوں گے، ہم کسی چیز کی فکر نہیں کریں گے، جس کو انگریزی میں Surrender کرنا کہتے ہیں، اپنے حوالہ کردینا اور اپنے کو بالکل سُپرد کردینا۔

تو یہ سب میں اس لئے سنا رہا ہوں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جیسے نبی، نبی زادے، نبی کے پوتے، نبی کے بھتیجے، وہ اپنے بیٹوں سے، پوتوں سے، نواسوں سے اس کے پوچھنے کی ضرورت سمجھتے ہیں، یہ کیا ہے جو میں نے کہا عشق است ہزار بدگمانی، جب عشق ہوتا ہے تو ہزار طرح کی بدگمانیاں ہوتی ہیں، جب کوئی چیز عزیز ہوتی ہے تو فکر ہوتی ہے کہ یہ قائم رہے اس پر کوئی آنچ نہ آئے، اس پر کوئی غبار نہ پہونچے، اس کو کوئی خطرہ نہ پیش آئے، یہ تو سب محبت کی بات ہے اور اہمیت سمجھنے کی بات ہے۔

نئی نسل کے ایمان وعقیدے کی فکر کیجئے

آج ہم مسلمانوں کو سب سے زیادہ اسی کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی آئندہ

نسل کے متعلق یہ اطمینان کرلیں کہ یہ صراط مستقیم پر رہے گی اور جس دین کا نام اسلام ہے، اِنّ الدین عندالله الاسلام، اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے، اس کے متعلق آپ اطمینان کرلیں اور پھر اس کے ذرائع بھی سوچیں، اور ان خطرات کو بھی دور کریں جو پیش آسکتے ہیں، ذرائع یہ ہیں کہ مدارس ومکاتب قائم کریں، اور یہ چونکہ مدرسہ میں تقریب ہورہی ہے اس لئے خاص طور پر اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ مدارس ومکاتب کا قیام در حقیقت اس دینی، ایمانی، اعتقادی، اخلاقی، تہذیبی اور معاشرتی تسلسل کے قائم رکھنے کے لئے ہے اگر مدارس کے سامنے یہ مقصد نہیں ہے تو انہوں نے اپنی افادیت واہمیت سمجھی ہی نہیں، اپنا کام ہی نہیں سمجھا۔ یہ مدارس اس لئے ہیں کہ جو اس میں پڑھیں وہ اعتقادی طور پر توحید خالص پر ہوں، کسی کے سامنے سر جھکانا نہیں، میں بالکل صاف کہتا ہوں کہ نہ کسی مزار کے سامنے سر جھکانا اور نہ چادر چڑھانا، نہ کسی کو عالم الغیب سمجھنا نہ کسی کو متصرف فی الکائنات سمجھنا، فلاں بیٹے دیتے ہیں، اگر بیٹے کی ضرورت ہے تو فلاں سے مانگئے، روزی فلاں سے مانگئے، اگر بیمار کو شفاء چاہتے ہیں تو فلاں مزار اور فلاں بزرگ سے مانگئے، قطعاً نہیں اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللهِ الْاِسْلَام، اَلَالَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ، یاد رکھو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور اسی کا کام ہے حکم چلانا، وہ پیدا کر کے فارغ نہیں ہو جاتا، شاہ جہاں تاج محل بنا کر چلے گئے، اب تاج محل ہمارے آپ کے رحم وکرم پر ہے، ہندوستان کے باشندوں پر، کوئی توڑے نہیں، کوئی سیاہی نہیں لگائے، دنیا تاج محل نہیں ہے اَلَالَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ یاد رکھو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور اسی کا کام ہے حکم چلانا، اور حکم دینا، ایڈمنسٹریشن خالصتاً اسی کے ہاتھ میں ہے، یہ توحید کا عقیدہ ہو، پھر فرائض کی پابندی ہو، شریعت کا احترام ہی

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں شریعت کا علم ہو، اور شریعت کو دوسروں تک پہونچانے کا جذبہ ہو، اور شریعت پر چلانے کا جوش ہو اور ولولہ ہو اور جو اس کے مسائل ہیں اس سے واقف ہوں اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو مسئلہ بتا سکیں اور خود بھی عمل کر سکیں، اس کے لئے مدارس قائم کئے جاتے ہیں، یہی وہ بات ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا گویا کہ بالکل سامنے کوئی چیز ہو جسے ہم دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا دولت خانہ ہے اور ان کے بیٹے اور پوتے اور ان کے نواسے سب موجود ہیں، مجلس ہے اور ماشاء اللہ وہ کثیر الاولاد تھے، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں بڑی برکت عطا فرمائی تھی، معلوم نہیں کتنی تعداد میں ہوں سب مل ملا کر، اور آپ ان کا امتحان لیتے ہیں اور پوچھتے ہیں ان سے کہ بتادو مجھے اس کا اطمینان دلادو اور یہ کہا جاسکتا ہے یہاں کے محاورے میں کہ ہماری پیٹھ قبر سے نہیں لگے گی، زمین سے نہیں لگے گی جب تک میں یہ اطمینان کر لوں کہ میرے بعد میرے بیٹے، میرے پوتے، میرے نواسے کس کی عبادت کر رہے ہیں اور کس کی عبادت کرنے کا فیصلہ ہے ان کا، اور عزم ہے اور استقلال واستحکام ہے، تو بات ساری محبت کی ہے اور اہمیت سمجھنے کی ہے، آپ اپنی اولاد کے بارے میں (اللہ تعالیٰ ان کو زندگی عطا فرمائے عمر میں برکت عطا فرمائے) اپنے بیٹوں کے بارے میں یہاں تک کہ بیٹوں کے بارے میں، لڑکیوں کے بارے میں بھی، پوتیوں کے بارے میں اور نواسیوں کے بارے میں بھی، یہاں تک کہ جہاں آدمی کی بات احترام سے سنی جاتی ہے اور مانی جاتی ہے پورا خاندان ان سب کی آئندہ نسل کے بارے میں آپ کو فکر مند ہونا چاہئے اور آپ کو اطمینان کر لینا چاہئے اور اس کے جو اسباب وذرائع ہیں ان کو اختیار کرنا چاہئے۔ اگر مکاتب قائم کرنے کی

ضرورت ہے تو جا بجا قائم ہوں اور اسکے بعد اپنے لڑکوں کے بارے میں آپ بڑی سے بڑی دنیاوی منفعت کو اور شاندار مستقبل کو اور بڑی بڑی ملازمتوں کو اور ترقیوں کو اور بڑی شہرت و تعریف، سب کو نظر انداز کر کے، پس پشت ڈال کر پہلے ان کے ایمان کی فکر کریں کہ اول تو ایمان ان کے دل میں پیدا ہو اور پھر ایمان کے جو تقاضے ہیں اور ایمان کے جو لوازمات ہیں اور مطالبات ہیں وہ بھی پورے کریں، یہ نماز کے پابند ہوں، یہ محرمات سے دور ہوں، نظر کی حفاظت کرنے والے ہوں، اعضاء کی حفاظت کرنے والے ہوں، جھوٹ نہ بولیں، بد معاملگی نہ کریں اور رشوت نہ لیں اور بد اخلاقی نہ کریں، ظلم نہ کریں اور نفس پرستی نہ کریں۔

اس فکر کو عام کیجئے

ان ساری چیزوں میں ہمارا فریضہ ہے کہ اپنی آئندہ نسل کے بارے میں پورا اطمینان حاصل کرلیں اور جب تک یہ بات عام مسلمانوں میں نہیں پیدا ہوگی، محض دعوتی مرکز اور محض کتب خانے اور محض دار التصنیف اور محض بڑے بڑے مدارس اور دار العلوم کافی نہیں، یہ محلّہ محلّہ نہیں گھر گھر یہ بات ہونی چاہئے کہ آپ کو فکر ہو کہ ہماری اولاد، ہمارے بیٹے، پوتے، نواسے کس دین پر رہیں گے اور ان میں صحیح عقیدہ قائم رہے گا یا نہیں، اور پھر فرائض کی پابندی ہوگی کہ نہیں؟ خدا کا خوف ہوگا کہ نہیں اور مرنے کے بعد زندگی پر یقین ہوگا کہ نہیں؟ اور اس کے لئے تیاری ہوگی کہ نہیں؟ وہ بڑی سے بڑی دولت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔

بس آپ سب اس کو اپنے دل میں بٹھالیجئے، آپ کو ان کے کھانے پینے سے زیادہ، انکی صحت سے زیادہ، ان کی دنیوی تعلیم سے زیادہ، ان کی عزت سے زیادہ

www.abulhasanalinadwi.org

اور ان کے عہدے سے زیادہ، ان کے ایمان کی فکر ہوگی، ان کے فرائض کے پابند ہونے کی فکر ہوگی، اور اپنی ذات سے عامل ہونگے اور دوسروں کے لئے داعی و مبلغ ہوں گے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆

وہ قوم ہی قائد ہے اور فاتح ہے جہاں میں
جس قوم کے اخلاق کی چلتی رہے تلوار
اُس قوم کی دنیا میں نہیں کچھ بھی حقیقت
جس قوم کے کردار کا گھٹ جاتا ہے معیار
(طارق بن ثاقب)

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

صورت اور حقیقت

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تقریر ۶؍دسمبر ۱۹۴۹ء کو بمقام لکھنؤ ایک تبلیغی جلسہ میں کی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صورت اور حقیقت

خطبۂ مسنونہ کے بعد

صورت اور حقیقت میں بہت بڑا فرق ہے

ایک چیز کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت، ان دونوں میں بہت بڑی مشابہت کے باوجود بہت بڑا فرق بھی ہوتا ہے، آپ روز مرہ کی زندگی میں صورت اور حقیقت اور ان کے فرق سے خوب واقف ہیں، میں اس کی دو مثالیں دیتا ہوں، آپ نے مٹی کے پھل دیکھے ہوں گے جو بالکل اصلی پھل معلوم ہوتے ہیں، لیکن صورت و حقیقت میں زمین آسمان کا فرق ہے مٹی کے آم میں نہ اصلی آم کا ذائقہ ہے، نہ خوشبو نہ رس نہ نرمی نہ اس کی خاصیتیں، صرف آم کی شکل ہے اور اسکا رنگ و روغن، اس لئے اس کو آم کہیں گے، مگر مٹی کا آم، یہ مٹی کا آم دیکھنے بھر کا ہے۔ نہ کھانے کا، نہ سونگھنے کا، نہ ذائقہ نہ خوشبو۔

آپ مردہ عجائب خانے میں گئے ہوں گے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہاں سب درندے اور سب جانور موجود ہیں، شیر بھی ہے اور ہاتھی بھی، تیندوا بھی اور چیتا بھی، مگر بے حقیقت، بھس بھری ہوئی کھالیں، جن میں نہ کوئی جان ہے نہ

www.abulhasanalinadwi.org

طاقت، شیر ہے مگر نہ اس کی آواز ہے نہ غصہ، نہ طاقت ہے نہ ہیبت۔

حقیقت کے مقابلہ میں صورت کی شکست

اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صورت کبھی حقیقت کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، صورت سے حقیقت کے خواص کبھی ظاہر نہیں ہو سکتے، صورت کبھی حقیقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ صورت کبھی حقیقت کا بوجھ سنبھال نہیں سکتی، جب صورت کسی حقیقت کے مقابلہ میں آئے گی، اس کو شکست کھانا پڑے گی۔ جب صورت پر کسی حقیقت کا بوجھ ڈالا جائے گا۔ صورت کی پوری عمارت زمین پر آرہے گی۔

صورت اور حقیقت کا یہ فرق ہر جگہ نمایاں ہوگا۔ ہر جگہ صورت کو حقیقت کے سامنے پسپا ہونا پڑے گا۔ یہاں تک کہ عظیم سے عظیم اور مہیب سے مہیب صورت اگر حقیر سے حقیر حقیقت کے مقابلہ میں آئے گی تو اس کو مغلوب ہونا پڑے گا۔ اس لئے ہر چھوٹی سے چھوٹی حقیقت ہر بڑی سے بڑی صورت کے مقابلے میں زیادہ طاقت رکھتی ہے، حقیقت ایک طاقت ہے ایک ٹھوس وجود ہے، صورت ایک خیال ہے، دیکھئے ایک چھوٹا سا بچہ اپنے کمزور ہاتھ کے اشارے سے ایک بھس بھرے مردہ شیر کو دھکا دے سکتا ہے، اس کو زمین پر گرا سکتا ہے، اس لئے کہ بچہ خواہ کتنا ہی کمزور سہی ایک حقیقت رکھتا ہے، شیر اس وقت صرف صورت ہے، بچہ کی حقیقت شیر کی صورت پر آسانی سے غالب آجاتی ہے۔

نفس کا دھوکہ

یہ عالم حقائق کا مجموعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ایک حقیقت رکھی ہے مال کی بھی ایک حقیقت ہے اسکی محبت طبعی اور اس کی خواہش فطری ہے اگر حقیقت

www.abulhasanalinadwi.org

نہ ہوتی تو اس کے متعلق احکام کیوں ہوتے۔ اس میں کشش کیوں ہوتی؟ اولاد ایک حقیقت ہے اس سے طبعی محبت اور فطری تعلق ہوتا ہے اگر اولاد ایک حقیقت نہ ہوتی تو شریعت میں اس کی پرورش و نگہداشت کے احکام و فضائل کیوں ہوتے؟ اسی طرح طبعی ضروریات اور خواہشات کی بھی ایک حقیقت ہے ان حقیقتوں پر ایک بالاتر، قوی تر حقیقت ہی غالب آسکتی ہے، کوئی صورت نہیں آسکتی۔ یہ حقائق کتنے باطل آمیز سہی ان پر فتح حاصل کرنے کے لئے اسلام و ایمان کی حقیقت درکار ہے اسلام کی صورت کتنی ہی مقدس سہی ان پر فتح حاصل نہیں کرسکتی، اس لئے کہ ادھر حقیقتیں ہیں ادھر صرف صورت، آج ہم یہی دیکھ رہے ہیں کہ صورت اسلام ادنیٰ حقائق پر غالب نہیں آرہی ہے، اس لئے کہ صورت میں دراصل کچھ بھی طاقت نہیں، ہماری صورت اسلام، صورت کلمہ، صورت نماز ادنیٰ ترغیبات چھڑانے سے قاصر ہے، ادنیٰ عادات پر غالب آنے سے عاجز ہے، ہم کو موسم کی ادنیٰ سختی اور حقیر ترین خواہش کا مقابلہ کرنے کی طاقت عطا نہیں کرتی۔ آپ کا یہ کلمہ جو کبھی گردن کٹوادینے کی طاقت رکھتا تھا جو مال اور اولاد کو اللہ کی راہ میں بے تکلف قربان کرادینے کی قوت رکھتا تھا، آج وہ ان سردیوں میں صبح کی نماز کے لئے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا، جو کلمہ زندگی بھر کی منہ لگی شراب کو شریعت کے حکم پر ہمیشہ کے لئے چھڑا سکتا تھا، آج اگر ضرورت پڑجائے تو آپ کی ادنیٰ مرغوب چیز یا معمولی عادت بھی نہیں چھڑا سکتا۔ اس لئے کہ وہ کلمہ کی حقیقت تھی جس کے کارنامے آپ تاریخ اسلام میں پڑھتے ہیں، یہ کلمہ کی صورت ہے جس کی بے اثری آپ دن رات دیکھتے ہیں۔ ہم غلطی یہ کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کی تاریخ کو اپنے اوپر اوڑھنا چاہتے ہیں، اس کو اپنے اوپر منطبق کرنا چاہتے ہیں، جب وہ منطبق نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

ہوتی، جب وہ لباس ہمارے اوپر راست نہیں آتا، جب جگہ جگہ جھول پڑ جاتے ہیں تو ہم شکایت کرتے ہیں، تعجب کرتے ہیں کہ کلمہ وہ بھی پڑھتے تھے ہم بھی پڑھتے ہیں، نماز وہ بھی پڑھتے تھے ہم بھی پڑھتے ہیں، پھر کیوں اسی طرح کے واقعات ظہور میں نہیں آتے، کیوں اسی طرح کے نتائج و ثمرات بر آمد نہیں ہوتے؟ دوستو اور بزرگو! اپنے نفس کو دھوکہ نہ دو، وہاں کلمہ کی حقیقت تھی ایمان کی حقیقت تھی، یہاں کلمہ کی صورت ہے، ایمان کی صورت ہے، نماز کی صورت ہے جس طرح املی کے بیج سے آم کے پھل کی توقع فضول ہے اسی طرح صورت سے حقیقت کے خواص کی امید بے کار ہے اور فریب نفس۔

حقیقت اسلام

حضرت خبیبؓ کا واقعہ آپ نے سنا ہے پھانسی کے تختہ پر ان کو چڑھایا گیا، چاروں طرف سے نیزوں کی نوکوں نے ان کو کوچنا شروع کیا، برچھیوں نے ان کے جسم کو چھلنی کر دیا، وہ صبر و استقامت کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے، عین اس حالت میں ان سے کہا جاتا ہے کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہاری جگہ رسول اللہ ﷺ ہوں؟ وہ تڑپ کر جواب دیتے ہیں کہ میں تو اس پر بھی راضی نہیں کہ مجھے چھوڑ دیا جائے اور حضور کے تلوے میں کوئی کانٹا بھی چبھے، حضرات! کیا یہ صورت اسلام تھی جس نے ان کو تختہ دار پر ثابت قدم رکھا اور ان کی زبان سے یہ الفاظ کہلوائے؟ نہیں، وہ اسلام کی حقیقت تھی جو ان کے ہر زخم پر مرہم رکھتی تھی، جو ہر نیزے کی چبھن پر ان کے سامنے جنت کا نقشہ لاتی تھی اور انہیں دکھاتی تھی کہ یہ تمہاری اس تکلیف کا صلہ ہے بس چند لمحوں کا معاملہ ہے یہ جنت تمہاری منتظر ہے یہ خدا کی رحمت تمہاری منتظر ہے، اگر تم نے اس فانی جسم کی اس فانی تکلیف کو گوارا کر لیا تو

www.abulhasanalinadwi.org

غیر فانی زندگی غیر فانی راحت تمہارا حصہ ہے، یہ عشق و محبت کی حقیقت تھی، جب ان سے کہا گیا کہ کیا تم کو یہ منظور ہے کہ تمہاری جگہ رسول اللہ ﷺ ہوں؟ تو حضور ﷺ کی صورت حقیقت بن کر ان کے سامنے آگئی اور ان کو گوارا نہیں ہوا کہ اس جسم اقدس کو ایک کانٹے کی بھی تکلیف ہو۔

یہ چند پاک اور بلند حقائق تھے جو درد و تکلیف کی حقیقت پر غالب آئے صورت اسلام میں اس حقیقی درد و تکلیف کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ پہلے تھی نہ اب ہے، صورت اسلام تو تکلیف کے تصورات اور خیالات کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہم کو اور آپ کو معلوم ہے کہ گزشتہ فسادات کے موقع پر خیالی خطرات کی بنا پر لوگوں نے صورت اسلام بدل دی، مسلمانوں نے سروں پر چوٹیاں رکھیں اور غیر اسلامی شعار اختیار کئے، اس لئے کہ ان غریبوں کے پاس صرف صورت اسلام تھی جو اس میدان میں ٹھہر نہیں سکتی تھی۔

آپ نے سنا ہے کہ حضرت صہیب رومیؓ ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار مکہ نے ان کو راستے میں روکا اور کہا کہ صہیبؓ تم جا سکتے ہو مگر یہ مال نہیں لے جا سکتے جو تم نے ہمارے شہر میں پیدا کیا ہے، اب حقیقتِ اسلام کا حقیقتِ مال سے مقابلہ تھا۔ حقیقتِ اسلام اپنی مقابل حقیقت پر غالب آئی، صورت اسلام ہوتی تو وہ حقیقتِ مال کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

آپ نے سنا ہے کہ حضرت ابو سلمہؓ جب ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار ان کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ تم جا سکتے ہو مگر ہماری لڑکی ام سلمہ کو نہیں لے جا سکتے، اب حقیقتِ اسلام کا ایک حقیقت سے مقابلہ تھا وہ حقیقت کیا تھی؟ بیوی کی محبت، جو ایک حقیقت تھی، لیکن اسلام کی حقیقت مومن

www.abulhasanalinadwi.org

کے دل میں ہر حقیقت سے زیادہ طاقتور اور گہری ہوتی ہے، انہوں نے بیوی کو اللہ کے حوالے کیا اور تن تنہا چل دیئے۔ کیا صورتِ اسلام میں اتنی طاقت ہے کہ آدمی بیوی کو چھوڑ دے؟ ہم نے تو دیکھا ہے کہ لوگوں نے بیوی اور بچوں کے لئے کفر تک اختیار کرلیا اور صورت اسلام کی ذرا پرواہ نہیں کی ہے۔

آپ نے سنا ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے باغ میں ایک چھوٹی سی چڑیا آگئی اور اس کو پھر جانے کا راستہ نہ ملا، حضرت ابو طلحہؓ کی توجہ ہٹ گئی، نماز کے بعد انہوں نے پورا باغ صدقہ کردیا۔ اس لئے کہ حقیقتِ نماز اس شرکت کو گوارا نہیں کرسکتی تھی، باغ کی بھی ایک حقیقت ہے اس کی سرسبزی، اس کی فصل، اس کی قیمت ایک حقیقت ہے، اس حقیقت کا مقابلہ صورتِ نماز نہیں کرسکتی تھی، اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت حقیقتِ صلوٰۃ ہی میں ہے، آج ہماری آپ کی نماز ادنیٰ ادنیٰ حقیقتوں کا مقابلہ اس لئے نہیں کرسکتی کہ وہ حقیقت سے خالی اور ایک صورت ہے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ یرموک کے میدان میں چند ہزار مسلمان تھے، اور کئی لاکھ رومی، ایک عیسائی (جو مسلمانوں کے جھنڈے کے نیچے لڑ رہا تھا) کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ رومیوں کی تعداد کا کچھ ٹھکانا ہے؟ حضرت خالدؓ نے کہا خاموش! خدا کی قسم اگر میرے گھوڑے اشقر کے سم درست ہوتے تو میں رومیوں کو پیغام بھیجتا کہ اتنی ہی تعداد اور میدان میں لے آئیں۔

حضرات! حضرت خالدؓ کو یہ اطمینان واعتماد کیوں تھا اور وہ رومیوں کی تعداد کو بے حقیقت کیوں سمجھتے تھے؟ اس لئے کہ وہ حقیقت اسلام رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کے مقابل صرف رومیوں کی صورتیں ہیں، جو ہر طرح کی حقیقت

www.abulhasanalinadwi.org

سے خالی ہیں، یہ لاکھوں صورتیں اسلام کی حقیقت کے سامنے ٹھہر نہیں سکتیں۔ ہم یقیناً کلمہ پڑھتے ہیں، ہم میں سے بہت سے لوگ کلمہ کے معنی سے بھی واقف ہیں، لیکن حقیقت کلمہ کوئی اور چیز ہے، وہ ان الفاظ اور معنی سے بہت بلند ہے، کلمہ کی یہ حقیقت صحابہؓ کرام کو حاصل تھی، جب وہ کہتے تھے لاالہ الا اللہ تو واقعتاً سمجھتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی حاکم و بادشاہ نہیں، اللہ کے سوا کوئی محبت و خوف کے لائق نہیں اللہ کے سوا کوئی امید و توقع کے قابل نہیں، اللہ کے سوا کسی کی ہستی کوئی ہستی نہیں، کیا یہ سب حقیقتیں ہم سب کے دل میں اتری ہوئی ہیں، ہمارے دماغ کے اندر بسی ہوئی ہیں، ہماری زندگی کے اندر جڑ پکڑے ہوئی ہیں؟ اگر ہم ان حقیقتوں سے واقف بھی ہوتے تو لاالہ الا اللہ کہتے ہوئے ہمیں احساس ہوتا کہ ہم کتنی بڑی بات کہہ رہے ہیں، جس کو اس حقیقت کا ذرا بھی احساس ہے اسلام کا دعوی کرتے ہوئے سمجھتا ہے کہ وہ کتنا بڑا دعویٰ کر رہا ہے۔

چوں می گویم مسلمانم بلرزم

کہ دانم مشکلات لاالٰہ را

ہم سب جانتے ہیں کہ آخرت برحق ہے، جنت و دوزخ برحق ہیں، مرنے کے بعد یقیناً زندہ ہونا ہے، لیکن کیا سب کو ایمان کی وہ حقیقت حاصل ہے جو صحابہؓ کو حاصل تھی؟ اس حقیقت کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابی کھجور کھاتے کھاتے پھینک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کے ختم ہونے کا انتظار کرنا میرے لئے مشکل ہے اور فوراً بڑھ کر شہادت حاصل کرتا ہے، اس لئے کہ جنت اس کے لئے ایک حقیقت تھی اور وہ حقیقت اس کے سامنے تھی، اس کی حقیقت جس کو حاصل تھی وہ کہتا تھا کہ مجھے احد پہاڑ کے اس طرف سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ یرموک کے میدان میں ایک

صحابی ابو عبیدہؓ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امیر! میں سفر کے لئے تیار ہوں کوئی پیغام تو نہیں کہنا ہے ؟ وہ کہتے ہیں، ہاں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہمارا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپ نے جو ہم سے وعدے فرمائے تھے وہ سب پورے ہو رہے ہیں، یہ ہے یقین کی حقیقت، اس حقیقت پر کون سی قوت غالب آسکتی ہے، اور ایسی حقیقت رکھنے والی جماعت پر کونسی جماعت غالب آسکتی ہے ؟

صورت اسلام حفاظت کرنے کے لئے کافی نہیں

امت میں جو سب سے بڑا انقلاب ہوا وہ یہ کہ اس کی بڑی تعداد اور شاید سب سے بڑی تعداد میں صورت نے جگہ لے لی۔ یہ آج کی بات نہیں، صدیوں کی پرانی حقیقت ہے، صدیوں سے صورت نے حقیقت کی جگہ حاصل کر رکھی ہے عرصہ تک دیکھنے والوں کی صورت پر حقیقت کا دھوکا ہوتا رہا اور وہ حقیقت کے ڈر سے اس صورت کے قریب آنے سے بچتے رہے لیکن جب کسی نے ہمت کر کے اس صورت کو چھوا تو معلوم ہوا کہ اندر سے پول ہے اور حقیقت غائب ہو چکی ہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کبھی کبھی کاشتکار کھیت میں ایک لکڑی گاڑ کر اس پر کوئی کپڑا ڈال دیتا ہے جس کو دیکھ کر پرندوں اور جانوروں کو شبہ ہوتا ہے کہ کوئی آدمی رکھوالی کر رہا ہے لیکن اگر کبھی کوئی سیانا کوا یا ہوشیار جانور ہمت کر کے کھیت میں جا پڑے تو ظاہر ہے کہ وہ بے جان شبیہ کچھ نہیں کر سکتی، پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جانور اس کھیت کو روند ڈالتے ہیں اور پرندے اس کا ستیاناس کر دیتے ہیں۔

مسلمانوں کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا، ان کی صورت حقیقت بن کر برسوں ان کی حفاظت کرتی رہی، قومیں ان کے قریب آنے سے ڈرتی تھیں، حقیقت اسلام کے واقعات ان کے ذہن میں تازہ تھے اور کسی کو مسلمانوں پر حملہ

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، لیکن کب تک؟ جب تاتاریوں نے بغداد پر چڑھائی کی، جس پر حملہ کرنے سے وہ برسوں احتیاط کرتے رہے، تو اس صورت کی حقیقت کھل گئی اور مسلمانوں کا بھرم جاتا رہا۔ اس وقت سے صورت اسلام حفاظت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، اب صرف حقیقت اسلام ہی اس امت کی حفاظت کرسکتی ہے۔

حقیقت کی شکست کے واقعات نہیں، یہ سب صورت کی شکست وہزیمت کے واقعات ہیں، صورت نے ہم کو ہر معرکہ میں رسوا و ذلیل کیا لیکن خطا ہماری تھی ہم نے غریب صورت پر حقیقت کا بوجھ رکھنا چاہا وہ اس بوجھ کو سہار نہ سکی خود بھی گری اور امارت کو بھی زمین پر لے آئی۔

حقیقت اسلام مدتوں سے میدان میں آئی ہی نہیں

عرصہ دراز سے صورت اسلام معرکہ آزما ہے اور شکست پر شکست کھا رہی ہے اور حقیقت اسلام مفت میں بدنام اور دنیا کی نگاہوں میں ذلیل ہو رہی ہے، دنیا سمجھ رہی ہے کہ ہم اسلام کو شکست دے رہے ہیں، اس کو خبر نہیں کہ ہم حقیقت اسلام تو مدت سے میدان میں آئی ہی نہیں، اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی صورت ہے نہ کی اسلام کی حقیقت۔

یورپ کی قوموں کے مقابلہ میں ترکی میدان میں آیا، لیکن اسلام کی ایک نڈھال صورت لے کر، یہ نحیف ونزار صورت کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکی، فلسطین میں تمام عرب قومیں اور سلطنتیں ملکر یہودیوں کے مقابلہ میں آئیں لیکن حقیقت اسلام شوقِ شہادت، جذبۂ جہاد اور ایمان کی کیفیات سے اکثر عاری، عربی قومیت کے نشہ میں سرشار، صرف اسلام کے نام ونسبت سے آراستہ، نتیجہ یہ ہوا کہ اس

www.abulhasanalinadwi.org

بے روح صورت نے یہودیوں کی جنگی قوت و تنظیم واسلحہ کی حقیقت سے مات کھائی اسلئے کہ صورت حقیقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، یہودی ایک حقیقت رکھتے تھے، عرب صرف ایک صورت رکھتے تھے، اگرچہ مقدس لیکن صورت صورت ہے اور حقیقت حقیقت ہے۔

رحمت ونصرت کے وعدے حقیقت سے متعلق ہیں

اسلام کی صورت اللہ کے یہاں ایک درجہ رکھتی ہے اسلئے کہ اس میں مدتوں اسلام کی حقیقت بسی ہوئی رہی ہے یہ اسلام کی حقیقت کا قالب ہے، اسلام کی صورت بھی اللہ کو پیاری ہے اسلئے کہ اس کے محبوبوں کی پسندیدہ صورت ہے اسلام کی صورت بھی اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے اسلئے کہ اس صورت سے حقیقت اسلام کی طرف منتقل ہونا نسبتاً آسان ہے، جہاں صورت بھی نہیں وہاں حقیقت پر پہنچنا بہت مشکل ہے، لیکن دوستو! اللہ تعالیٰ کی رحمت ونصرت کے وعدے دنیا میں اور مغفرت ونجات اور ترقیِ درجات کے وعدے سب حقیقت سے متعلق ہیں نہ کہ صورت سے، حدیث میں ہے۔ ان الله لاینظر الیٰ صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم (الحدیث).

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے، جو لوگ صرف صورت کے حامل تھے اور حقیقت سے یکسر خالی تھے ان کو وہ ان لکڑیوں سے تشبیہ دیتا ہے جو کسی سہارے رکھی ہوئی ہیں وہ فرماتا ہے :۔ وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ، وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ، یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ . (پارہ ۲۸ منافقون آیت نمبر ٤)

www.abulhasanalinadwi.org

اگر تم ان کو دیکھو تو تم کو ان کے جسم بڑے بھلے معلوم ہوں گے وہ بات کریں گے تو تم کان لگا کر سنو گے لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ لکڑیاں ہیں، جو سہارے سے رکھی ہوئی ہیں، ہر آواز کو وہ اپنے خلاف ہی سمجھتے ہیں۔

دین کے اقتدار اور امن واطمینان کا وعدہ

دنیا میں بھی فتح ونصرت وتائید واعانت کے وعدے حقیقت ایمان ہی کے ساتھ مشروط ہیں، صاف فرماتا ہے :۔ وَلَاتَهِنُوا وَلَاتَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤمِنِيْن. (پارہ ٤، آل عمران...۱۲۹).

سست و غمگین نہ ہو، تم ہی سربلند ہو گے اگر تم (حقیقتاً) صاحب ایمان ہو۔ ظاہر ہے کہ اس آیت میں خطاب مسلمانوں ہی کو ہے لیکن پھر بھی شرط لگائی ہے کہ اگر تم میں حقیقت ایمان پائی جاتی ہے تو پھر تمہاری سربلندی میں شک نہیں۔

دوسری آیت میں بھی صفت ایمان ہی پر اپنی مدد کا وعدہ فرمایا :۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ. (پارہ ۲٤، سورہ مومن....۱۵)

ہم ضرور ضرور اپنے پیغمبروں کی مدد کریں گے اور ان لوگوں کی جو صفت ایمان سے متصف ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی جب اللہ کے گواہ کھڑے ہوں گے۔

اسی حقیقت ایمانی پر خلافت ارضی، دین کے اقتدار اور امن واطمینان کا وعدہ فرمایا ہے :۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا. (پارہ ۱۸،

www.abulhasanalinadwi.org

النور..۵۵)

ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان رکھتے ہیں اور جن کے عمل صالح ہیں اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین کی خلافت سے سرفراز کرے گا جیسے ان لوگوں کو سرفراز کیا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے دین کو جو اللہ کا پسندیدہ ہے اقتدار عطا فرمائے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

لیکن باوجود اس کے یہ سارے وعدے ایمان و عمل صالح کی بنیاد پر تھے پھر یہ شرط فرمائی کہ یہ ضروری ہے کہ ان میں اسلام کی حقیقت (توحید کامل) پائی جائے۔

يَعْبُدُونَنِي لَايُشْرِكُونَ بِيْ شَيئاً . (پارہ ۱۸، النور..۵۵)

(اس شرط سے) کہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔

امت کی سب سے بڑی خدمت

پس اس وقت سب سے بڑا کام اور امت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ اس کے عموم اور سواد اعظم کو صورت سے حقیقت کی طرف سفر کرنے کی دعوت دی جائے، صورت اسلام میں روح اسلام اور حقیقت اسلام پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، اس وقت امت کی سب سے بڑی احتیاج یہی ہے اسی سے اس کے سب حالات اور اس کے نتیجہ میں دنیا کے حالات بدلیں گے، دنیا کے حالات اس امت کے حالات کے اور اس امت کے حالات اس حقیقت کے تابع ہیں، یہ امت حضرت مسیح (علیہ السلام) کے الفاظ میں زمین کا نمک ہے، دیگ کا مزا نمک کے تابع ہے اور نمک کا مزا اس نمکینی پر موقوف ہے، اگر نمک کی نمکینی ختم ہو جائے تو

www.abulhasanalinadwi.org

وہ نمک کس کام کا؟ اور پھر کھانے کو خوش ذائقہ بنانے والی چیز کہاں سے آئے گی؟ آج ساری زندگی بے کیف اور بے روح ہے اس لئے کہ اس امت کی بڑی تعداد حقیقت سے عاری اور روح سے خالی ہے؟ پھر زندگی میں روح اور حقیقت کہاں سے آئے گی؟

دوسری قوموں کی زندگی کی جڑیں خشک ہوچکی ہیں

دنیا کی اور قومیں بھی ہیں جو ہزاروں برس سے اپنے مذہب کی حقیقت اور روح سے خالی ہو چکی ہیں اور ان میں صرف چند بے روح رسمیں اور چند بے حقیقت صورتیں رہ گئی ہیں؟ لیکن ان قوموں کی دینی و روحانی زندگی ختم ہو چکی ہے؟ ان کی زندگی کے سوتے خشک ہو چکے ہیں آج دنیا کی کوئی طاقت؟ کوئی شخصیت؟ کوئی اصلاح ان میں دینی زندگی اور حقیقی روح نہیں پیدا کر سکتی؟ ایک نئی قوم کا بن جانا ان قوموں کی دوبارہ زندگی سے آسان ہے؟ جن لوگوں نے ان قوموں میں از سر نو دینی زندگی اور اخلاقی روح پیدا کرنے کی انتہائی جدوجہد کی؟ وہ زمانہ حال کے وسائل اور سہولتوں کے باوجود سخت ناکام رہے؟ اس لئے کہ در حقیقت ان میں ایمان و یقین اور دینی روح پیدا کرنے کا سرچشمہ عرصہ ہوا خشک ہو چکا ہے؟ زندگی کا سرا اور سررشتہ کٹ چکا ہے جب کسی درخت کی جڑ خشک ہو چکی ہو اور اس کی رگیں زمین چھوڑ چکی ہوں تو اس کی پتیوں کو پانی دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔

مسلمان حقیقت کی طرف ترقی و رجوع کریں

لیکن اس امت کی زندگی کا سرچشمہ موجود ہے اس امت کی زندگی کا سرا موجود ہے اور یہ امت اس سے وابستہ ہے۔ وہ ہے اللہ اور کے رسول پر ایمان، آخرت

www.abulhasanalinadwi.org

اور حساب کتاب کا یقین. لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار، اس امت کا اس گئی گزری حالت میں بھی اللہ اور اس کے رسول سے جو تعلق ہے وہ دوسری قوموں کے خواص کو بھی نصیب نہیں، اس انحطاط کے زمانہ میں بھی جتنی حقیقت اس میں پائی جاتی ہے وہ دوسری قوموں میں مفقود ہے، اس کی کتاب آسمانی (قرآن مجید) محفوظ ہے اور اس کے ہاتھوں میں ہے، اس کے پیغمبر کی سیرت اور زندگی جو آج بھی ہزاروں لاکھوں دلوں کو گرما دینے اور زمانے کے خلاف لڑا دینے کی طاقت رکھتی ہے مکمل طریقہ پر موجود ہے اور آنکھوں کے سامنے ہے۔ صحابۂ کرام کی زندگی اور ان کی زندگی کا انقلاب اور ان کی کوششوں سے دنیا کا انقلاب نظر کے سامنے موجود ہے یہ سب زندگی کے سرچشمے ہیں، یہ سب حرارت و روشنی کے مرکز ہیں۔ صرف اسکی ضرورت ہے کہ اس امت میں صورت سے حقیقت کی طرف ترقی کی ضرورت کا احساس پیدا ہو، زندگی کے ان مرکزوں سے تعلق پیدا ہو اور مادی و معاشی انہماک سے اس کو ان مرکزوں سے اکتساب فیض کی فرصت ملے اور وہ اپنی اصلی زندگی کے چند دن گزار کر اپنی زندگی میں انقلاب اور اپنی پوری زندگی میں ایمان و احتساب اور اللہ کے وعدوں پر یقین اور اس کی رضا کے شوق میں کام کی روح پیدا کرے۔

ہماری دعوت صرف یہ ہے کہ:

یا ایھا الذین آمنوا آمنوا (پارہ ۵، النساء ..... ۱۳۶)

"اے مسلمانو! صورت اسلام سے حقیقت ایمان کی طرف ترقی کرو۔"

ہمارے مستقل ہفتہ وار اجتماعات جنکی ہم شہر شہر اور قصبہ قصبہ دعوت دیتے ہیں، اسی لئے ہیں کہ ہر آبادی میں ایسے مرکز قائم ہوں جہاں مسلمان جمع ہو کر اپنی زندگی کا بھولا ہوا سبق یاد کریں، جہاں سے انہیں حقیقت اسلام کا پیغام مل

www.abulhasanalinadwi.org

سکے، جہاں سے ان کو اپنی کھوئی ہوئی زندگی کا سراغ لگے، جہاں سیرتِ نبوی اور اصلی اسلامی زندگی کے واقعات اور دین کی بنیادی واصولی دعوت کے ذریعہ ان میں دینی جذبات واحساسات بیدار ہوں اور ان میں دینی انقلاب کی خواہش پیدا ہو، اگر یہ مرکز اور اس طرح کے اجتماعات نہ ہوئے تو بڑے پیمانہ پر اور طاقتور اور موثر طریقہ پر امت کی اکثریت میں ''حقیقت اسلام ''اور''روح اسلام '' پیدا ہونے کی کیا توقع ہے؟

پھر ہم مسلمانوں کو اسکی دعوت دیتے ہیں کہ وہ کچھ دن حقیقت اسلام کو حاصل کرنے اور اسکو اپنے میں راسخ کرنے کے لئے اپنے اوقات فارغ کریں اور اس ماحول سے نکل کر جس میں حقیقت اسلام پنپنے اور ایمانی کیفیات ابھرنے نہیں پاتی، ایک ایسے ماحول میں وقت گزاریں جہاں اصلی زندگی کی جھلک موجود ہو، جہاں علم وذکر، دعوت وتبلیغ، خدمت وایثار، تواضع وخلق، محنت وجفاکشی کی زندگی ہو، ہم اس وقت مسلمانوں کو اس مقصد کے لئے جماعتوں کی شکل میں نکلنے کی دعوت دیتے ہیں، اگر مسلمانوں کی بڑی تعداد اس کو جزو زندگی بنالے اور اس کا رواج پڑ جائے تو ہم کو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ کروڑوں مسلمانوں تک حقیقت اسلام کا یہ پیغام پہنچ جائے گا۔ اور لاکھوں مسلمانوں کی زندگی میں دینی روح، ایمان واسلام کی حقیقت اور اسکی صفات وکیفیات پیدا ہو جائیں گی۔

حقیقت اسلام دوبارہ پیدا ہوسکتی ہے

حضرات! ہم اس سے بالکل مایوس نہیں ہیں کہ اس زمانہ میں حقیقت اسلام پیدا نہیں ہو سکتی، ہم کسی ایسے زمانہ اور انقلاب کے قائل نہیں جس میں حقیقت اسلام دوبارہ پیدا نہیں کی جا سکتی، آپ پیچھے مڑ کر دیکھئے، تاریخ کے سمندر

www.abulhasanalinadwi.org

میں آپ کو حقیقت اسلام کے جزیرے بکھرے ہوئے نظر آئیں گے، بارہا حقیقت اسلام ابھری اور ایمانی کیفیات پیدا ہوئیں۔ وہی اللہ اور رسول پر یقین واعتماد، وہی شہادت کا ذوق، جنت کا شوق، وہی دنیا پر آخرت کی ترجیح، جب کبھی اور جہاں کہیں حقیقت اسلام پیدا ہو گئی اس نے ظاہری قرائن وقیاسات کے خلاف حالات پر اور مخالف طاقتوں پر فتح پائی ہے۔ تمام گزرے ہوئے واقعات کو دہرادیا ہے اور قرن اول کی یاد تازہ کردی ہے۔

حقیقت اسلام میں آج بھی طاقت ہے

حقیقت اسلام اور حقیقت ایمان میں آج بھی وہی طاقت ہے جو ابتدائے اسلام میں تھی، آج بھی اس سے وہ تمام واقعات ظاہر ہوسکتے ہیں جو اس سے پہلے ظاہر ہوئے ہیں۔ آج بھی اس کے سامنے دریاپایاب ہوسکتے ہیں، سمندر میں گھوڑے ڈالے جاسکتے ہیں، درندے جنگل چھوڑ کر جاسکتے ہیں بھڑکتی ہوئی آگ گلزار بن سکتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ حقیقت ابراہیمی موجود ہو۔

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا
(اقبال)

علومِ دینیہ کے طلبہ و فضلاء کی کامیابی کی تین لازوال شرطیں

یہ تقریر ۱۲ر جولائی ۱۹۷۸ء کو دارالعلوم کورنگی کراچی میں علماء اور اساتذۂ دارالعلوم اور طلبہ کے سامنے کی گئی، مقرر کا تعارف مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ بانی دارالعلوم کے فرزند گرامی مولانا محمد تقی عثمانی رکن "اسلامی نظریاتی کونسل" نے کرایا۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علومِ دینیہ کے طلبہ و فضلاء کی کامیابی کی تین لازوال شرطیں

مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور پاکستان کے علمائے کبار کی یاد

خطبۂ مسنونہ،!

حضرات اساتذۂ دارالعلوم اور عزیز طلبہ!

میں اس دور کے جن علماء کے رُسوخ فی العلم اور تبحر کا معتقد و قائل ہوں، ان میں اس دارالعلوم کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا خاص مقام ہے، علمی تبحر، فقہ و فتاویٰ پر وسیع اور گہری نظر، قوتِ تدریس یہ سب چیزیں بھی قابلِ قدر اور قابلِ احترام اوصاف و کمالات ہیں، لیکن ایک دوسری چیز ہے جس کی بنا پر کسی فقیہ و مفتی کو ''فقیہ النفس'' کہتے ہیں، یہ امتیاز علمائے زمانہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کو حاصل تھا، وہ میرے اساتذہ کی عمر اور صف کے بزرگ تھے، یہ میری بد قسمتی ہے کہ مجھے براہِ راست ان سے درسی طور پر استفادہ کا موقع نہیں ملا، جب میں دیوبند پہنچا تو حضرت مفتی صاحب وہاں درس دیتے تھے، لیکن میں چونکہ صرف دورہ کے اسباق میں شریک ہوتا تھا، اس لئے مجھے ان سے تلمذ کا شرف

www.abulhasanalinadwi.org

حاصل نہ ہوا، میں نے بائیس برس کے بعد اس سرزمین پر قدم رکھا ہے، ۱۹۵۶ء میں ایک بیرونی سفر سے آتے ہوئے دو تین دن کے لئے کراچی ٹھہرا تھا، اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہوں کہ آج اس نے ان کی اس بہترین یادگار دارالعلوم میں پہنچایا۔

اس وقت پاکستان کو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب بنوری جیسے راسخ العلم والدین علماء کی ضرورت تھی، واقعہ تو یہ ہے کہ حالات ومسائل اپنے ہیں کہ اس وقت اس ملک اور اس عہد کو حجۃ الاسلام غزالیؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حکیم الاسلام شاہ ولی اللہؒ کی ضرورت تھی، لیکن اگر اس پایہ کے علماء اور دینی رہنما نہ ہوتے تو کم سے کم ان حضرات کے پایہ کے علماء تو ہوتے جن کا میں نے ذکر کیا، مگر افسوس کہ اس وقت وہ بھی ہم میں موجود نہیں۔

انقلاب زمانہ کا شکوہ

عزیز طلبہ! چونکہ میں اس وقت دارالعلوم میں خطاب کر رہا ہوں اس لئے جو کچھ کہوں گا وہ علم کے تعلق سے کہوں گا، اور طلبہ واساتذہ کے مستقبل، ان کے فرائض، ذمہ داریوں، وقت کی نزاکت اور زمانہ کے فتنوں کے متعلق عرض کروں گا۔

آپ کے کان میں بار بار یہ بات پڑی ہوگی کہ زمانہ بدل گیا ہے، دنیا بدل گئی ہے، زمین آسمان بدل گئے ہیں، سوچنے کے طور طریقے بدل گئے ہیں، اس زمانہ میں علومِ دینیہ کی تحصیل میں عمر صرف کرنا، ان میں کمال پیدا کرنا، ان کے دقائق اور جزئیات میں جانا، ایک بے وقت کی شہنائی اور "کوہ کندن وکاہ بر آوردن" نہیں تو کیا ہے۔؟

www.abulhasanalinadwi.org

صرف یہی زمانہ نہیں بلکہ ہر زمانہ میں زمانہ کی تبدیلی کا شکوہ کیا گیا ہے، آپ کسی زمانہ کے ادب وشاعری یا تاریخ کا مطالعہ کریں، آپ کو ہر جگہ نظر آئے گا کہ یہی رونا رویا گیا ہے کہ زمانہ بڑا خراب ہے، علم کی قدر نہیں، اہلِ کمال کی قدر نہیں، بے کمالی اور بے کمالوں کا دور دورہ ہے، عربی شاعری اور ادب کو دیکھیں گے تو ابو العلاء معری کو کہتے سنیں گے :۔

تطاولت الارض السماء سفاهة　　وفاخرت الشُهب الحصا والجنادل

وقال السُّها للشمس انت ضئيلة　　وقال الدُّجيٰ للصبح لونك حائل

اذا نسب الطّائی بالبخل مادر　　وعيّر قُسّاً بالفهامة باقل

آخر میں کہتا ہے :۔

فيا موتُ زُرانّ الحياة ذميمة ☆ ويا نفس جِدّى ان دهركِ هاذل

یعنی اے موت! تیرا آجانا ہی اچھا ہے، اس لئے کہ زندگی کا کوئی مزا نہیں رہا اور اے نفس تو ہی سنجیدگی اور وقار کے راستہ پر چل، تیرا زمانہ تو دل لگی اور مذاق کر رہا ہے۔

دوسری طرف حافظ شیرازی اس طرح شکوہ سنج ہیں ؂

ایں چہ شوریست کہ در دورِ قمری بینم
ہمہ آفاق پُراز فتنہ وشری بینم

آگے زمانہ اور اہل زمانہ کی سفلہ پروری وناقدری کی تصویر اس طرح کھینچتے ہیں ؂

اسپ تازی شدہ مجروح بزیرِ پالاں
طوقِ زرّیں ہمہ در گردنِ خری بینم

اردو کی طرف آیئے گا تو آپ کو آبِ حیات اور دوسرے تذکروں میں شعر

www.abulhasanalinadwi.org

آشوب ملیں گے، جن میں شعراء نے اپنے زمانہ اور اپنے ملک کی خستہ حالت اور انقلابِ روزگار پر آنسو بہائے ہیں، اس سلسلہ میں استاد ذوقؔ کا ایک ہی شعر کافی ہے ؎

پھرتے ہیں اہلِ کمال آشفتہ حال افسوس ہے
اے کمال افسوس ہے تجھ پر کمال افسوس ہے

یہ چند اشعار ہیں جو مجھے اس وقت برجستہ یاد آئے ورنہ ایسے اشعار اور زمانہ کے شکوہ شکایت سے دیوان کے دیوان بھرے نظر آئیں گے، جو کتاب دیکھئے گا زمانہ کا ماتم ہوگا اور شکوہ کا دفتر، اپنی جنسِ کمال کس کے سامنے پیش کی جائے، جوہری کہاں ہیں، اہلِ نظر کہاں ہیں؟ یہ بے کمالی اور بے ہنری کا دور ہے، کس کے لئے انسان محنت کرے، کس کے لئے اپنا پتّا پانی کرے؟ کس کے لئے اپنا خونِ جگر بہائے؟ اگر آپ ان باتوں پر اعتبار کرلیں گے تو آپ کا نہ مدرسہ میں جی لگے گا، نہ پڑھنے میں، نہ محنت کرنے میں۔

سننِ الٰہیہ ناقابلِ تبدیل ہیں

میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ زمانہ کا انقلاب ایک حقیقت ہے، اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا، سو برس کا زمانہ دیکھئے کیا خیر و برکت کا زمانہ تھا خواص تو خواص اُس وقت کے عوام بھی اس زمانہ کے خواص سے بہتر تھے، کیا قوتِ ایمانی تھی، کیا دینی حمیت و غیرت تھی، دین کا علم، قرآن کا حفظ، مرد عورتوں میں کتنا عام تھا، اِس وقت غفلت و مادّیت کا دور دورہ ہے، دین و علم دین کے مُحرکات و دواعی بہت کمزور پڑگئے ہیں، لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ان تمام انقلابات کے باوجود جو پہلے ہوچکے اور ان تمام انقلابات کے باوجود جو اب ہورہے ہیں، اور ہوں گے اور

www.abulhasanalinadwi.org

جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ کی سُنن نا قابل تبدیل ہیں، اور ان پر ان انقلابات کا کوئی اثر نہیں، جہاں اس حقیقت کا قرآن مجید میں اعلان فرمایا گیا ہے وہاں اس کو قرآن مجید کے عام اسلوب کے خلاف زور دینے کے لئے دوہرایا گیا ہے، اور مکرر فرمایا گیا ہے "فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً . وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلاً." اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور علمِ کامل کی بنا پر اس کائنات اور فطرتِ انسانی کے متعلق جو آئین و قوانین، اور جو اصول طے کر دیئے ہیں، ان میں قیامت تک کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، اب یہ قرآن مجید کے استقراء اور حدیث و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ قوانین کیا ہیں؟ ان قوانین کی فہرست بہت طویل ہے، اور مجھ جیسے طالب علم کے بس میں نہیں ہے کہ وہ پوری فہرست مرتب کر سکے، نہ وقت میں اس کی گنجائش ہے، لیکن میں اپنے علمِ ناقص کی بنا پر ان سُننِ کونیہ میں سے تین سنتوں کا ذکر کروں گا جن کا ہماری زندگی اور ہمارے مدارس ومقاصد سے خاص تعلق ہے۔

نافعیت کا احترام واعتراف

ان میں سے ایک سُنّت اللہ لوگوں کا نافعیت وافادیت کے سامنے جھکنا، اس کی قدر کرنا اور اس کو تسلیم کرنا، اور اس کے محل ومرکز کے ساتھ محبت کا ہونا "نافع" کو تلاش کرنا، اس کی طرف رجوع کرنا، اور وہ مل جائے تو اس کی قدر کرنا انسانی فطرت میں داخل ہے، نافعیت کی بقا اور اس کی زندگی اور سرسبزی کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت کی ہے، اور جو اس سے خالی ہے، اس کے لئے یہ ضمانت نہیں، سورۂ رعد میں صاف فرمایا گیا:۔

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً . وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ كَذٰلِكَ

www.abulhasanalinadwi.org

يضرب الله الأمثال.﴿سورة الرعد..١٧﴾ سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے، اور ﴿پانی﴾ جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے، اسی طرح خدا ﴿صحیح اور غلط کی﴾ مثالیں بیان فرماتا ہے ﴿تاکہ تم سمجھو۔﴾

"بقائے اصلح" نہیں بلکہ قرآنی زبان واصطلاح میں " بقائے اَنفع" کا یہ قانون ہزاروں لاکھوں برس سے چل رہا ہے، اور ہزار تبدیلیوں کے باوجود چلتا رہے گا، نافعیت کے لئے پنپنا، پھلنا پھولنا اور اپنی قیمت اور اہمیت تسلیم کرالینا مقدر ہو چکا ہے، نافع بن جانا ہزار مخالفتوں اور فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے، اس کے لئے پروپیگنڈہ اور پبلسٹی کی ضرورت نہیں، نافع کے اندر محبوبیت کی صفت ہے، اس میں رنگ ومذہب اور قوم ووطن کی بھی تفریق نہیں " نافع" اگر پہاڑ کی چوٹی پر بھی بیٹھ جائے گا تو دنیا اس کو تلاش کرنے کے لئے وہاں پہنچے گی، اور اس کو ہاتھوں ہاتھ سر پر بٹھا کر بلکہ آنکھوں میں جگہ دے کر لائے گی، یہ اللہ کی سنت ہے جو ہزاروں لاکھوں برس سے چلی آرہی ہے۔

نافع کی تلاش وطلب

عزیز طلبہ! آپ اپنے اندر نافعیت پیدا کرنے کی کوشش کیجئے، آپ سے زندگی کی شبِ تاریک میں راہ رؤں کو روشنی اور رہنمائی ملتی ہو، آپ کی مدد سے علمی عقدے حل ہوتے ہوں، آپ کی صحبت میں بیٹھ کر ایمان میں طاقت پیدا ہوتی ہو، آپ کے پاس جا کر آدمی کچھ لے کر آتا ہو، اس کے بعد اگر آپ اپنے اور لوگوں کے درمیان دیواریں کھڑی کر دیجئے، اپنے مکان کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائیے، لوگوں کو اگر یہ معلوم ہو گا کہ یہاں ایک "نافع" رہتا ہے، اس سے فلاں قسم کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے ﴿روح کا فائدہ اور ایمان کا فائدہ تو بہت بڑی چیز ہے﴾ تو لوگ دیواریں

پھاند کر اور دروازہ توڑ کر آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔

اس موقع پر مجھے حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی بھوپالیؒ کی ایک حکایت یاد آئی، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے بڑے حقائق کو آسان و عام فہم تمثیلوں میں بیان کرنے کی بڑی حکمت عطا فرمائی تھی، ان سے ایک مرتبہ نواب صاحب کوروائی نے شکایت کی کہ حضرت میں نے بڑے شوق سے ایک مسجد بنوائی، اس پر بڑا روپیہ خرچ کیا، لیکن وہاں کوئی نماز پڑھنے نہیں آتا، حضرت کے سمجھانے کا عجیب طریقہ تھا، بعض مرتبہ وہ امتحان بن جاتا، فرمانے لگے کہ نواب صاحب! اس کا دروازہ چن دیجئے اور بالکل تیغہ کر دیجئے، نواب صاحب کو بڑی حیرت ہوئی کہ حضرت الٹا علاج بتا رہے ہیں، کہنے لگے کہ حضرت میں نے تو مسجد اس لئے بنوائی ہے کہ لوگ آئیں اور نماز پڑھیں اور وہ آباد ہو، آپ فرماتے ہیں کہ اس کا دروازہ چن دیا جائے، حضرت نے فرمایا کہ ابھی میری بات تو پوری نہیں ہوئی، دروازہ چن دیجئے اور اندر ایک آدمی کو بٹھا دیجئے جس کے ہاتھ میں پچاس پچاس کے نوٹ ہوں یا دس دس پانچ پانچ ہی کے نوٹ ہوں اور باہر اعلان کرا دیجئے کہ اس مسجد میں نوٹ تقسیم ہو رہے ہیں، آپ نے مسجد تو بنا ڈالی، لیکن نماز کا جو ثواب اور فائدہ ہے، وہ لوگوں کو معلوم نہیں، اب مسجد میں کیسے آئیں؟ ان کو نوٹ کا فائدہ معلوم ہے، ان کو معلوم ہے کہ پانچ روپیہ کے نوٹ سے کیا کیا چیزیں خریدی جاسکتی ہیں، اور اس سے کیا کیا کام نکالے جاسکتے ہیں، ان کو یہ معلوم نہیں کہ نماز سے کیا کیا چیز خریدی جاسکتی ہیں، اور اس سے کیا کیا فوائد حاصل کیئے جاسکتے ہیں، اب آپ ان سے توقع کرتے ہیں کہ وہ گرمی یا سردی میں تکلیف اٹھا کر اپنا حرج کر کے اور دور سے چل کر آئیں گے، آدمی بٹھانے کے بعد کچھ ڈھنڈورا پٹوانے کی بھی ضرورت نہیں، ذرا سی دیر میں یہ بات پھیل

www.abulhasanalinadwi.org

جائے گی کہ نواب صاحب نے خدا جانے کس بنا پر یہ کام کیا ہے کہ مسجد کے دروازے تو چن دیئے ہیں اور اندر ایک آدمی ہزار روپے کے نوٹ لئے بیٹھا ہے، اور تقسیم کر رہا ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ دروازہ توڑ کر مسجد میں داخل ہو جائیں گے اور کوئی ہزار رُوکے گا وہ رکیں گے نہیں، تو نافعیت ہی اصل چیز ہے، جس پر لوگ پروانہ وار ہجوم کرتے ہیں، پروانوں کو بتانے کی ضرورت نہیں کہ شمع جل رہی ہے، کون یہ اعلان کرتا ہے کہ پروانو! شمع پر ہجوم کرو، ان پروانوں اور شمع کے درمیان کیا رابطہ ہے؟ جہاں پانی کا چشمہ ہوتا ہے، وہاں مور و ملخ، انسان و چوپائے جمع ہو جاتے ہیں، انقلاب کا شکوہ بے خبری، بے بصری اور کم ہمتی کی دلیل ہے۔

نافعیت کی قوّتِ تسخیر

آپ کو ایک لطیفہ سناتا ہوں، ہمارے شہر لکھنو میں ایک چوٹی کے مسلمان ڈاکٹر عبد الحمید صاحب مرحوم جن کی حذاقت، وسیع تجربہ اور استادی کا ہندو مسلمان سبھی ڈاکٹر لوہا مانتے تھے، انہوں نے مجھے لطیفہ سنایا کہ بارہ بنکی کے ایک غیر مسلم سرمایہ دار اور کاروباری شخص نے تقسیم کے بعد ایک دن اُن سے طنزاً کہا کہ ڈاکٹر صاحب آپ پاکستان نہیں گئے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے ہندوستان ہی میں رہنے کا فیصلہ کیا ہے، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ تاجر کسی سخت مرض میں مبتلا ہوا، ہر طرح کے علاج اس نے کئے بڑے بڑے ڈاکٹروں کو بلایا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، ہار کر اس نے ڈاکٹر صاحب کو تکلیف دی، ڈاکٹر صاحب جب اس کو دیکھنے گئے اور علاج شروع کیا تو کہا کہ دیکھئے! اگر میں پاکستان چلا جاتا تو آپ مجھے کہاں بلاتے اور میں آپ کی خدمت کیسے کر سکتا، اللہ کا کرنا کہ انہیں کے علاج سے اس کو فائدہ ہوا اور اس کو شرمندہ ہونا پڑا۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں آپ کی ہزار مشکلات کا حل یہ سمجھتا ہوں کہ آپ اپنے زمانہ سے اپنا نافع اور مفید ہونا تسلیم کرا لیجئے آپ اس سے یہ اقرار کرا لیجئے کہ آپ کے پاس جو علم ہے وہ دنیا کے پاس نہیں ہے، دنیا کا قاعدہ یہی ہے کہ جو سودا جس دوکان پر ملتا ہے آدمی اس کی خریداری کے لئے وہیں جاتا ہے، ایک صاحبِ کمال بھی اس دوسرے صاحبِ کمال کی طرف رجوع کرتا ہے، جس کے پاس اپنے دل کا مدّعا اور اپنے مرض کی دوا پاتا ہے، امام احمد بن حنبلؒ حدیث و فقہ میں اپنے زمانہ کے امام اور بغداد میں مرجع خلائق تھے، لیکن اپنے قلب کو غذا اور روح کو تقویت پہنچانے کے لئے اپنے شہر کے ایک ایسے صاحبِ دل بزرگ کے حلقۂ صحبت میں تشریف لے جاتے تھے جن کو علم میں ان سے کوئی نسبت نہ تھی، ایک مرتبہ ان کے ایک صاحبزادے نے ان سے کہا، ابا جان! آپ کے وہاں جانے سے ہم لوگوں کا سر نیچا ہو جاتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے، فرمایا کہ بیٹے! انسان جہاں اپنا فائدہ دیکھتا ہے، وہاں جاتا ہے، مجھے وہاں اپنے دل کا فائدہ نظر آتا ہے۔

یہ درسِ نظامی جو آج ساری دنیا میں سکہ کی طرح چل رہا ہے، ملا نظام الدین فرنگی محلی کا مرتب کیا ہوا ہے، جو استاذ الہند اور استاذ العلماء تھے، وہ بایں علم و فضل اودھ کے ایک قصبہ بانسہ کے ایک بزرگ حضرت سید عبد الرزاق بانسوی قادریؒ کے مرید تھے، جو اودھ کی پوربی زبان بولتے تھے، اور انہوں نے کچھ ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں، ملا صاحب نے حضرت کے ملفوظات بھی لکھے ہیں، اور بڑی محبت و عقیدت سے ان کا نام لیتے ہیں، اس لئے کہ ان کو اپنے سارے علم و فضل کے باوجود اپنے اندر ایک خلا محسوس ہوتا تھا جو وہاں جا کر پُر ہوتا تھا، وہ سب کے استاد تھے، لیکن ان کو ایسے آدمی کی تلاش تھی، جہاں جا کر یہ معلوم ہو کہ میں کچھ نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں اور ابھی سیکھنے اور پڑھنے کی ضرورت ہے، حضرت مولانا عبدالحی بڑھانویؒ اور حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ جن میں سے اوّل الذکر کو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ "شیخ الاسلام" اور ثانی الذکر کو "حجۃ الاسلام" کے لقب سے یاد کرتے ہیں، حضرت سید احمد شہیدؒ کے دست گرفتہ اور ان کے دامن سے وابستہ تھے، جن کی تعلیم کی تکمیل بھی نہیں ہوئی تھی، دیوبند کے بزرگوں کا حال یہ تھا کہ سید صاحب آرام فرماتے ہوتے تھے، اور دونوں حضرات چارپائی کے دائیں بائیں بیٹھے ہوتے، سید صاحب بیدار ہوتے اور کچھ فرماتے تو یہ حضرات دیر تک اس کا مذاکرہ کرتے اور لطف لیتے۔

استغناء وبے غرضی کی طاقت وتاثیر

دوسری صفت استغناء اور بے غرضی ہے، اللہ تعالیٰ کی یہ بھی سنت ہے کہ جو مانگے لوگ اس سے گھبرائیں اور جو دامن پھیلائے اس سے بھاگیں اور جو اپنی مٹھی بند کرلے اور دامن سمیٹ لے اس کے قدموں میں پڑیں اور خوشامد کریں کہ وہ کچھ قبول کرلے، استغناء میں ازل سے محبوبیت ومقبولیت ہے، اور طلب میں ذلت، گویا مُستغنی سے احتیاج کا معاملہ ہے، اور طالب سے استغناء کا، یہ بھی ایک ایسی سنتِ خداوندی ہے، جس میں زمانہ کی تبدیلی کے باوجود کوئی تبدیلی نہیں، چوتھی صدی کے حالات آپ پڑھیں تو یہی نظر آئے گا، آٹھویں صدی کے پڑھیں گے تو اسی طرح کے واقعات ملیں گے اور چودھویں صدی میں بھی یہی ہو رہا ہے، میں اس سے زیادہ واقعات نہیں بیان کرتا اور تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا کہ بزرگانِ دین کے تذکرے اور تصوف کی تاریخ اس سے بھری پڑی ہے، اور آپ کو خود بھی اس کے تجربے ہوئے ہوں گے، نہیں تو اپنے اساتذہ اور بزرگوں سے ان

www.abulhasanalinadwi.org

کے اساتذہ بزرگوں کے واقعات سنے ہوں گے۔

کسبِ کمال کن کہ عزیزِ جہاں شوی

تیسری اور آخری خصوصیت کمال، امتیاز اور کسی چیز میں مہارتِ تامہ ہے، علومِ عالیہ تو بڑی چیز ہیں، علومِ آلیہ میں بھی اگر کسی فن میں کمال پیدا ہو جائے اور اس سے بھی نیچے اتر کر اگر کسی کو خطاطی، وراقی میں کمال حاصل ہو تو اچھے اچھے اہلِ علم اس کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں، بڑے بڑے مصنفین، بڑے بڑے ناشر کاتبوں کی ناز برداری کرتے ہیں، ان کے نخرے سہتے ہیں، ان کی خوشامد کرتے ہیں کہ وہ وقت پر لکھ دیں کم سے کم کتاب کا نام ہی لکھ دیں جس کا بلاک بنایا جا سکے۔

آپ اگر کسی صاحبِ کمال کو یا علم کے کسی ماہر خصوصی کو دیکھتے ہیں، اس کے متعلق سنتے ہیں کہ وہ عسرت و بیکاری کی زندگی گزار رہے ہیں، تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اس صاحبِ کمال کے ساتھ کوئی ایسی کمزوری یا مزاجی خرابی لگی ہوئی ہے، جس نے اس کے سارے کمالات پر پردہ ڈال دیا ہے، مثلاً غصہ بہت ہے، مزاج میں تلون ہے کاہلی ہے، محنت نہیں ہوتی، پڑھانے میں جی نہیں لگتا، بے ضابطگی کی عادت پڑ گئی ہے، کسی کی کوئی بات برداشت نہیں ہوتی، اس سے آگے بڑھ کر کوئی مراق ہے، سنک ہے، کسی جگہ ٹھہرتے نہیں پاتے، فوراً ان بن ہو جاتی ہے، ایسی کوئی نہ کوئی بات آپ ضرور پائیں گے جس کی وجہ سے ان کے کمال اور علم سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا اور گوشہ گمنامی یا کس مپرسی میں دن گزار رہے ہیں۔

یہ وہ تین لازوال شرطیں اور صفتیں ہیں جن کے ساتھ سنت اللہ یہ ہے کہ زمانہ کتنا ہی بدل جائے اور اہلِ زمانہ کتنے ہی بگڑ جائیں ان کے اندر تسخیر کا مادّہ اور محبوبیت کی صفت ہے، اور آج ہمارے فضلاءِ مدارس اور طلبۂ علومِ دینیہ کو انہیں

www.abulhasanalinadwi.org

شرطوں کو پورا کرنے اور انہیں صفات سے متصف ہونے کی ضرورت ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

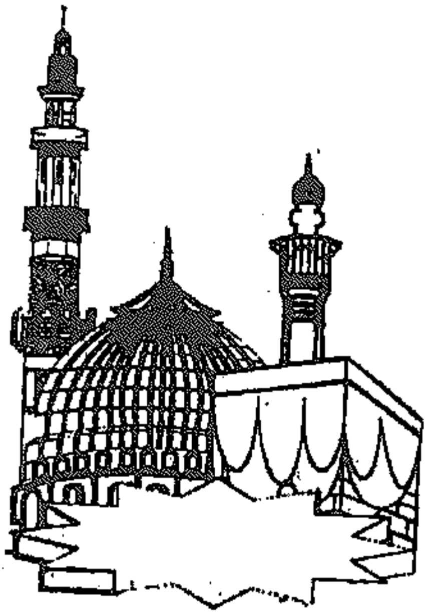

www.abulhasanalinadwi.org

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا کام اور پیغام

یہ تقریر ۲۸/مارچ/۱۹۹۴ء
کو سرسید ہاؤس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
میں وائس چانسلر صاحب اور دیگر اہم
شخصیات پروفیسران اور طلباء کی موجودگی
میں کی گئی، جس میں مسلم یونیورسٹی کے
کام اور پیغام کو یاد دلایا گیا ہے۔ بلکہ اس
ضمن میں ان تمام جدید تعلیم یافتہ حضرات
کے دل کے تاروں کو چھیڑا گیا ہے جن
کے دلوں میں دبی ہوئی ایمان کی چنگاری،
تجدید عزم وہمت کا ہلکا سا جھونکا پا کر شعلۂ
جوالہ بن کر بھڑک اٹھنے کے لیے تیار ہے

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا کام اور پیغام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ والسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَھُم وَدَعَا بِدَعْوَتِھِمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعْدُ!

"فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً ،اِذَا صَلُحَتْ ، صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہ ، وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہ، اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ"

حضرات عالی مقام! مجھے تجربہ ہے کہ جس مسند پر کثیر تعداد میں ممتاز ترین شخصیتیں، نامورانِ قوم وملک جمع ہوں، نام لے لے کر تقریر کا آغاز کرنا، بعض اوقات بڑا خطرناک ہوتا ہے، ان میں سے کوئی ایک نام بھی رہ جائے تو بڑی کوتاہی اور ناانصافی پر محمول کیا جاتا ہے، اس لئے میں سب حضرات معززین کو جو اسٹیج پر رونق افروز ہیں، ان سب کا اجمالی طور پر شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی تقریر کا آغاز کرتا ہوں، حضرات! میں یونیورسٹی کی اصطلاح میں امتحان کا لفظ بولتا ہوں، میں نے بہت سے امتحانات دیئے ہیں، لیکن آج بہت بڑا امتحان ہے، مجھے اس امتحان کا

www.abulhasanalinadwi.org

بالکل اندازہ نہ تھا کہ میرا اس طرح خیر مقدم کیا جائے گا۔ میری حقیر ذات کو اس قدر نمایاں کیا جائے گا، میں در حقیقت ایک خلق کے احترام میں اور ایک نسبت گرامی کا لحاظ کرتے ہوئے یہاں حاضر ہوا تھا کہ نواب عبید الرحمٰن خان شیروانی مرحوم کے نام پر جو یادگار قائم کی جارہی ہے، جس عمارت کا افتتاح ہے، اس کا شرف حاصل کروں، کیونکہ یہ ایک دینی، ملی اور خاندانی فریضہ میرے دوشِ ناتواں پر ہے، اور میرے لئے یہ بات باعث اعزاز ہے، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے وہم وخیال میں بھی یہ بات نہیں تھی، کہ میرے استقبال یا میرے اعزاز میں یا اظہار تعلق کے لئے ایسی مؤقر مجلسیں ہوں گی اور ایسے ممتاز حضرات جمع ہوں گے، میرے وہم وگمان میں کہیں یہ بات نہیں تھی، اس میں ایک امتحان کی بات یہ بھی ہے کہ جن الفاظ میں، نظم ونثر میں، اور جس خطیبانہ وادیبانہ انداز میں میری حقیر ذات کا ذکر کیا گیا۔ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ میں صرف شکریہ پر اکتفاء کروں، بلکہ میں آپ کی اور آپ کے مؤقر ادارہ کی اور اس کے کارناموں کی اور اسکی خدمات کی تعریف کروں، اس کا ذکر کروں، اور اسکے بعد کوئی اور قدم آگے بڑھاؤں، میں اسکو ایک بہت بڑی ناسپاسی اور حقیقت میں ایک بڑی ناشکری سمجھوں گا کہ میں صرف شکریہ پر اکتفا کروں، اور انسان کا قاعدہ ہے کہ جس سے اس کو محبت ہوتی ہے اور تعلق خاطر ہوتا ہے، جس کی جتنی اہمیت ہوتی ہے، اور جس کے جتنے اثرات عمیق پڑسکتے ہیں، اس کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے ساتھ پیش آتا ہے کہ جیسے کہتے ہیں "عشق است وہزار بدگمانی"۔ محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ مخلصانہ طور پر صرف اس کی مدح وتوصیف پر اکتفانہ کی جائے، بلکہ اس کے بارے میں جو امکانات ہیں اور لوگ اس کو جس نظر سے دیکھتے ہیں اس کا بھی اظہار کر دیا جائے، اس لئے میں اس کو

www.abulhasanalinadwi.org

شکر گذاری اور سپاس گذاری کا ایک فرض اور ایک تقاضہ سمجھتا ہوں کہ میں آپ کے سامنے اس نقطۂ نظر اور اس احساس کو دیکھتے ہوئے جو احساس اس وقت پوری علمی دنیا میں اور پھر اس وقت ہندوستان کی ملت اسلامیہ میں اور پھر ہندوستان کی سرزمین میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بارے میں پایا جاتا ہے، اور جو توقعات لوگ رکھتے ہیں۔

میں نے آپ کے سامنے ایک حدیث پڑھی ہے، آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ "یاد رکھو! سن لو! کہ انسان کے جسم میں ایک مضغۂ گوشت ہے، گوشت کا ایک ٹکڑا ہے کہ اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جائے، وہ اگر بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جائے، وہ کیا ہے، وہ قلب ہے، آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ انسان کا جسم طویل و عریض بھی ہوتا ہے، انسان جسیم ہوتا ہے، مختلف اعضاء کا مجموعہ ہوتا ہے، لیکن طبیب حاذق اس کی نبض پر ہاتھ رکھتا ہے، نبض سے وہ پہچان جاتا ہے کہ اس جسم انسانی کو کیا عوارض در پیش ہیں، اسکی اندرونی حالت کیا ہے، وہ ہاتھ تو نبض پر رکھتا ہے، لیکن پورے جسم کا جائزہ لے لیتا ہے، میں مسلم یونیورسٹی جیسی عظیم الشان، عالمگیر شہرت کی حامل، جس پر ملت ہندیہ کی بہترین ذہانتیں، بہترین علمی عملی صلاحیتیں صرف ہوئی ہیں، جس کی آغوش میں ملت ہندیہ نے اپنے جگر پارے ڈال دیئے ہیں، میں تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے آپ سے کہتا ہوں کہ ہندوستان کی ملت نے جگر کے ٹکڑوں کو اپنے قابل فخر فرزندوں کو کسی اور ادارہ کے اس طرح سپرد نہیں کیا، میں کسی ادارہ کی تحقیر نہیں کر رہا ہوں، ایک حقیقت بیان کر رہا ہوں، جس طرح ہندوستان کے مسلمانوں نے اور یہاں کے شریف خاندانوں نے، اور یہاں کے ان خانوادوں نے ان انسانی

مجموعوں نے جن کی ایک قابل فخر تاریخ رہی ہے، اور جنہوں نے مختلف صدیوں میں، اور تاریخ کے مختلف دوروں میں افراد پیدا کئے ہیں، اور جنہوں نے ملک اور قوم پر بڑے گہرے اثرات ڈالے ہیں، اور بعض اوقات انقلاب پیدا کر دیا ہے، ان خاندانوں نے بہترین جگرپاروں کو اور دل کے ٹکڑوں کو، اور اپنی خاندانی خصوصیات کو جو بعض اوقات صدیوں پرانی تھیں، ہزاروں سال پرانی تھیں، اور بعض بعض تیرہ سو پرانی تھیں، اپنے جگرپاروں کو اگر کسی کی آغوش میں ڈالا ہے، اعتماد کے ساتھ، اور امیدوں کے ساتھ، توقعات کے ساتھ، وسیع امکانات کے ساتھ، اور بہت گہرے اندازوں کے ساتھ، تو وہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا معاملہ محض ایک یونیورسٹی کا معاملہ نہیں ہے، یہ ملت اسلامیہ ہندیہ کے نونہالوں کی امین، ایک ذمہ دار اور ایک بہت بڑے خواب کی تعبیر کے پورا کرنے والے ادارہ کی حیثیت ہے، اگر یہاں ان کی توقعات پوری ہوئیں، اور ان فرزندوں، ان خاندانوں کے جگرپاروں کو، ان ذہین خاندانوں کے، ان علمی خاندانوں کے، ان عالی نسب خاندانوں کے جگرپاروں کی اچھی تربیت کی، ان کو پڑھا لکھا کر ہی نہیں، بلکہ بنا کر ان کو بہترین اخلاقی تربیت دے کر، جس کو میں نے اپنی صبح کی تقریر میں بار بار کردار کے لفظ سے ادا کیا ہے، ایک نمایاں اور امتیازی کیریکٹر، اخلاقی استقامت، اخلاقی حوصلہ مندی، اور بلندی اور اعتماد نفس، اپنے علم پر اعتماد، اپنی صلاحیتوں پر اعتماد، کے حامل کی حیثیت سے یونیورسٹی نے نکالا، تو یونیورسٹی نے اس کا ایک شریفانہ جواب دیا، اور ان خاندانوں ہی کو نہیں، بلکہ ملت پر احسان کیا، اس یونیورسٹی کا معاملہ کسی اصطلاحی درسگاہ کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک تاریخی امانت خانہ ہے، بلکہ کہنا چاہیے کہ ایک تاریخی اور ملی خزانہ ہے، جس کو اپنے ان

www.abulhasanalinadwi.org

جواہرات کی پوری حفاظت کرنی چاہیے، ان جواہرات کو آخری حد تک چمکا کر اور تاباں بنا کر ملت کو واپس کرنا چاہیے، یہاں سے صرف گریجویٹس کا نکلنا، صرف اسکالرس کا نکلنا، صرف ان لوگوں کا نکلنا جو ملازمتوں کے لئے فٹ پائے جائیں، موزوں پائے جائیں، اور جو صرف ملک کے انتظامیہ کو بہترین صلاحیتیں فراہم کریں، اپنے خاندانوں کی اچھی طرح پرورش کریں، یہ ہرگز کافی نہیں، میں ایک علمی تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے بھی، اور ایک علمی درسگاہ اور ایک علمی مکتب فکر کے نمائندہ کی حیثیت سے بھی، اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والے کی حیثیت سے بھی کہتا ہوں کہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے، اور جو حدیث میں نے آپ کے سامنے پڑھی، کہ جسم انسانی میں ایک ایسا گوشت کا ٹکڑا ہے جو اگر درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جائے، اور وہ اگر بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جائے، اس لئے یہاں کی جو سب سے بڑی ضرورت ہے، وہ یہ کہ آپ یہاں سے نئی نسل کے وہ افراد ملک کے سامنے پیش کریں، جو ایمانی حقائق پر یقین رکھنے والے ہوں۔ اسلامی تعلیمات کے پورے طور پر حامل، اور اس کے نمائندہ ہوں، اخلاقی اصولوں کے پابند ہوں، ایک کردار رکھتے ہوں، وہ بلند نگاہی، اور خودداری کے حامل ہوں، ابھی ہمارے بزرگ قاری شبیر صاحب نے ایک واقعہ سنایا۔ محبوب الٰہی کا، سردیوں کا زمانہ تھا، درس دے رہے تھے، پاؤں پھیلائے ہوئے تھے، ان سے کہا گیا کہ بادشاہ آرہے ہیں، پاؤں سمیٹ لیجیے، انہوں نے جواب دیا کہ جو پاؤں پھیلاتا ہے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا، اسی طرح کا واقعہ عرب ملک کا سناتا ہوں کہ حلب میں شیخ سعید حلبیؒ تھے، ابھی سو برس پہلے کا قصہ ہوگا، جو دمشق کی ایک مسجد میں بیٹھے ہوئے درس دے رہے تھے، اتفاق سے اس دن ان کے پاؤں میں تکلیف تھی، اور وہ پاؤں پھیلائے

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئے بیٹھے تھے، اور جیسا کہ قاعدہ ہے کہ استاذ پشت بہ قبلہ ہوتا ہے، اور اس کے شاگرد سامنے بیٹھے ہوتے ہیں، اور دروازے سے داخل ہوتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں تو ان کا چہرہ دروازے کی طرف تھا، اور پشت قبلہ کی طرف تھی، اور پاؤں دروازے کی طرف پھیلائے ہوئے تھے، اس وقت کا ایک مشہور بانی سلطنتِ مصر، خدیوی سلطنت، جو ابھی فاروق پر ختم ہوئی ہے، ابھی پندرہ بیس برس پہلے تک وہ موجود تھی۔ محمد علی پاشا کا بیٹا تھا۔ ابراہیم پاشا اس زمانہ میں بڑا سفاک اور جلاد مشہور تھا، وہ شام کا گورنر تھا۔ اور اس کی سفاکی کے قصے لوگوں کی زبانوں پر تھے، اس کو خیال ہوا کہ حضرت کا درس جا کر سنوں اور ملاقات کروں، راستہ ایک ہی تھا، اس لئے وہ دروازے کی طرف سے آیا۔ سب کو خیال تھا کہ حضرت کو ہزار تکلیف ہو اس موقع پر اپنا پاؤں سمیٹ لیں گے، اتنی دیر میں کیا ہو جائے گا۔ لیکن انہوں نے بالکل کوئی جنبش نہیں کی، نہ درس موقوف کیا، نہ پاؤں سمیٹا، اسی طرح پاؤں پھیلائے رہے۔ اور وہ پاؤں کی طرف آکر کھڑا ہو گیا۔ اب ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ ہم بالکل لرزاں وترساں تھے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے، کیا ہمارے شیخ کی شہادت ہماری آنکھوں کے سامنے ہوگی، یا تذلیل ہوگی۔ مشکیں باندھ لی جائیں گی اور کہا جائے گا لے چلو، وہ کھڑا رہا اور شیخ دیر تک درس دیتے رہے، التفات بھی نہیں کیا، اور پاؤں بھی نہیں سمیٹا، مگر خدا جانے ان بزرگوں کا کیا اثر ہوتا ہے، کہ اس نے کچھ نہیں کہا، کوئی سرزنش نہیں کی، کوئی شکایت نہیں کی اور چلا گیا۔ سننے والی جو بات ہے وہ یہ کہ وہ کچھ ایسا معتقد ہوا کہ اس نے جا کر اشرفیوں کا ایک توڑا غلام کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ شیخ کو میرا سلام کہنا، اور کہنا کہ یہ حقیر نذرانہ قبول فرمائیں، آپ جانتے ہیں، انہوں نے جواب میں کیا کہا؟ یہ آبِ زر سے لکھنے والا جملہ تھا جو علم کی تاریخ میں ہمیشہ

www.abulhasanalinadwi.org

روشن رہے گا۔ انہوں نے کہا، اپنے بادشاہ کو سلام کہنا، اور کہنا جو پاؤں پھیلاتا ہے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا، یا پاؤں ہی پھیلا لے، یا ہاتھ ہی پھیلا لے، ایک ہی کام ہو سکتا ہے دنیا میں، جب میں نے پاؤں پھیلائے تھے اس وقت یہ طے کر لیا تھا کہ اب میں ہاتھ نہیں پھیلا سکتا، "إن الذی یمد رجله لا یمد یده" ان ہی الفاظ کے ساتھ مؤرخ نے ان کو نقل کیا ہے :۔

سلّم علی مولاك وقل له

إن الذی یمد رجله لا یمد یده

بہر حال ہمیں اپنے طلباء کو اس طرح بنانا چاہیئے کہ وہ ملک میں اپنے جوہر ذاتی اور اپنی قابلیت اور اپنی زبان دانی، اپنی صلاحیتِ انتظامی اور اپنی ذہانت، اور اپنی کارگردگی سے پہچانے جائیں۔

حضرات! میں ان لوگوں میں نہیں ہوں کہ ان کی اہمیت کا انکار کروں، واقعات پر میری نظر ہے میں جانتا ہوں کہ یہ سب چیزیں کتنی اثرانداز ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کا بھی نمونہ بنیں کہ ہم ضمیر فروش نہیں ہیں، ہم کسی حالت میں ضمیر بیچ نہیں سکتے، اس موقع پر بے اختیار علامہ اقبالؔ کے یہ اشعار یاد آگئے وہ کہتے ہیں :۔

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن
من کی دنیا، من کی دنیا سوزومستی جذب وشوق
تن کی دنیا تن کی دنیا سود وسودا مکر وفن
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن
من کی دنیا میں نہ دیکھا میں نے افرنگی کا راز
من کی دنیا میں نہ پائے میں نے شیخ و برہمن

یہ شعر جو حقیقت میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

یہ تعلیم، یہ مسلم یونیورسٹی، میں اپنے بہت قدیم تعلقات کی بنا پر عرض کرتا ہوں، آپ کو معلوم ہے کہ سید احمد خاں رحمۃ اللہ کے خاندان کو سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تعلق تھا۔ علاوہ سیادت کے رشتہ کے میری معلومات یہ ہیں کہ ان کی والدہ بیعت تھیں، سید احمد شہیدؒ سے، یہ سید احمد نام ان ہی نے رکھا ۔اپنے پیر کے نام پر، ان کے والد شاہ غلام علی صاحب کے مرید تھے اور انکی والدہ حضرت سید احمد شہید سے مرید تھیں، یہ میرے دل میں بچپن سے نقش ہو گیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ ان کی نظر اور ان کی توقعات ان کے انداز سے اور انکی اپنی محنتوں کو جو ثمرہ سمجھتے تھے۔ وہ اس میں ہرگز محدود نہ تھا کہ وہ لوگ نکالے جائیں جو آسامیوں کے قابل ثابت ہوں اور ان کو عہدے دیئے جائیں اور وہ اپنے محدود خاندانوں کی پرورش کریں، اور اچھی طرح کھائیں پئیں، اور زندگی گذاریں، وہ ایک ایسی نسل پیدا کرنا چاہتے تھے جو قیادت کرے، اور یہی وجہ تھی کہ آپ کی یونیورسٹی نے ملت اسلامیہ ہندیہ کو بلکہ برصغیر ہند کو وہ افراد دیئے جن کی مثال نہیں ملتی، مولانا محمد علی جوہر اور انکی قربانیاں، مولانا ظفر علی خاں کی ذکاوت اور انکی شاعری، اس کے بعد پھر وہ لوگ جنہوں نے بعض سیاسی، انقلابی کام کئے ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

تفصیلات میں نہیں جاؤں گا۔ اس سے بد گمانیاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، ان لوگوں نے اس وقت وہ کام کیئے جو اس وقت ناممکن سمجھے جاتے تھے اس کے علاوہ مفکرین، مصنفین، اہل قلم اور انگریزی پر قدرت رکھنے والے، اور دانش گاہوں کے چلانے والے، سب نکلے، آپ سے یہ عرض کروں گا۔ آپ ایک ایسے طبقے کو پیدا کریں، ہمارے اساتذہ کرام اور یونیورسٹی کے اساتذہ اور اور دانشور یہاں سب موجود ہیں جو اس کا خاکہ بناتے ہیں، جو اس کے لئے نئے راستے پیدا کرتے ہیں، وہ موجود ہیں۔ ان کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ایسے طبقے کو پیدا کریں جس کی طرف نگاہیں اٹھیں۔ یہ بات میں نے انگلستان میں بھی کہی ہے کہ اس طرح آپ کا رہنا کافی نہیں ہوگا، بلکہ آپ کو یہاں اس طرح رہنا چاہیئے کہ انگلیاں اٹھیں کہ کون جارہا ہے، یہ ہم سے مختلف معلوم ہوتا ہے۔ اس کی نگاہیں پاک ہیں، اور اس کے خیالات پاک ہیں، انسانیت کا ہمدرد ہے، اور یہ ملک کے لئے باعث زینت ہے، میں اس موقع پر سید احمد شہیدؒ کے ذکر کی رعایت کے ساتھ ذکر کرتا ہوں۔ جب انہوں نے پیشاور فتح کیا تو وہاں کئی دن ٹھہرنا پڑا، ایک دن پیشاور کے ایک پٹھان نے ہندوستانی مجاہدین میں سے کسی کا ہاتھ پکڑ کر کہا او ہندوستانی بھائی! آپ سے ایک بات پوچھتے ہیں صحیح صحیح بتائیے گا کہ کیا ہندوستان کے لوگوں کی دور کی نگاہ کمزور ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! کمزور نہیں ہوتی ہے، کہا نہیں ضرور کمزور ہوتی ہے، انہوں نے کہا نہیں خدا کا شکر ہے، کسی کی کمزور ہو تو ہو، لیکن عام طور سے کمزور نہیں ہوتی، اور نہ کوئی خصوصیت ہے، لیکن میں پوچھتا ہوں کہ آپ یہ پوچھ کیوں رہے ہیں، اس پٹھان نے ہندوستانی مسلمان سے کہا، ہم آپ لوگوں کو جانتے ہیں کہ آپ میں سے کوئی دو برس کا نکلا ہوا ہے، کوئی چھ ماہ سے، اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

گھر والوں، بیوی بچوں کو چھوڑ کر آیا ہے، اور آپ جوان بھی ہیں، اور ایسے مضبوط جوان کہ جہاد کے لئے نکلے ہیں، ہم نے آپ میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو یہاں کسی عورت کو تاک رہا ہو، کسی نا محرم کو دیکھ رہا ہو، اور دوسری فطری بات تھی کہ اگر اس طرح لذت نہیں حاصل کر سکتے تو اس طرح لذت حاصل کر لیں۔ لیکن یہ بھی نہیں، تو ہم نے فیصلہ کیا کہ آپ لوگوں کو شاید دور کی چیز نظر ہی نہیں آتی، تو جواب میں کہا نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

"قُل لِلمُؤمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ" ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی اور پاک رکھیں۔ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

اور ہمارے امام اور مرشد کی صحبت کا فیض ہے۔

میں آپ سے یہ عرض کروں گا، معلوم نہیں اس کے بعد موقع ملے نہ ملے زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، اور زندگی بھی رہے تو ایسے موقر اجتماعات ایسے چیدہ اور برگزیدہ اشخاص کا ایک جگہ جمع ہونے کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا، آپ ایسے طلبہ کو نکالیں جو اخلاقی اور ذہنی طور پر، علمی طور پر، ہر طرح سے ممتاز ہوں، یہ سمجھا جائے کہ علی گڑھ کا گریجویٹ اور علی گڑھ کا تعلیم یافتہ رشوت نہیں لیتا، وہ ناانصافی نہیں کرتا، وہ کسی خاندان کے درمیان، کسی قوم کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتتا، جب وہ انصاف کرتا ہے تو بے لاگ طریقہ پر انصاف کرتا ہے، اسی طریقہ سے ذہنی طور پر بھی آپ اپنا سکہ جمادیں، کوئی قوم خاص کر اس عہد ترقی میں اور عہد علم وفن میں، عہد صحافت، عہد ادبیات میں، عہد تحقیقات میں، کوئی قوم، کوئی ملت عزت حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ اپنا ذہنی سکہ نہ جمادیں، اپنی ذہانت کا، علمی تفوق، علمی امتیاز کا، اپنی محنت وکاوش کا، قوت مطالعہ کا، اپنی وسیع النظری کا، جب تک کہ وہ اپنا سکہ نہ بٹھادے، اس وقت تک کا احترام

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں ہوتا، یہاں سے ایسے لوگ نکلے جو ایک طرف تو انگریزی پر پوری قدرت رکھیں، اور انکے اندر علمی و تحقیقی صلاحیت ہی نہیں بلکہ انکے اندر اس کام کا جذبہ و جوش ہو، اخلاقی و دینی طور پر وہ ایک امتیاز رکھتے ہوں، فرائض کے پابند ہوں، میں صفائی سے کہتا ہوں کہ وہ صحیح العقیدہ مسلمان ہوں، فرائض کے پابند ہوں، لوگ کہیں کہ علی گڑھ کا ایک جج بیٹھا ہوا ہے، جب نماز کا وقت آئے گا تو وہ نماز پڑھے گا، اطمینان رکھو وہ نماز کے لئے ضرور اٹھیں گے ہم نے دیکھا ہے کہ کتنی بھی مصروفیت ہو جب نماز کا وقت آیا تو نماز کے لئے اٹھے، یہ بات لوگوں میں معروف و مسلم ہو، اور پھر اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ غلط فیصلہ نہیں کریں گے، رشوت کا نام بھی انکے سامنے نہ لینا ورنہ پھر تمہارا وہاں ٹھہرنا مشکل ہو جائیگا، یہ بات علی گڑھ کے گریجویٹس، علی گڑھ کے فضلاء کے لئے تمغہ امتیاز ہو، ایک مثال ہو، جیسے آگے آگے ایک جلوس چلتا ہے اسی طرح سے نیک نامی کا، بلند نگاہی کا، پاک دامنی کا، اور عالی نظری کا، گویا ایک جلوس آگے آگے چلے، وہ جلوس انسانی شکل میں نہیں ہوگا، لیکن ان روایات کے شکل میں ہوگا، وہ ان تجربات کی شکل میں ہوگا جو اس کے بارے میں کئے جا چکے ہیں، ہمارے ان حضرات میں جن کے ہاتھ میں زمام کار ہے، وہ ہمارے لئے ہر طرح سے قابل احترام ہے اور ان سے ہر طرح کی توقع قائم کی جا سکتی ہے، انہوں نے، اور قابل احترام اساتذہ نے، تربیت کرنے والوں نے، اور ہاسٹلوں کی نگرانی کرنے والوں نے اور علمی مشورہ دینے والوں نے کام کرانے والوں نے اگر یہ فریضہ انجام دیا، یہ خدمت انجام دی، تو پھر علی گڑھ کا نام بلند ہوگا، صرف یہی نہیں بلکہ پورے ایشیاء اور پوری دنیا میں اس کا سکہ، اور میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں سر سید علیہ الرحمہ کی نظر صرف اسی پر نہیں تھی کہ مسلمانوں کو آسامیاں نہیں مل رہی ہیں اس لئے انگریزی پڑھانی چاہیئے، تاکہ ان کو نوکریاں ملیں اور

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے گھر والوں کی پرورش کر سکیں اگر آپ "آثار الصنادید" پڑھیں تو جس طرح انہوں نے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا ہے، جس عقیدت مندی کے ساتھ کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ وہ قلم وروشنائی سے نہیں لکھ رہے ہیں بلکہ دل سے بات نکل رہی ہے، آپ اس سے ان کے جذبات کو، ان کے مسلک کو، طرز فکر کو معلوم کر سکتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان کے ساتھ یہ ایک بہت بڑی ناسپاسی ہوگی، ناقدری ہوگی، کہ ہم یونیورسٹی سے ان لوگوں کو نکالنا اپنا فرض سمجھیں جو ملازمت کر سکیں، اور ملازمت کی اہلیت رکھ سکیں۔ اور اچھی اچھی آسامیاں پا سکیں، اپنے محدود خاندانوں کی پرورش کر سکیں، اس سے قائدین کو نکلنا چاہئے کہ قیادت کریں، اور جو اس وقت قوم پر ہسٹریا کا دورہ پڑا ہوا ہے، یہ فرقہ وارانہ فسادات کا، مادہ پرستی کا، رشوت خوری کا، بے حسی کا، اور فرقہ وارانہ منافرت کا، اس دورہ کو دور کر سکیں، اس کا علاج کر سکیں اور اس کے سامنے وہ سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو جائیں، ملک کا رخ پھیرنے کی کوشش کریں، تخریب کے بجائے تعمیر کی طرف، فساد کے بجائے صلح وصفائی کی طرف، بدگمانی کے بجائے نیک گمانی کی طرف، بجائے ایک دوسرے سے ٹکرا کر رہنے کے ایک دوسرے سے مل کر تعاون کر کے، اس ملک کا نام روشن کرنے کے لئے اس ملک میں آئندہ نسلوں کو اطمینان کے ساتھ اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرنے کے قابل بنانے کے لئے، اپنی ذہانتیں اور اپنی توانائیاں صرف کریں، اسی کے ساتھ میں آپ کی اس مہمان نوازی اور آپ کی اس ہمت افزائی کا بھی حق سمجھتا تھا اور اس کا فرض سمجھتا تھا کہ آپ کے سامنے اپنے ضمیر کے مطابق ہی نہیں بلکہ اس عظیم الشان درسگاہ کے بانی کی توقعات ان کی امیدوں، ان کے خیالات کی ترجمانی کا کسی درجہ میں فرض ادا کروں، کس طرح میں شکریہ ادا کر سکوں گا، اس سپاس نامہ کا، اور اس نظم ونثر کا جو میری حقیر ذات کے بارے میں کہی گئیں اور پڑھی

گئیں، اس کا شکریہ یہ ہے کہ میں آپ کو بتاؤں کہ یہاں سے ملت کے وہ جواہر پارے، ملت کے وہ لعل و گوہر نکلیں جو صرف اپنے محلوں کو، اپنے قصبات ہی کو نہیں بلکہ ہندوستان کو چمکادیں، جس کی روشنی باہر تک پہونچے، میں امید کرتا ہوں کہ میری اس حقیر گذارش کو اپنے بلند ذہن میں علمی اور تعمیری ذہن میں جگہ دیں گے، اور اب یونیورسٹی کا رخ اس طرف ہوگا کہ اس ملک کو موجودہ امتحانات و مشکلات سے نکالنے کے لئے وہ افراد پیدا کرے، جو اس ملک کو صحیح راستے پر لگائیں، اور یہی وہ کردار ہے اور یہی وہ میدان ہے جس کو مولانا محمد علی جوہرؔ نے، تحریک خلافت کے علم برداروں نے یہاں سے نکلنے والے فاضل اور گریجویٹس اور اسکالرس نے انجام دیا، مجھے معاف کیا جائے کچھ عرصہ سے اس میں تھوڑا سا تعطل پیدا ہو گیا ہے، اس تعطل کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے یہی یونیورسٹی کے موجودہ ذمہ داروں کی سب سے بڑی کامیابی اور کارنامہ ہوگا کہ یونیورسٹی کا رخ اب پھر اس طرف پھیریں جس رخ پر سر سید علیہ الرحمہ اس کو چلانا چاہتے تھے، جس ماحول میں سے وہ افراد نکلے جنہوں نے دنیا میں ہندوستان کا نام پیدا کیا، اور وہ تحریکیں چلائیں جنہوں نے ہندوستان کا نقشہ بدل دیا، سیاسی، ذہنی، شعوری نقشہ بدل دیا، ان ہی الفاظ کے ساتھ پھر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں بالکل توقع نہیں تھی کہ مجھے اس امتحان سے بھی گذرنا پڑے گا، یونیورسٹی کی رعایت سے کہتا ہوں کہ یہ میرے لئے ایک امتحان ہے، یہ خیال کیا کہ خواہ میں آپ کے یہاں زیادہ نمبر پانے کا مستحق نہ ہوں لیکن خدا اور رسول کے یہاں مجھ سے یہ سوال نہ ہو کہ خدا نے تم کو ایک زریں موقع دیا تھا۔ تم نے وہاں کوتاہی کی، وہاں حق بات نہیں کہی، ساتھ ہی ساتھ آپ سے معافی بھی چاہتا ہوں اور آپ کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بنگلہ دیش میں اہل علم و فکر کی ذمہ داری

بنگلہ زبان میں مہارت و قیادت

یہ تقریر ۱۴ مارچ ۱۹۸۴ء کو جامعہ امدادیہ کشور گنج کے میدان میں علماء، طلباء اور دانشوروں کے ایک بڑے مجمع میں کی گئی، عمومی تمہید کے بعد جس میں ہندوستان میں تجدیدی و اصلاحی کوششوں اور ان کی کامیابیوں کا اجمالاً ذکر کیا گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنگلہ دیش میں اہل علم و فکر کی ذمہ داری

بنگلہ زبان میں مہارت و قیادت

حضرات، اہلِ علم و فکر، مدرسین و اساتذہ، طلبائے عزیز!

آپ کا پہلا فرض یہ ہے کہ ملک کا رشتہ اسلام سے کمزور نہ ہونے پائے، جس ملک کو اللہ نے آپ کے لئے انتخاب کیا ہے، اس کے بارے میں آپ کو خدا کے یہاں جواب دینا ہوگا، اگر اسلام سے اس کا رشتہ کمزور ہوگیا، اور ملک کے اندر خلاف اسلام رجحان پیدا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ ہوگا اور آپ کا گریبان ہوگا، سیاسی لوگوں سے پوچھا جائے گا یا نہیں؟ یہ بعد کی بات ہے، ہم نہیں کہہ سکتے، لیکن سب سے پہلے علماء سے سوال ہوگا کہ تمہارے ہوتے ہوئے ملک میں اسلام کیسے خطرہ میں پڑا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے، میرے ہوتے ہوئے، دین کمزور ہو جائے یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ کو تمام جزوی وذیلی اختلافات کو ختم کر کے اس مقصد پر متحد ہونا چاہئے کہ آپ اس ملک کی رہنمائی کریں، آپ اس ملک کے اس طبقہ کو متاثر کریں اپنے اخلاص سے، اور اپنے ایثار سے جس کے ہاتھ میں زمام اختیار ہے یا آنے والی ہے، جنہوں نے اس کی تیاری

کی ہے، جن کے پاس وہ وسائل واسلحہ ہیں، جن کے ذریعہ سے اس زمانہ میں آدمی کو اقتدار حاصل ہوا کرتا ہے، آپ کا یہ فرض ہے کہ اس طبقہ سے روابط پیدا کریں، آپ ان کی زبان میں ان کو سمجھائیں، آپ کے متعلق ان کا یہ تجربہ ہو جائے کہ آپ بے غرض ہیں، آپ ان سے اپنے لئے کچھ نہیں چاہتے ہیں، آپ کو وہ بڑی سے بڑی رشوتیں دینا چاہیں، آپ کو بڑے سے بڑے مواقع دینا چاہیں، آپ کہیں، نہیں! ہمیں کچھ نہیں چاہیئے! آپ دین کی خدمت کریں۔

دوسری بات یہ ہے (ماشاء اللہ پڑھے لکھے لوگوں کا مجمع ہے، اس لئے میں کہتا ہوں) کہ یہاں کی زبان (بنگلہ زبان) کو آپ اچھوت نہ سمجھئے، بنگلہ زبان کو آپ یہ نہ سمجھئے کہ اس کے پڑھنے لکھنے میں کوئی ثواب نہیں ہے، یا عربی میں ثواب ہے یا اردو میں ثواب ہے، آپ کو بنگلہ زبان میں مہارت پیدا کرنا چاہیئے، بنگلہ زبان میں آپ اچھے لکھنے والے بنئے، آپ ادیب بنئے، مصنف بنئے، مقرر بنئے، آپ کی زبان میں مٹھاس ہو، رس ہو، آپ کی زبان ایسی ہو کہ لوگ غیر مسلم ادیبوں کی تحریر پڑھنے کے بجائے آپ کی تحریر پڑھیں اور مست ہوں، اور جھومیں، یہ بات لکھنو میں رہنے والے کی زبان سے سنئے، دلّی کی زبان بولنے والے کی زبان سے سنئے اور عربی پر جان دینے والے کی زبان سے سنئے، اس وقت تک جو عمر گزری ہے، عربی زبان کی خدمت میں اور انشاء اللہ بقیہ عمر بھی گزرے گی، عربی ہماری زبان ہے، ہم عربی کو اپنی مادری زبان سمجھتے ہیں، الحمد للہ ہم تو ہم ہمارے بعض عزیز بچے بھی ایسے ہیں جو کسی طرح عربوں سے کم نہیں ہیں، وہ شخص آپ سے کہہ رہا ہے، جو عربی زبان کا کیڑا ہے، اور اردو زبان جس کے گھر کی زبان ہے، وہ آپ سے کہہ رہا ہے کہ بنگلہ زبان کو غیر مسلموں کے رحم وکرم پر نہ چھوڑیئے، ان کے حوالہ نہ کیجئے کہ لکھیں وہ

پڑھیں، آپ یاد رکھئے! قلم کے ساتھ اثر آتا ہے، لوگوں نے تو یہ کہا کہ کتاب اگر کسی صاحبِ ایمان کے قلم سے لکھی ہوئی ہے تو ایمان کا کرنٹ دوڑ جاتا ہے، حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ خطوط کے ذریعہ سے بھی توجہ دی جاتی ہے، جب کوئی شیخ توجہ سے خط لکھتا ہے تو اس خط میں تاثیر ہوتی ہے، اور ہم نے اس کا تجربہ کیا ہے، اور آج ان مصنفین کی کتابیں موجود ہیں، جو ان کی کتاب پڑھ لے اس کی نمازوں کی کیفیت بدل جاتی ہے، کتاب کا نماز سے کوئی تعلق نہیں، کتاب کسی اور موضوع پر ہے، لیکن جب وہ صاحب لکھ رہے تھے یا بول رہے تھے تو قلب ان کا متوجہ تھا، آج ان کی کتابیں پڑھئے، ان کی تحریر پڑھئے تو آپ اس کے بعد نماز پڑھیں گے، ذرا بھی آپ کا احساس اور قلب بیدار ہے تو آپ محسوس کریں گے اس کی کیفیت اور ہے، میں نے بارہا اس کو محسوس کیا ہے،

آپ غیر مسلموں کی کتابیں پڑھیں، ان کے افسانے پڑھیں، ان کی کہانیاں پڑھیں، ان کی تاریخ لکھی ہوئی پڑھیں، اور آپ پر اثر نہ پڑے؟ ضرور پڑے گا، یہ بہت بڑی کم ہمتی کی بات ہے، آپ لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ جو مسلمان ادیب و شاعر گزرے ہیں، ان کو آپ نمایاں کریں، آپ نذر الاسلام کو نمایاں کیجئے، آپ انکی چیزیں پڑھئے اور ان کے ترجمے کیجئے، اللہ تعالیٰ صلاحیت دے تو ان کا کلام عربی میں پیش کیجئے، یہاں کئی ادیب گزرے ہیں، مثلاً عبد الغفور نساخ ان کا نام بچپن میں اردو ادب کی تاریخ میں پڑھا تھا، اور کئی شاعر گزرے ہیں، ان لوگوں کے حالات لکھئے، دنیا کو بتائیے کہ یہاں کیسے کیسے شاعر گزرے ہیں، خدا کے فضل و کرم سے کوئی جوہر، کوئی کمال ایسا نہیں جو آپ کو نہ ملا ہو، ہمارے مدارس میں تو بعض بعض بنگالی طالب علم اتنے ذہین تھے کہ رشک آتا تھا اور ہمارے یوپی اور بہار

کے طالب علم ان کے سامنے مات تھے، عربی سپاس نامے میں میں سنتا چلا آرہا ہوں، مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ اتنی اچھی عربی لکھنے والے یہاں موجود ہیں، کبھی احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوئیے گا، خدا نے آپ کو سب جوہر دیئے ہیں، مگر اس کا صحیح استعمال نہیں۔

میری بات یاد رکھئے کہ بنگلا زبان کی قیادت اپنے ہاتھ میں لیجئے دو قسموں سے، ایک غیر مسلموں سے، ایک غیر اسلامی سے، دو قسمیں ہیں، ایک غیر مسلم ہے، ایک غیر اسلامی ہے، غیر اسلامی مسلمانوں میں بھی ہوتے ہیں، غیر مسلم غیر مسلموں میں ہوتے ہیں، غیر مسلموں سے غیر اسلامیوں سے دونوں سے قیادت اپنے ہاتھ میں لیجئے، اور اس میں ایسا کمال پیدا کیجئے کہ لوگ ان سے مستغنی ہو جائیں، الحمد للہ ہمارے یہاں کے علماء نے اس کی طرف توجہ کی، ادب، تنقید، تاریخ، تصنیف میں ان کے سامنے کسی کا چراغ نہیں جلا، ایک مرتبہ انعامی مقابلہ تھا، ایک بڑے اردو رسالہ کی طرف سے کہ اردو کا سب سے بڑا انشاء کون ہے، سب سے بڑا انشاء پرداز، انعام ان کو ملا جنہوں نے یہ ثابت کیا کہ مولانا شبلی نعمانی اردو کے سب سے بڑے انشاء پرداز تھے، جب کوئی بڑا منتخب جلسہ ہوتا تو مولانا سید سلیمان ندویؒ کو، مولانا عبدالسلام ندوی کو، نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کو، صدارت تفویض کرتے، اردو شاعری کی تاریخ پر دو کتابیں ہیں، جو یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہیں، ایک ''آبِ حیات'' جو مولوی محمد حسین آزاد کی لکھی ہوئی ہے، جو قدیم نصاب پڑھے ہوئے تھے، اور ایک ''گلِ رعنا'' جو ہمارے والد ماجد مولانا حکیم سید عبد الحیؒ کی لکھی ہوئی ہے، دارالمصنفین سے چھپی ہے، ہندوستان میں ہم نے اردو زبان کو دوسرے کے قبضہ

www.abulhasanalinadwi.org

میں نہیں جانے دیا، اور آج بھی خدا کا شکر ہے کہ کوئی وہاں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مولویوں کو اردو نہیں آتی، مولوی ٹکسالی زبان میں میٹھی زبان میں، رسیلی زبان میں تقریر نہیں کر سکتے، لکھ نہیں سکتے، کوئی آج بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا، اب بھی ہمارے علماء میں ایسے ایسے بولنے والے موجود ہیں کہ ان کے سامنے وہ بولنے کی ہمت نہیں کر سکتے جن کو بڑے دعوے ہیں، ایسے ہی آپ کو کرنا چاہئے، دیکھئے (پیر دانا تو نہیں کہتا، لیکن ایک جہاں دیدہ تجربہ کار کی یہ بات لکھ لیجئے) آپ بنگالی زبان سے اگر قطع تعلق اور پرہیز کریں گے تو یہ ایک طرح کی معنوی خودکشی ہوگی، زبانوں میں کوئی بیر نہیں ہوتا کہ ایک زبان آئے تو دوسری زبان نہیں آسکتی، یہ بات غلط ثابت ہو چکی ہے، "ہفت زبان" کا ایک محاورہ چلا آرہا ہے کہ سات زبانیں آتی ہیں، لیکن ایسے تو خدا کے فضل و کرم سے تین چار زبان جاننے والے تو ہمارے یہاں بھی ہیں، خدا کے فضل سے ہمارے کچھ نوجوان ایسے ہیں کہ عربی بولنے کو کہہ دیجئے تو عرب سمجھیں گے کہ شاید عرب ہیں، یہ بات غلط ہے کہ ایک نئی زبان اچھی طرح آسکتی ہے، نہیں بلکہ بعض اوقات ایک زبان دوسری زبان کو مدد پہونچاتی ہے۔

بھائیو! یہ دو باتیں یاد رکھو، میں زیادہ نہیں کہنا چاہتا کہ اس ملک کی حفاظت کی ذمہ داری تمہاری ہے، اس ملک کا رشتہ اسلام سے کمزور نہ ہونے پائے، ورنہ تمہارے سب مدرسے بیکار ہیں، میں صاف کہتا ہوں، میں مدرسہ کا آدمی ہوں، مدرسہ کے تالاب کی مچھلی ہوں، میں کہتا ہوں کہ اسلام اگر خدانخواستہ نہ رہا تو یہ سب مدرسے بیکار ہیں، یہ مدرسے کسی چیز کی دوا نہیں، پہلا کام ہے، اسلام کو باقی رکھنا، اسلام کا رشتہ اس قوم سے جوڑے رکھنا، دوسری بات ہے قیادت کا مقام حاصل کرنا، قیادت کا مقام حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ آپ کو بنگلہ پر عبور نہ

ہو، میں نے کل استقبالیہ جلسہ میں جس میں اسلامک فاؤنڈیشن نے استقبالیہ دیا تھا، کہا کہ مجھے افسوس ہے اور شرم آرہی ہے، کہ میں آپ سے بنگلہ میں بات نہیں کر سکتا، میں خوش ہوتا اگر میں آپ کے سامنے بنگلہ میں تقریر کرتا، ہمارے یہاں اسلام میں کوئی زبان غیر نہیں ہے، سب زبانیں خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں، اور ایک سے ایک زبان بڑھی ہوئی ہے، زبان کے خلاف تعصب بالکل جاہلانہ بات ہے، نہ کوئی زبان پرستش کے قابل ہے نہ کوئی زبان نفرت کے قابل ہے، یہ سمجھ لو پرستش کے قابل بھی نہیں ہے، اگر مقدس زبان کوئی ہو سکتی ہے تو عربی زبان ہے، باقی سب زبانیں یکساں ہیں، اللہ نے انسانوں میں بولنے کی صلاحیت پیدا کی اور سیکڑوں برس میں ان زبانوں میں ترقی ہوئی، اور اب وہ ہمارے پاس ترقی یافتہ شکل میں پہونچیں، ہم ان کی قدر کرتے ہیں، اور ہمیں اظہار خیال کے لئے ان سے مدد ملتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو عبرانی زبان پڑھنے کا حکم دیا جو صرف یہودیوں کی زبان تھی، اگر ہم زبان وادب کی طرف سے بے اعتنائی برتیں گے تو غیر اسلامی عناصر ان پر اپنی اجارہ داری قائم کرلیں گے، اور اس سے بڑا نقصان پہونچے گا کلکتہ سے کتابیں آتی ہیں، مسموم کمیونزم کی پرچار کرنے والی، قومی ولسانی تعصب کی پرچار کرنے والی، ہندو میتھالوجی کی پرچار کرنے والی اور بڑے شوق سے ہمارے نوجوان پڑھتے ہیں، بھائی! اگر آپ کو ترمذی کی شرح لکھنی ہو اور مشکوٰۃ کی شرح لکھنی ہو اور کسی فقہی مسئلہ پر بحث کرنا ہو، اس کو آپ اردو میں لکھئے یا عربی میں لکھئے، اگر آپ کو عوام سے باتیں کرنی ہوں تو عوام کی سطح پر بات کیجئے، میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ ہندوستان پاکستان میں بہت کام ہو چکا ہے، کتب حدیث کی شرحیں لکھی جا چکی ہیں، مذہب حنفی کو حدیث کے مطابق ثابت کیا جا چکا ہے، اب اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

لئے کسی نئی بڑی کوشش کی ضرورت نہیں ہے، حضرت مولانا انور شاہ صاحب اور حضرت مولانا ظہیر احسن شوقؔ نیمویؒ یہ سب کام کر چکے، انہوں نے ثابت کر دیا کہ یہ دعویٰ کہ حنفی حدیث کے خلاف کہتے ہیں، غلط ہے، اور ان سے پہلے طحاویؒ "معانی الآثار" میں زیلعی نے احادیث ہدایہ کی تخریج "نصب الرایہ" میں اور دوسرے حضرات نے بھی یہ کام بڑے اعلیٰ پیمانہ پر کیا ہے، اب نیا میدان ہے جس کی طرف آپ کو توجہ کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ عوام آپ کے اثر سے نکلنے نہ پائیں، وہ آپ کو یہ نہ سمجھیں کہ آپ اس ملک میں رہ کر کے بھی غیر ملکی ہیں، اس ملک میں رہ کر کے آپ پردیسی ہیں، آپ کو تو اس ملک کے ساتھ اپنے کو وابستہ کرنا چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

إن دمائكم وأموالكم و أعراضكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا في بلدكم هذا في شهركم هذا ألا فليبلغ الشاهد الغائب

(حدیث نبوی)

اے مسلمانو! تمہارا خون، تمہارے مال، تمہاری عزت آبرو ایک دوسرے پر حرام ہے، جیسے آج کا (عرفہ کا) دن اس شہر (مکہ) کے جوار میں اس مہینہ ذی الحجہ میں جو حرمت کا مہینہ ہے۔

زبان کے لئے کسی مسلمان کی توہین کرنا، مسلمان کے دل کو دکھانا، مسلمان کا خون بہانا ناجائز اور ظلم عظیم ہے، نہ زبان پرستش کے قابل ہے نہ نفرت کے قابل "قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا" اللہ نے ہر چیز کا ایک پیمانہ بنایا ہے، اس کا بھی ایک پیمانہ ہے، محبت کرو، کمال پیدا کرو، زبان و شاعری کا لطف لو، اس

www.abulhasanalinadwi.org

کا ذائقہ لو، لیکن غلو نہ کرو، خدا کی کتاب کو بھی اگر کوئی پوجنے لگے تو مشرک وکافر ہو جائے گا، اگر قرآن کوئی سامنے رکھ کر (اسکو مسجود سمجھ کر) سجدہ کرے تو مشرک ہو گا، عبادت صرف خدا کی ہے، لیکن سب زبانوں سے محبت کرنا اور اس میں عبور حاصل کرنا، اور سب کا حق دینا معقول ہے۔

میرے عزیزو! اگر یہ باتیں ہماری یاد رہیں تو انشاء اللہ کسی دن یاد کرو گے کہ کوئی کیا کہہ گیا تھا "فستذکرون ما اقول لکم وأفوّض امری إلی الله إن الله بصیر بالعباد"

جو بات میں تم سے کہتا ہوں، تم اسے آگے چل کر یاد کرو گے، اور میں اپنا کام خدا کے سپرد کرتا ہوں، بے شک خدا بندوں کو دیکھنے والا ہے۔

فرشتے بھی سن لیں اور کراماً کاتبین بھی سن لیں کہ ہم حجت پوری کر رہے ہیں، اس ملک کے رہنے والے مسلمانوں پر کہ اگر تمہیں اس ملک میں رہنا ہے، اسلام کو باقی رکھنا ہے تو یہ راستہ ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

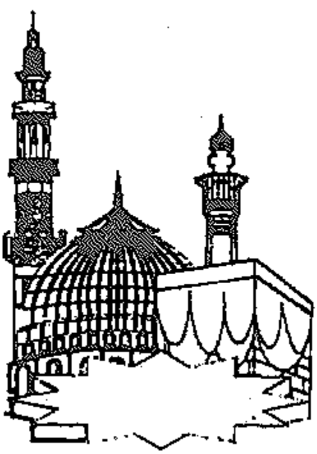

www.abulhasanalinadwi.org

نفس پرستی یا خدا پرستی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ۲۸/ نومبر ۱۹۵۸ء کی شب میں بمقام امین الدولہ پارک لکھنؤ دعوت و تبلیغ کے ایک اہم جلسہ میں یہ تقریر کی تھی۔ جس میں عوام وخواص اور ہر مذہب وملت کے بے شمار افراد واشخاص موجود تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نفس پرستی یا خدا پرستی

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

امیرِ جمع ہیں احباب دردِ دل کہہ لے!
پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

دوستو! میں اس وقت آپ سے کچھ دل کی باتیں کہنا چاہتا ہوں، اور اس طرح کہنا چاہتا ہوں جیسے میں آپ میں سے ہر ایک کے ساتھ تنہا بیٹھا ہوا گفتگو کر رہا ہوں، فی الواقع اگر اس کا کوئی امکان ہوتا کہ آپ میں سے ہر دوست سے الگ ہی الگ اپنے دل کی بات کہہ سکتا تو میں ضرور ایسا ہی کرتا۔ تاکہ آپ اسے تقریر سمجھ کر نہیں، بلکہ ایک دوست کا دردِ دل سمجھ کر سنتے، مگر کیا کروں ایسا ممکن نہیں ہے اگر یہ چیز ممکن ہوتی تو الیکشن میں کھڑے ہونے والے امیدوار ضرور اس پر عمل کرتے، اور وہ اپنی انتخابی مہم کے سلسلے میں جلسے منعقد نہ کرتے، اس لئے کہ انہیں تو ان جلسوں میں وہ باتیں کہنا ہوتی ہیں جو تنہائیوں میں لے جا کر کسی کے کان میں بھی کہنا گراں ہوتی ہیں، یعنی اپنی تعریف، اپنی اہلیت کا اظہار اور اپنی شان میں اپنے آپ ہی قصیدہ خوانی، اس لئے میں بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ آپ سے یہ درخواست کروں

کہ براہ کرم میری گزارشات اسٹیج کی نہیں، بلکہ دل کی باتیں سمجھ کر سنیئے۔

زندگی کی دو قسمیں

دوستو اور بزرگو! دُنیا میں زندگی کے بہت سے طرز رائج ہیں اور اس کی بہت سی قسمیں سمجھی جاتی ہیں، مشرقی زندگی، جدید طرز زندگی، قدیم طرز زندگی وغیرہ وغیرہ لیکن حقیقت میں زندگی کی بنیادی قسمیں صرف دو ہیں، ایک نفس پرستانہ زندگی، دوسری خدا پرستانہ زندگی، باقی جتنی قسمیں جتنے مختلف ناموں سے مشہور ہیں وہ سب ان ہی دو کی شاخیں ہیں۔

پہلی قسم کی زندگی یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو ایک شتر بے مہار سمجھ کر زندگی گزارے اور جو من میں آئے وہ کر گزرے، اس کو من مانی زندگی بھی کہہ سکتے ہیں۔ دوسرے قسم کی زندگی ایک ایسے آدمی کی زندگی ہے جو یقین رکھتا ہے کہ اسے کسی نے پیدا کیا ہے، وہ پیدا کرنے والا ہی اس کی زندگی کا مالک اور حاکم ہے، وہ اس کی ضرورتوں اور مصلحتوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے، اس کی طرف سے زندگی گزارنے کے کچھ ضابطے اور قاعدے ہیں جن کی پابندی کرنا ضروری ہے۔

ہندوستان میں مہابھارت ایک بہت بڑی تاریخی لڑائی ہوئی ہے اس کی تاریخی حیثیت سے مجھے انکار نہیں ہے، مگر اس دنیا میں ایک دوسری مہابھارت بھی پائی جاتی ہے، یہ ہندوستان کی مشہور مہابھارت سے زیادہ قدیم ہے، یہ وہ لڑائی ہے جو خدا پرستی اور نفس پرستی کے درمیان ہمیشہ سے جاری ہے، یہ لڑائی کسی ایک ملک ہی تک محدود نہیں رہی ہے بلکہ دنیا کے ہر ہر ملک میں پہنچی، اور نہ یہ جنگ کے میدانوں ہی تک محدود رہی، بلکہ اس کے معرکے گھروں کے اندر بھی ہوئے ہیں، یہ زندگی کے دو اصول ہیں جو ہمیشہ ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے

www.abulhasanalinadwi.org

رہے ہیں، حضراتِ پیغمبران نے اپنے اپنے وقتوں میں ہر جگہ خدا پرستانہ زندگی کی دعوت دی ہے، اور ان کی کامیابی کے دور میں اسی قسم کی زندگی کا دور دورہ رہا، لیکن نفس پرستی ہمیشہ کے لئے کبھی فنا نہیں ہوئی، بلکہ اسے جب بھی موقع ملا وہ زندگی پر قابض ہو گئی، بد قسمتی سے ہمارا زمانہ وہ ہے جس میں نفس پرستی زندگی پر پوری طرح مسلط ہے، زندگی کا ہر شعبہ اور ہر میدان اس کی گرفت میں آیا ہوا ہے، گھروں میں نفس پرستی، بازاروں میں نفس پرستی، دفتروں میں نفس پرستی، کارخانوں میں نفس پرستی، گویا ایک سمندر ہے جو خشکی میں پورے زور و شور سے بہہ رہا ہے اور ہم اس میں گلے گلے اترے ہوئے ہیں۔ یہ نفس پرستی اب مستقل ایک مذہب بن چکا ہے، نہیں! بلکہ ہمیشہ اس کی یہ نوعیت رہی ہے اور عموماً اسی مذہب کے ماننے والوں کی تعداد سب سے زیادہ رہتی ہے، ہر چند کہ مذاہب کی فہرست میں اس نام کا کوئی مذہب نہیں بتلایا جاتا، اور نہ اس نام سے کسی مذہب کے ماننے والوں کی تعداد کا شمار کیا جاتا ہے، مگر یہ اپنی جگہ بالکل حقیقت ہے کہ یہ دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے، اور اس کے ماننے والے سب سے زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں، آپ کے سامنے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے اعداد و شمار آتے ہیں کہ عیسائی مذہب کے پیرو اتنے، اسلام کے پیرو اتنے، اور ہندو دھرم کے ماننے والے اتنے، مگر ان میں سے ہر ایک میں ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو کہلاتے تو ہیں مذہباً عیسائی، ہندو، اور مسلمان، لیکن ہیں در حقیقت اسی مذہب نفس پرستی کے پیرو۔

نفس پرستی کی تباہیاں

نفس پرستی کی زندگی کا رواج، اور اس کے مذہب کی مقبولیت صرف اس وجہ سے ہے کہ آدمی کو اس میں مزہ بہت آتا ہے، مانا کہ نفس پرستی کی زندگی بڑے

www.abulhasanalinadwi.org

مزے کی اور بڑے لطف کی زندگی ہے، اور ہر آدمی کی طبعی خواہش لطف اندوزی ہوتی ہے لیکن اگر دنیا کے تمام انسانوں کو سامنے رکھ کر سوچا جائے تو پھر اس قسم کی زندگی دنیا کے لئے ایک لعنت ہے، اور اس کی ساری مصیبتیں اور سارے دکھ اسی نفس پرستی کا نتیجہ ہیں، اور دنیا کی ساری تباہیوں، تمام قحطوں، ناانصافیوں کی ذمہ داری انہیں لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو اس منحوس مذہب کے پیرو ہیں۔

اس دنیا میں اس مذہب کی گنجائش صرف اس صورت میں نکل سکتی ہے کہ پوری دنیا میں صرف ایک انسان کا وجود ہو، اسی صورت میں وہ اپنے نفس کی مانگوں کو من مانے طور پر پورا کرنے کا حقدار ہو سکتا ہے، لیکن واقعہ یوں نہیں ہے، اس دنیا کے پیدا کرنے والے نے اس میں کروڑوں اور اربوں انسانوں کو بسایا ہے، اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ نفس، خواہشات نفس، اور ضروریات نفس لگی ہوئی ہیں ایسی صورت میں جو شخص بھی من مانی زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے وہ گویا اس واقعہ سے آنکھ بند کرتا ہے کہ اس کے ساتھ اس کے اور بھی ہم جنس رہتے ہیں، لیکن واقعہ سے آنکھیں بند کرنے سے واقعہ غلط نہیں ہو جاتا، وہ اپنی جگہ پر رہتا ہے، اس لئے کچھ لوگوں کی نفس پرستی کا نتیجہ لامحالہ دوسروں کی مشکلات اور مصائب کی شکل میں نکلے گا۔

نفس پرستی کی زندگی گزارنے والا من کا راجہ ہوتا ہے، من کا راجہ وہ راجہ ہے کہ اگر ساری کائنات میں بھی اس کی خواہشات کا سکہ چلے تو اس کا پیٹ اتنے میں بھی نہیں بھر سکتا، وہ اس سے اور زیادہ کا خواہش مند رہے گا غور فرمائیے جب یہ ساری کائنات بھی ایک من کے راجہ کی تسکین کے لئے ناکافی ہے تو آج جو ایک ایک گھر کی محدود سی دنیا میں کئی کئی من کے راجہ پائے جاتے ہیں، تو وہ کیونکر

www.abulhasanalinadwi.org

تسکین اور چین پاسکتے ہیں۔ اس نفس پرستی کے مرض نے ایک ایک گھر میں چار چار من کے راجہ پیدا کر دیئے ہیں، باپ بھی راجہ، ماں بھی رانی، تو کیونکر گھروں میں چین اور سکون رہ سکتا ہے؟ یہ نفس پرستی کی زندگی جس کو ہر شخص گزار کر مزہ حاصل کرنا چاہتا ہے ایک آگ لگی ہوئی ہے جس میں ایک گھر کے افراد بھی جل رہے ہیں، ایک ملک کی قوم بھی جل رہی ہے، اور دنیا کی پوری آبادی جھلس رہی ہے۔

دنیا کی مصیبتوں کی جڑ

دوستو! دُنیا کی مصیبتوں کی جڑ یہی ہے کہ ہر شخص اپنے نفس کی اطاعت کرنا چاہتا ہے، اور ان مصیبتوں کا علاج یہ ہے کہ من کا کہا ماننے کے بجائے خدا کی اطاعت کرو، یہ دنیا کروڑوں کی تو کیا دو آدمیوں کی بھی من مانی کی گنجائش اپنے اندر نہیں رکھتی، اس لئے من مانی زندگی گزارنے کے خیال کو چھوڑ دو، اور اس طرح زندگی گزارنے کی کوشش کرو جس کا پیغام اللہ کے پیغمبروں نے دیا تھا، یعنی خدا پرستی کی زندگی، اس دنیا کے پیدا کرنے والے نے ہر زمانے میں اس زندگی کے پیغامبر پیدا کئے، کیونکہ اسی طرز زندگی سے دنیا کا نظام ٹھکانے سے چل سکتا تھا، ان پیغمبروں نے پوری طاقت سے اس طرز زندگی کی دعوت دی، اور نفس پرستی کا زور توڑنے کی اپنی طاقت بھر پوری کوشش کی، لیکن جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں پھر بھی نفس پرستی کا رواج دنیا سے مٹا نہیں، اور جب بھی خدا پرستی کی دعوت کمزور پڑی، نفس پرستی کا رواج بڑھ گیا، اور اس کا سیلاب آتے ہی دنیا کے عام لوگوں کی مصیبتیں بھی بڑھ گئیں، اور ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئیں، مثال کے طور پر چھٹی صدی عیسوی کا زمانہ دیکھئے، اس صدی میں نفس پرستی کا رواج انتہائی عروج کو

www.abulhasanalinadwi.org

پہنچ گیا تھا، ملک ملک اس کا دور دورہ تھا، یہ ایک بہتا ہوا دریا تھا جس کے دھارے پر ہر چھوٹا بڑا بہہ رہا تھا، بادشاہ اپنی نفس پرستی میں مبتلا تھے، رعایا ان کی نقل میں نفس پرستی کا شکار تھی، مثال کے طور پر ایران کا حال بیان کرتا ہوں :۔

وہاں قوم کا ہر طبقہ بیمار تھا، بادشاہ ایران کی نفس پرستی کا حال یہ تھا کہ اس کی بیویوں کی تعداد بارہ ہزار تھی، جب مسلمانوں نے اس ملک کو اس مصیبت سے نجات دلانے کے لئے حملہ کیا اور ایران کا بادشاہ تخت چھوڑ کر بھاگا تو ایسے نازک وقت میں بھی یہ حال تھا کہ اس کے ہمراہ ایک ہزار باورچی تھے، ایک ہزار گویے تھے، اور ایک ہزار باز اور شکرے کے محافظ و منتظم تھے، مگر اس پر بھی اس کو افسوس تھا کہ بڑی بے سروسامانی میں نکلنا ہوا ہے، اس زمانہ کے جنرل اور سپہ سالار ایک ایک لاکھ کی ٹوپی اور ایک ایک لاکھ کا ٹپکا لگاتے تھے۔ اونچی سوسائٹی میں معمولی کپڑا پہننا گویا جرم تھا، لیکن اس طبقے کی نفس پرستی نے عوام کو کن مشکلات میں مبتلا کر دیا، اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ کسانوں کا حال یہ تھا کہ وہ لگان بھی نہیں دے سکتے تھے، اور زمینیں چھوڑ چھوڑ کر خانقاہوں اور عبادت گاہوں میں جا بیٹھے تھے، متوسط طبقے کے لوگ امراء کی ریس میں دیوالئے ہوئے جا رہے تھے، چنانچہ معاشی لوٹ کھسوٹ برپا تھی، غرض زندگی کیا تھی، ایک ریس کا میدان تھی، ظلم وزیادتی عام تھی، ہر بڑا اپنے چھوٹے کو، اور حاکم اپنے محکوم کو لوٹنے، اس کا خون چوسنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا، پوری سوسائٹی میں ایک سڑاہند پھیلی ہوئی تھی، آپ سمجھتے ہیں کہ ایسی سوسائٹی میں عقائد، اخلاق، اور کیرکٹر کیسے پنپ سکتا تھا، اور کس کو آخرت کی فکر اور اخلاقی ذمہ داریوں کا احساس رہ سکتا ہے ان تمام اعلیٰ چیزوں کو تو وہ نفس پرستی کا سیلاب بہائے لئے چلا جا رہا تھا، لیکن کوئی نہ تھا جو اس سیلاب پر بند

باندھتا، اور اسکے دھارے کو روکتا، علماء و ادباء، اور فلاسفہ سب اسی کے رُخ پر تنکوں کی طرح بہہ رہے تھے، کسی میں ہمت نہ تھی جو دھارے کے رُخ کے خلاف پیر کر دکھاتا، اور دھارا بھی کون سا، پانی کا نہیں، عام رواج کا دھارا؟

ایک شیر دل انسان

اسکی ہمت ایک شیر دل انسان ہی کر سکتا ہے، اللہ کو منظور تھا کہ اس دھارے کا رخ موڑا جائے، اس کام کے لئے اس نے عرب میں ایک انسان کو پیدا کیا اور اس کو نبوت عطا کی جس کو محمد رسول اللہ ﷺ کے نام سے یاد کرتے ہیں جنھوں نے دھارے کے خلاف صرف پیر کر ہی نہیں، بلکہ اس کا رخ موڑ کر دکھایا اس وقت کسی ایسے آدمی سے کام نہیں چل سکتا تھا جو دھارے کے رخ کو تو نہ موڑ سکے، بلکہ اس میں بہنے والی چیزوں کو نکال لائے، اس لئے کہ اس وقت کوئی ایسا محفوظ مقام نہ تھا، جہاں اس سیلاب کا دھارا نہ چل رہا ہو عبادت گاہوں اور کلیساؤں تک کو تو اس سیلاب نے اپنی زد میں لے لیا تھا، اس سمندر میں کوئی ٹاپو نہ تھا، اور اگر تھا تو وہ ہر آن خطرے کی زد میں تھا، ایمان، اخلاق، شرافت، تہذیب، اور مختصر الفاظ میں انسانیت کی روح کو اس سیلاب سے بچانے کا کام اگر کوئی شخص کر سکتا تھا تو وہی شخص کر سکتا تھا جس میں دھارے کا رخ موڑ دینے کی ہمت ہو، ایسی ہستی اس وقت صرف اللہ کے اسی آخری پیغمبر کی ہستی تھی جس نے رواجِ عام کے اس دھارے کو جو ایک طوفانی انداز میں نفس پرستی کی سمت میں بہہ رہا تھا، چند سال کی کوشش سے خدا پرستی کی طرف پھیر دیا تھا، ہمیں جو چھٹی صدی عیسوی کی دنیا کی تاریخ میں ایک دم سے ایک حیرت انگیز انقلاب نظر آتا ہے جس نے ساری زندگی کو اور بالآخر ساری دنیا کو متاثر کیا، اور اب بھی جو کچھ انسانیت اور خدا پرستی کا بچا کھچا سرمایہ ہے، وہ سب انہیں

www.abulhasanalinadwi.org

کی محنت کا فیض ہے۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے

یہ سب پودا انہیں کی لگائی ہوئی ہے

ممکن ہے آپ میں سے کسی کو یہ شبہ گزرے کہ یہ کہنا تو صحیح نہیں ہے کہ اس زمانے میں عام طور پر لوگ صرف نفس پرست تھے، کیونکہ وہاں بہت سی دوسری "پرستیاں" بھی موجود تھیں، کچھ لوگ سورج پرست تھے، کچھ آگ کو پوجتے تھے، کچھ صلیب کو پوجتے تھے، کچھ درختوں کو پوجتے تھے، اور کچھ پتھروں کی پرستش کرتے تھے، ٹھیک ہے! یہ بات اپنی جگہ پر صحیح ہے، مگر یہ تمام "پرستیاں" اسی ایک پرستی کی قسمیں تھیں، جس کے عام رواج کا میں دعوئی کر رہا ہوں۔ یہ ساری پرستیاں اسی لئے کی جاتی تھیں کہ یہ نفس پرستی کے مخالف نہ تھیں، یہ "پرستیاں" من مانی زندگی گذارنے میں رکاوٹ نہیں ڈالتی تھیں، آگ پیڑ، پتھر، سورج وغیرہ ان سے نہ کہتے تھے کہ یہ کام کرو، اور یہ مت کرو، اور یہ مت کرو۔ اس لئے وہ ان کی پرستش کے پہلو بہ پہلو اپنے نفس کی اطاعت بھی کرتے رہتے تھے اور دونوں میں کوئی تناقض نہیں پاتے تھے بہر حال ہمارے پیغمبر ﷺ نے اس سیلاب سے لڑنے اور اس کا رخ موڑنے کا بیڑا اٹھایا، اور پوری سوسائٹی سے لڑائی مول لی۔ حالانکہ آپ اپنی اس سوسائٹی میں بہت مقبول اور ہر دلعزیز تھے، صادق وامین کے معزز لقب سے یاد کئے جاتے تھے، اور اس لئے آپ کو ترقی کے بڑے بڑے مواقع حاصل تھے، آپ کو اپنی قوم کا اتنا اعتماد حاصل تھا کہ ترقی کا کوئی اونچے سے اونچا مقام نہ تھا جو آپ کو مل نہ سکتا، مگر یہ سب کچھ جب ممکن تھا، جب آپ کی زندگی کے رُخ کو غلط نہ کہتے، اور اس کو ایک دوسرے رُخ پر

www.abulhasanalinadwi.org

موڑ دینے کے عزم وارادے کا اظہار نہ فرماتے، مگر آپ کو تو اللہ نے کھڑا ہی اس لئے کیا تھا کہ بہاؤ کے رخ پر نہ خود بہیں اور نہ کسی کو بہنے دیں، اس لئے سب سے پہلے تو آپ نے اپنی زندگی کو خدا پرستی کی زندگی کا نمونہ بنا کر پیش کیا، اور بالفاظ دگر دھارے کے خلاف پیر کر دکھادیا۔ اور پھر پوری سوسائٹی کے رخ کو نفس پرستی سے ہٹا کر خدا پرستی کی طرف موڑ دینے کی کوشش شروع کی، اس کوشش کو کامیاب بنانے کے لئے آپ نے تین بنیادی چیزیں لوگوں کے سامنے پیش کیں۔

ا۔ یہ یقین کرو کہ تمہارا اور اس ساری دُنیا کا پیدا کرنے والا اور اس پر حکومت کرنے والا ایک ہے۔

۲۔ یہ یقین کرو کہ اس زندگی کے ختم ہونے کے بعد ایک دوسری زندگی ہے جس میں اس زندگی کا حساب وکتاب دینا ہے۔

۳۔ یہ یقین کرو کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا (پیغمبر) ہوں۔ اس زندگی کے متعلق احکام دے کر مجھے بھیجا ہے، جن احکام پر مجھے بھی چلنا ہے اور تمہیں بھی۔

آپ نے جب ان چیزوں کا اعلان فرمایا تو سوسائٹی میں ایک ہلچل مچ گئی مخالفتیں اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ اس لئے کہ یہ نعرہ ان کی زندگی کے آرام میں خلل ڈالنے والا تھا، سارا زمانہ جس رُخ پر بہہ رہا تھا اس کو چھوڑ کر دوسرا رُخ اختیار کرنا کوئی آسان کام تو تھا نہیں، زندگی کی کشتی بہاؤ پر بلا دقت کے چلی جارہی تھی، انہیں کیا پڑی تھی کہ بہاؤ کے خلاف اپنی کشتی چلا کر دقتیں اور خطرات مول لیں، اس لئے انہوں نے چاہا کہ یہ آواز دب جائے، کچھ لوگوں نے آپ کی نیت ہی پر شبہ کیا، ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دیکھنے میں ایک انہیں جیسا انسان اتنا صاحب عزم بھی ہو سکتا ہے، کہ زندگی کے اس طوفانی دھارے کا رخ موڑنے کی ٹھانے جس میں صرف ہم

www.abulhasanalinadwi.org

ہی نہیں دنیا کی ساری قومیں، ان کے علماء اور حکماء ان کے احبار و رہبان، ان کے ائمہ تہذیب و سیاست، ان کے عقائد و اخلاق، ان کے علوم و فلسفے اور ادب و سیاست خس و خاشاک کی طرح بہے چلے جارہے ہیں۔ وہ اس دعوے میں کسی شخص کو مخلص ماننے سے قطعاً عاجز تھے۔

ہر قسم کی پیشکش کو ٹھکرانا

اس لئے انہوں نے سمجھا کہ اس دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ ہو نہ ہو اس بلند بانگ دعوے کے پیچھے کچھ اور مقصد اور کوئی اور خواہش کام کر رہی ہے اس لئے انہوں نے ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، جس نے اپنے خیال کے مطابق تین بڑی چیزیں آپ کے سامنے پیش کیں، اس نے کہا کہ اگر آپ کا مقصد اس قسم کی باتوں سے یہ ہو کہ ہم آپ کو اپنا سردار تسلیم کر لیں تو چھوڑیئے ان باتوں کو ہمیں یہ منظور ہے، یا اگر آپ بہت سے مال و دولت کے طالب ہوں تو ہمیں یہ بھی منظور ہے، اور یا اگر آپ کسی حسین عورت کے خواہش مند ہوں تو ہمیں یہ بھی منظور ہے ہم ملک کی سب سے حسین عورت آپ کو پیش کریں گے۔ جو یہ نئی بات اٹھانی شروع کی ہے اس سے دستبردار ہو جایئے مگر اللہ کے اس سچے رسول اور خدا پرستی کے سب سے بڑے علمبردار نے نہایت بے نیازی سے جواب دیا کہ میں تم سے کچھ لینا نہیں چاہتا، تمہیں کچھ دینا چاہتا ہوں کہ تمہیں موت کے بعد والی زندگی میں راحت ملے، اور وہ میری ان تین باتوں کے قبول کرنے پر موقوف ہے۔ آپ کی زبان ہی نہیں، بلکہ آپ کی پوری زندگی نے ان لوگوں کے اس خیال کی تردید کی آپ دنیا کی کسی چیز کے خواہش مند ہیں، مخالفت نے اتنی شدت اختیار کی کہ آپ کو مکہ چھوڑ کر مدینہ جانا پڑا، مگر خدا پرستی کی دعوت کو نہیں چھوڑا، مخالفین کو اندازہ نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

تھا کہ آپ نفس پرستی سے کتنی دور تھے، اور اس دھارے کے مخالف سمت میں
تیرنے کی آپ میں کتنی طاقت تھی اور کتنا عزم تھا، آپ نفس پرستی سے اتنی دور تھے
کہ جب مکہ چھوڑنے کے کچھ سال بعد آپ پھر مکہ میں آئے، اور فاتحانہ حیثیت سے
آئے، اپنے مخالفوں کو مغلوب کر کے آئے تب بھی آپ کی خدا پرستانہ شان میں ذرا
تغیر نہ ہوا، فتح کا نشہ آپ پر ذرا بھی نہیں چڑھا، مکہ میں آپ کا فاتحانہ داخلہ اس شان
سے ہوا کہ اونٹ پر سوار تھے، بدن پر غریبانہ لباس تھا اور زبان پر خدا کا شکر اور اپنی
عاجزی کا اظہار تھا، اس موقع پر ایک آدمی آپ کے سامنے آیا اور رعب سے کانپنے لگا
آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں میں قریش کی اس غریب عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا
گوشت کھایا کرتی تھی، سوچئے! کیا کوئی فاتح ایسے وقت میں ایسی بات کہہ سکتا ہے،
جس سے اس کا رعب لوگوں پر سے اٹھ جائے ایسے وقت میں تو کوشش کی جاتی ہے
کہ زیادہ سے زیادہ رعب ڈالا جائے، آپ آج بھی دیکھتے ہیں اور آج سے پہلے کا حال
تاریخ میں پڑھ سکتے ہیں، کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں حکومت اور اقتدار آجاتا ہے،
ان کی آل اولاد تک اس سے کتنا نفع اٹھاتے ہیں اور اس کے بل پر کیسے کیسے عیش
و آرام کے مزے لوٹتے ہیں، مگر خدا پرستی کے سب سے بڑے علمبردار کا حال اس
معاملے میں بھی دنیا سے مختلف تھا، آپ کی صاحبزادی اپنے گھر کا سارا کام اپنے ہاتھ
سے کرتی تھیں جس کی وجہ سے آپ کے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے تھے اور جسم پر
مشکیزہ اٹھانے کے نشانات ہو گئے تھے، ایک دن انہوں نے سنا کہ میدان جنگ سے
کچھ غلام اور کنیزیں ابا جان کی خدمت میں لائی گئی ہیں، خیال کیا کہ میں بھی اپنے
لئے ایک آدھ غلام یا کنیز مانگ لاؤں، تشریف لے گئیں، اپنی پریشانی کا حال بیان کیا،
ہاتھوں کے گھٹے دکھائے حضور ﷺ نے فرمایا۔ "بیٹی! میں تمہیں غلام اور کنیز

www.abulhasanalinadwi.org

سے اچھی چیز دیتا ہوں، غلام اور باندی اور مسلمانوں کے حصے میں جانے دو، تم سوتے وقت تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ، اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو!" بے نفسی اور خدا پرستی کی کیسی عجیب مثال ہے، بے شک آپ خدا پرستوں کے سردار تھے، کیا کوئی پھر بھی آپ کی بے نفسی پر حرف لا سکتا ہے، دوسروں کے حق میں یہ فیاضی اور اپنے اور اپنی اولاد کے لئے فقر و غربت کو ترجیح دینا پیغمبر ہی کی شان ہے ؎

عدیل ہمت ساقیست فطرت عرفی
کہ حاتم دگراں و گدائے خویشتن است

خداپرستی کے سب سے بڑے علم بردار کا کردار

آج ایسے لوگ آپ کے سامنے ہیں جنہوں نے پچھلے کچھ دنوں میں چند روز یا چند سال جیلیں کاٹ لی ہیں تو آج اقتدار حاصل ہونے پر ان تکلیفوں کا سارا حساب مع سود کے چکا لینے کے درپے ہیں، جب کسی شخص کو اقتدار اور قانون کی طاقت مل جاتی ہے تو عموماً وہ اپنی اولاد اور اپنے اعزا کو قانون کی گرفت سے بچانے کی سعی کرتا ہے، مگر خدا پرستوں کے سردار کی شان اس معاملہ میں بھی بالکل نرالی تھی، ایک عورت پر چوری کا جرم ثابت ہوا، آپ نے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دے دیا، لوگوں نے حضور ﷺ کے بہت محبوب اور مقرب صحابی سے سفارش کرائی کہ معاف فرما دیا جائے، حضور ﷺ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا، اور فرمایا:۔ "خدا کی قسم! اگر محمد ﷺ کی لاڈلی بیٹی فاطمہ سے بھی یہ جرم سرزد ہو جائے تو محمد ﷺ اس کا بھی ہاتھ کاٹے گا۔"

اپنے آخری حج کے موقع پر مسلمانوں کے عظیم ترین اجتماع میں آپ

www.abulhasanalinadwi.org

نے کچھ قوانین اور احکام کا اعلان عام فرمایا تو ان کو سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں اور اپنے خاندان پر جاری کیا۔ آپ نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ جاہلیت کے تمام دستور ختم کئے جاتے ہیں، منجملہ ان کے سودی لین دین آج سے ختم، اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباسؓ کے سودی قرضے کو باطل قرار دیتا ہوں، اب ان کا سود کسی پر واجب نہیں، اب وہ سود کا روپیہ کسی سے وصول نہیں کر سکتے، یہ تھی خدا پرستی! ورنہ آج کل کے قانون ساز اگر اس قسم کا قانون بنانے والے ہوں تو اپنے رشتہ داروں اور ملنے والوں سے پہلے کہہ دیں کہ فلاں قانون آنے والا ہے، ذرا جلدی جلدی اپنی فکر کر لو، زمینداری کے خاتمے کا قانون پاس ہونے والا ہے، جتنی زمین نکال سکتے ہو نکال لو، یا بیچنا چاہو تو بیچ دو، ایسے ہی موقع پر آپ نے اعلان فرمایا کہ زمانہ جاہلیت، (یعنی قبل اسلام) کے تمام خون باطل کئے جاتے ہیں، ان کا انتقام نہیں لیا جا سکتا، اور اس کے ماتحت میں سب سے پہلے (اپنے خاندان کا خون) ربیعہ بن الحارث کا خون باطل قرار دیتا ہوں، ہمارے حضور ﷺ اس بے مثال خدا پرستی کے ساتھ (جس کی صرف چند مثالیں میں نے بیان کی ہیں) نفس پرستی کے اس سیلاب سے لڑتے رہے جو دنیا کی ساری قوموں کو بہائے لئے چلا جا رہا تھا اور آخر کار اس کو روکنے میں کامیاب ہوئے۔ اور لوگ مجبور ہوئے کہ آپ کی بات پر کان دھریں، اور مانیں، چنانچہ جن لوگوں نے آپ کی ان تین بنیادی باتوں کو کما حقہ قبول کر لیا، جو خدا پرستی کی زندگی کی بنیاد ہیں، تو پھر ان لاکھوں کروڑوں انسانوں کی زندگیوں کا رُخ ایک دم ایسا بدلا کہ آج کی دنیا میں یقین آنا مشکل ہے، کہ کیا ایسے بھی انسان ہو سکتے ہیں! میں مثال کے طور پر ان میں سے چند کا ذکر کرتا ہوں۔

www.abulhasanalinadwi.org

صدیقی کردار کی جھلکیاں

آپؐ کی دعوت قبول کرنے والوں میں سے ایک ابوبکر صدیقؓ بھی تھے جو آپ کی وفات کے بعد آپ کے پہلے جانشین، اور اسلامی حکومت کے ذمہ دار بھی ہوئے، آپ کی بے نفسی کا حال یہ تھا کہ گو اسلامی سلطنت کے سب سے بڑے عہدیدار تھے، مگر زندگی اس طرح گزارتے تھے کہ آپ کے گھر والے منھ میٹھا تک کرنے کے لئے ترستے تھے، ایک دن اہلیہ نے عرض کیا کہ بچوں کا جی کچھ میٹھا کھانے کو چاہتا ہے تو فرمایا کہ سرکاری خزانہ تو ہمارا منھ میٹھا کرنے کا ذمہ دار نہیں ہے، ہاں جو کچھ وہاں سے ہمیں روزانہ ملتا ہے اسی میں سے اگر تم بچا سکو تو بچالو! اور کچھ میٹھی چیز بنالو چنانچہ انہوں نے روزانہ خرچے میں سے تھوڑا تھوڑا بچا کر تھوڑے سے پیسے جمع کر لئے اور ایک دن حضرت ابوبکرؓ کو دیئے کہ اس کا کچھ سامان لادیجئے تاکہ آج کچھ میٹھی چیز پکالوں، آپ وہ پیسے لئے ہوئے خزانچی کے پاس چلے گئے اور پیسے بیت المال کو واپس کر دیئے، اور فرمایا، کہ یہ اسی خرچ میں سے ہے جو بیت المال سے ملتا ہے، اتنے دنوں میں بچایا ہوا ہے، معلوم ہوا کہ ہمارا کام اس سے کم میں چل سکتا ہے، لہٰذا اب ہمیں اتنا کم کر کے دیا جایا کرے۔

فاروقی مساوات

خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں جب مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کیا، اور حضرت عمر وہاں تشریف لئے گئے ساتھ میں ایک غلام تھا لیکن اسلامی حکومت کے اس سب سے بڑے شخص کے پاس سواری صرف ایک تھی، تھوڑی دور خود سوار ہوتے تھے، تھوڑی دور غلام کو سوار کر کے خود پیدل چلتے

تھے، جس وقت بیتال مقدس میں داخل ہو رہے تھے غلام سواری پر تھا، اور خود پیدل، اور کپڑوں میں کئی ایک پیوند۔

آپ ہی کے زمانے میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا، تو آپ وہ کھانا کھانا اپنے لئے جائز نہ سمجھتے تھے جو قحط کی وجہ سے عام رعایا کو میسر نہ تھا۔

حضرت خالد کا اخلاص اور بے نفسی

حضرت خالد جو مسلمان فوجوں کے کمانڈر انچیف تھے، اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا اعزازی خطاب عنایت فرمایا تھا، اور نفسی پرستی سے اس قدر آزاد تھے کہ ایک مرتبہ ان کی کسی غلطی کی بنا پر عین میدان جنگ میں ان کے پاس حضرت عمر کی طرف سے معزولی کا پروانہ پہنچا تو ماتھے پر شکن تک نہ آئی اور کہا، اگر میں اب تک عمرؓ کی خوشنودی کے لئے یا اپنی ناموری کے لئے لڑتا تھا تو اب نہ لڑوں گا، لیکن اگر میں اللہ کے لئے لڑتا تھا تو سپہ سالار کے بجائے ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے بھی بدستور لڑتا رہوں گا، اس کے برعکس اس زمانے کی ایک تازہ مثال آپ کے سامنے میک آرتھر کی ہے جنہیں ٹرومین نے کوریا میں لڑنے والی افواج کی سپہ سالاری سے معزول کر دیا تو وہ سخت ناراض ہوئے اور ٹرومین کی صدارت کے درپے ہو گئے۔

اور صرف یہی چند افراد نہیں، بلکہ آپ نے پوری قوم اور سوسائٹی کی اسی اصول پر تربیت کی تھی کہ وہ ایک خدا پرست سوسائٹی ہو، آپ کا ایک اصول یہ تھا کہ جو کسی عہدے کا طالب ہو اور خواہش مند ہو اس کو عہدہ نہیں دیتے تھے، ایسی سوسائٹی میں عہدے کے امیدوار بننے اور اپنی تعریف و توصیف کرنے، اور حکومت کے لئے ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کی گنجائش تھی، جس جماعت کے سامنے ہر

www.abulhasanalinadwi.org

وقت قرآن مجید کی یہ آیت رہتی ہو :۔ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ.(پارہ ، ۲۰ ، القصص...۸۳).

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے مخصوص رکھیں گے جو زمین میں اپنی بلندی نہیں چاہتے، اور نہ فساد پھیلانا چاہتے ہیں اور آخر انجام خدا سے ڈرنے والوں کا ہے۔ جس جماعت کا اس حقیقت پر ایمان ہو، کیا وہ اپنی سربلندی اور فتنہ وفساد کے جرم کا ارتکاب کر سکتی ہے؟

دوستو اور بزرگو! یہ خدا پرستی کی دعوت تھی جو حضور ﷺ نے دُنیا میں پیش کی تھی، اور نتائج کے لحاظ سے یہ دنیا کی سب سے زیادہ نفع بخش کوشش ہے، کوئی شخص دنیا کی کسی اور دعوت کا نام لے کر نہیں بتلا سکتا کہ اس نے دنیا کو اتنا فائدہ پہنچایا، حالانکہ اس دعوت کے حصہ میں انسانوں کی اتنی کوششیں اور اتنے وسائل نہیں آئے جو عصر حاضر کی معاشی، اقتصادی اور سیاسی تحریکوں کے حصے میں آئے ہیں، مگر پھر بھی ان تمام تحریکوں کے فائدے مل کر بھی اس ایک دعوت کے فائدوں کا دسواں حصہ بھی نہ ہو سکے، آج بھی دنیا سے معاشی اور سیاسی ظلم اور اخلاقی برائیاں جبھی دور ہو سکتی ہیں جب دنیا اس دعوت کو قبول کر لے، لیکن اور کسی کے متعلق کیا کہا جائے جب کہ خود اس دعوت کے علمبردار ہی نفس پرستی میں مبتلا ہو گئے، نفس پرستی تو چوٹ کھائے ہوئے بیٹھی تھی اس نے موقع پاکر خدا پرستی کے علمبرداروں سے خوب انتقام لیا، جس نے اسے شکست دی تھی اور وہ مسلمان جس کا امتیاز تھا :۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ .

www.abulhasanalinadwi.org

افسوس! آج اس نفس پرستی کا خود شکار ہے۔

مسلمانو! تم نے بڑا ظلم کیا ہے، تمہارا کام تو خدا پرستی کا نمونہ بننا تھا، اور ساری دنیا کو اس کی دعوت دینا تھی، تم نے نفس پرستی کو اختیار کر کے اپنا بھی نقصان کیا اور ساری دنیا کو بھی مشکلات میں پھنسا دیا، اگر تم اپنا فرض ادا کرتے رہتے تو نہ یہ نفس پرستی دنیا میں دوبارہ غالب ہوتی اور نہ دنیا کا یہ حشر بنتا، آج دنیا کی سب سے بڑی مصیبت نفس پرستی ہے، دنیا کے بڑے بڑے لیڈر اور امن کے علمبردار (ٹرومین، چرچل، اور اسٹالن) سب سے بڑے نفس پرست ہیں، یہ اپنی نفس پرستی میں اور قومی غرور میں (جو نفس پرستی کی ایک ترقی یافتہ اور وسیع شکل ہے) دُنیا کو خاک سیاہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں، ایٹم بم سے زیادہ خطرناک نفس پرستی ہے جس نے دنیا کو تباہ کر دیا، لوگوں کو ایٹم بم پر غصہ آتا ہے کہ قیامت برپا کر دے گا، میں کہتا ہوں ایٹم بم کا کیا قصور، اصل مجرم تو اس کا بنانے والا ہے اور اس سے بھی پہلے وہ درسگاہیں اور وہ تہذیب ہے جو اس ایٹم بم کو وجود میں لائی ہے، اور اس سب کی جڑ وہ نفس پرستی ہے جس نے اس تہذیب کو جنم دیا ہے۔

ہمارا کام ایک کھلی کتاب ہے

دوستو! ہماری دعوت اور ہماری تحریک بس یہی ہے، اور اسی مقصد کے لئے ہے کہ نفس پرستی کے خلاف محاذ قائم کیا جائے، خدا پرستی کی زندگی کا طریقہ دنیا میں عام کیا جائے، ہم نے اسی مقصد کے لئے یہ خاص اجتماعات کئے ہیں، اور محض اسی مقصد کے لئے ہفتہ وار اجتماع کرتے ہیں۔ جہاں ہم قوم کے ہر طبقے کو جمع ہونے کی دعوت دیتے ہیں، اور ان کے سامنے خدا پرستی کی دعوت کے سب سے بڑے علمبردار حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات، ان کے حالات زندگی، اور ان کے

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھیوں کے واقعات پیش کرتے ہیں جو سچی خدا پرستی کا راستہ دکھانے والے ہیں، اور ہمارے یقین کے مطابق انہیں میں انسانیت کی نجات، اور دنیا کی مشکلات کا حل ہے۔ ہمارا کام اور ہماری دعوت ایک کھلی ہوئی کتاب ہے، جس کا جی چاہے پڑھ لے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِين.

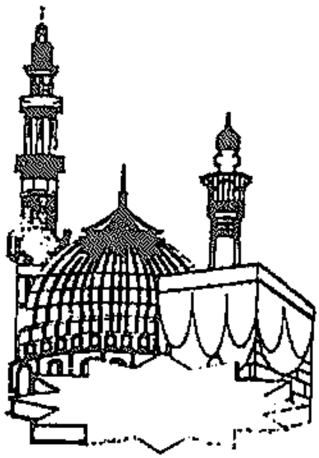

www.abulhasanalinadwi.org

یہ دین زندہ ہے اور زندوں سے قائم ہے

یہ تقریر مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی ۱۳ر جولائی ۱۹۷۸ء کو طلبہ کے سامنے کی گئی جس میں دارالعلوم کے اساتذہ، طلبہ، اراکینِ انتظامیہ کے علاوہ ملک کے مختلف علاقوں کے علماء اور تعلیم یافتہ حضرات نیز بیرونِ ملک کے ان مندوبین کی بھی معتدبہ تعداد شریک تھی جو اسلامی ایشیائی کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ دین زندہ ہے اور زندوں سے قائم ہے

خطبۂ مسنونہ!

عزیز طلبہ اور حاضرین مجلس!

دین کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے

اس دین کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ اصول مقرر اور مقدر کر دیا ہے کہ اس کے لئے زندہ اشخاص برابر پیدا ہوتے رہیں گے، کوئی درخت اس وقت تک سر سبز وشاداب اور زندہ درخت نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ وہ باثمر نہ ہو، اس میں نئی نئی پتیاں اور نئے نئے شگوفے نہ کھلتے رہتے ہوں، یہ دین زندہ ہے،.......اور زندہ انسانوں کے لئے ہے، اور اس کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے، وہ دین مٹ گئے، ختم ہو گئے، جنہوں نے روحانیت کے میدان میں، علم کے میدان میں، فکر کے میدان میں، قیادت کے میدان میں زندہ اشخاص پیدا کرنے بند کر دیئے، انسان زندہ اشخاص سے متاثر ہوتا ہے، چراغ سے چراغ جلتا رہا ہے اور چراغ سے چراغ جلنا چاہئے اور جلتے رہنا چاہئے، اور اگر اس امت کو باقی رہنا ہے تو اس امت کے لئے ضروری ہے کہ وہ زندہ اشخاص پیدا کرے، اس کا درختِ علم، اس کا درختِ فکر، اس کا درختِ اصلاح اور اس کا درختِ روحانیت نئے نئے برگ وبار لاتا رہے، نئے نئے

www.abulhasanalinadwi.org

شگوفے کھلاتا رہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ میری امت بارانِ رحمت کی طرح ہے، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے ابتدائی قطرے مردہ زمین کے لئے زیادہ حیات بخش ہیں یا بعد کے۔

میں تاریخ لکھتا رہا ہوں، میرے شعور اور تصنیف و تالیف کی عمر زیادہ تر اسی کوچہ میں گزری، اور میں کہہ سکتا ہوں۔ ؎

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں

میں اب بھی اس پر عقیدہ رکھتا ہوں کہ اسلاف کے کارنامے، اسلاف کا خلوص و صداقت، اسلاف کا تعلق مع اللہ، اسلاف کی استقامت اور اسلاف کی قربانیاں بعد کی نسلوں کے لئے بہترین سرمایہ ہیں اور وہ حیات و زندگی کا پیغام دینے والی ہیں، ہم نے ہمیشہ کہا اور مانا کہ ہمارے بزرگ ایسے تھے، ان کا حافظہ اتنا قوی تھا، ان کا علم اتنا وسیع تھا، وہ ایسے متبحر عالم تھے، یہ سب سر آنکھوں پر لیکن اتنا کافی نہیں۔

فیض مُردوں سے بھی حاصل ہوسکتا ہے مگر رہنمائی زندوں ہی سے حاصل ہوتی ہے

جس ادارہ اور مکتبِ خیال سے میرا تعلق ہے، اس نے تاریخ اسلام کو مرتب کیا، اس تحتی برِ اعظم ﴿ہند﴾ میں جس ادارہ نے اردو میں تاریخِ اسلام مرتب کرنے کی سب سے پہلے سعادت حاصل کی ہے، اس سے میرا تعلق ہے، یعنی "دارالعلوم ندوۃ العلماء" اور "دار المصنفین" کسی اور کی زبان سے تو شاید آپ سوچیں کہ یہ تاریخ سے ناواقف ہے، اور تاریخ سے انصاف نہیں کرتا، میری زبان سے سنئے کہ اسلاف نے جو کچھ کیا اس کو محفوظ رہنا چاہئے اور اسی آب و تاب کے ساتھ رہنا چاہئے، اور نئی نسلوں کو اس سے روشناس کرانا چاہئے اور

ڈھونڈ ڈھونڈ کر اسلاف کے کارنامے جمع کرنے چاہئیں، لیکن اس دین کے لئے خدا فیصلہ کر چکا ہے کہ یہ دین قیامت تک کے لئے ہے، لہٰذا اس کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے، روحانیت بھی زندہ انسانوں ہی سے قائم ہے، محققین صوفیاء کی اور مشائخ کی تحقیق بھی یہی ہے کہ تزکیہ وعلمِ باطن بھی زندہ انسانوں ہی سے حاصل کیا جاتا ہے، اور زندہ انسانوں ہی سے اس کی تکمیل ہوتی ہے، ورنہ ایسے ایسے بلند مرتبہ لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے ایک کافی تھا، لیکن وہ کہتے ہیں کہ زندگی میں حرکت ونمو ہے، زندگی میں تنوع ہے، ابھی ایک رنگ آیا ایک رنگ گیا، ابھی ایک مرض پیدا ہوا، اور ایک مرض گیا، اس لئے جن کا تعلق اس زندہ کائنات اور عالمِ طبیعی سے ٹوٹ چکا ہے، وہ ان متحرک اور زندہ انسانوں کی رہنمائی نہیں کر سکتے، فیض ان سے حاصل ہو سکتا ہے ﴿فیض کے جو طریقے ہیں ان کے ذریعہ﴾ اس میں غلط فہمی نہ ہو لیکن رہنمائی زندہ انسانوں ہی سے حاصل ہوتی ہے، کسی نسل میں سب کچھ ہے، بڑے کتب خانے ہیں، تاریخ کے بڑے بڑے ذخیرے ہیں، لیکن زندہ ہستیاں نہیں ہیں، جن کے قلوب سے اور جن کے اجتہادِ فکر سے، جن کے تفقہ سے، جن کی بصیرت سے ہم روشنی حاصل کریں، اس نسل کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔

دین تازہ ہوتا رہے گا

حدیث صحیح میں ہے کہ "ان اللہ یبعث علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھٰذہ الأمۃ أمر دینھا" سنن کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سو برس میں ایک مجدد بھیجتا رہے گا، جو اس دین کو تازہ کر دے گا، اور تجدیدی کا فرض انجام دے گا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس وقت تو وہ دین کو تازہ کر دے گا پھر وہ سلسلہ ختم ہو

www.abulhasanalinadwi.org

جائے گا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عرصہ تک اس کا وجود رہے گا "من یجدد لهٰذه الأمة أمر دينها" کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آئے اور ہفتہ دو ہفتہ کے لئے دین کا چرچا ہو گیا اور چلے گئے، ان میں سے کسی بھی بزرگ کا حال پڑھیں، کسی کا اثر سو برس تک رہا اور بعض ایسے لوگ پیدا ہوئے جن کا اثر صدیوں تک رہا۔

ریلوے لائن پر ایک چھوٹی گاڑی چلا کرتی تھی، ﴿اور غالباً اب بھی چلتی ہے﴾ جس کو ٹرالی کہتے تھے، لوگ اس کو ٹھیلتے تھے، اور پھر اس پر بیٹھ جاتے تھے، اور وہ چلتی اور پھسلتی رہتی تھی، جب وہ رکنے لگتی تھی تو پھر اتر کر دھکا دیتے تھے، اور بیٹھ جاتے تھے، اس سے لائن کا معائنہ ہوتا تھا، اس اُمت کی گاڑی کو بھی اسی طرح سمجھئے اور اس کو ٹھیلنے والے اس امت کے علماء اور مشائخ اور مجدد ہیں، یہ اس کو ٹھیل دیتے ہیں اور وہ خود اپنے پہیوں پر چلتی ہے، یہ نہیں کہ اس کو چلاتے ہی رہتے ہیں، گاڑی خود چلے گی اپنے پہیوں پر، لیکن اس کو ٹھیلنے اور چلانے کے لئے زندہ انسانوں کی ضرورت ہے، وہ کوئی ٹیکنیکل چیز نہیں، زندہ انسان اس کو بڑھاتے ہیں اور ٹھیلتے ہیں، اور وہ اپنے پہیوں پر چلتی ہے کیونکہ ٹرالی کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے پٹڑول میں اتنی چکناہٹ اور پہیوں میں اتنی حرکت وسُرعت اور چلنے کی اتنی صلاحیت ہو کہ وہ چل سکے، اور آدمیوں کے ہاتھوں میں اتنی طاقت ہو کہ وہ اس کو ٹھیل سکیں، اور مسافر جو بیٹھے ہوں وہ ایسے ہوں کہ بیٹھے رہیں، اور جم جائیں، اس امت کی روایت یہ ہے کہ جب اس پر تعطل اور بے عملی طاری ہونے لگتی ہے تو کوئی اللہ کا بندہ آتا ہے اور اس کو دھکا لگاتا ہے، اور پھر وہ خود چلتی ہے، اور کچھ دور تک چلی جاتی ہے

میں مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ دونوں کو اس دور کا مجدد سمجھتا

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں میں سمجھتا ہوں کہ جہاں کہیں بھی علم دین ہے، جہاں کہیں بھی سنت کی دعوت ہے، جہاں کہیں بھی شرک وبدعت سے اجتناب کا جذبہ اور اس سے تنفر ہے، یہ ان دونوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے، دیکھئے ایک ایسا بھی انسان تھا جس نے اس زور سے دھکا دیا کہ امت کی گاڑی ساڑھے تین سو سال سے برابر چل رہی ہے، اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کتنا چلے پھر کوئی اور اللہ کا بندہ پیدا ہو اور اسکے دھکے سے اور کتنا چلے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا پورا خاندان، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سوڈیڑھ سو برس کے بعد پیدا ہوا، اور ان کے کام کے اثرات تیرھویں صدی کے ابتداء میں ظاہر ہوئے، میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ فریضہ ہے تمام مدارس کا اور تمام علماء کا کہ زندہ اشخاص پیدا کرتے رہیں۔

عالم اسلام کی سب سے بڑی ضرورت

کل میں نے دار العلوم کورنگی میں ایک بات کہی تھی کہ عالم اسلام کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایسے علماء ملک میں رہیں کہ وہ نئے مسائل سمجھ سکیں، اور نئے مسائل کے حل پیش کر سکیں، اور اس میں وہ شریعت کی مدد سے کتاب وسنت کی مدد سے، اصولِ فقہ اور فقہ کی مدد سے رہنمائی کر سکیں، اس لئے جہاں اور چیزوں کی ضرورت ہے وہاں ایک بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایسے متبحر علماء پیدا ہوں جیسے مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا یوسف صاحب بنوری، اور دوسرے علماء جن کے نام اس وقت مجھے یاد نہیں آئے، پھر اس کے بعد میں نے کہا کہ زمانہ اتنا ترقی کر گیا ہے، اور اب زمانہ کے فتنے اتنے سنگین اور زمانے کے چیلنج اتنے شدید ہیں کہ حقیقۃً ضرورت تھی امام غزالیؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی، لیکن اگرچہ الاسلام غزالیؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حکیم الاسلام

www.abulhasanalinadwi.org

شاہ ولی اللہؒ اس وقت نہ پیدا ہوں تو کم از کم اس درجہ کے لوگ پیدا ہوں جن کے نام میں نے لئے، لہٰذا مدارس کا یہ فرض ہے کہ وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں کہ وہ تبحر پیدا ہو، وہ وسعتِ نظر اور عمق اور نظر کی گہرائی اور گیرائی پیدا ہو اور وہ کتاب وسنت کی روح سے واقفیت پیدا ہو، مقاصدِ شریعت سے آگاہی پیدا ہو کہ بدلے ہوئے زمانہ میں امت کی رہنمائی کر سکیں، محض یہ کہ کتاب میں دیکھ لو، یہ کافی نہیں، اس لئے کہ کتابیں تو اپنے اپنے عہد میں لکھی گئی ہیں، اللہ نے صرف کتاب اللہ کی یہ خصوصیت قرار دی ہے کہ "لاتبلی جدته ولاتنهی عجائبه" کہ وہ کبھی پرانی نہیں ہوگی، باقی ہر انسانی کتاب میں اس عہد کی چھاپ ہوتی ہے، اس عہد کے گھنے سائے ہوتے ہیں، آپ کسی عالم کی کتاب اٹھا کر دیکھ لیجئے، اگر اللہ نے آپ کو ذوق اور علمی بصیرت دی ہے تو آپ اسے دیکھ کر زمانہ کا تعین کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب فتنۂ تاتار سے پہلے لکھی گئی ہوگی یا فتنۂ تاتار کے بعد لکھی گئی ہوگی، یہ آٹھویں صدی کی تصنیف معلوم ہوتی ہے، ہر صدی کا اسلوب الگ ہوتا ہے، فکر اور علم کا طرز الگ ہوتا ہے، ان کے درجات الگ ہوتے ہیں، یہ مدارس بہت مبارک اور نہایت ضروری ہیں، ہم سب مدارس ہی کے خوانِ نعمت کے ریزہ چیں ہیں اور میں جو آپ کے سامنے بیٹھا ہوا بات کہہ رہا ہوں، یہ مدارس ہی کا فیض ہے، اول سے آخر تک میری تعلیم اسی نہج پر ہوئی، لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں ﴿اور خدا کرے کہ میری بات جتنی ہے اور جس درجہ کی ہے، اسی کے مطابق سمجھا جائے﴾ کہ یہ دین زندہ ہے، اور زندہ انسانوں کی اس کو ضرورت ہے، اور زندہ انسانوں ہی کے دم سے یہ چلے گا، اسلاف کی یہ عظمت میں رتی برابر کمی کرنا مقصود نہیں ہے، مقصد یہ ہے کہ اس پر قناعت نہیں کرنی ہے کہ اسلاف نے یہ کیا، کوئی مسئلہ پوچھنے آئے تو کہے کہ ہمارے یہاں ایک سے ایک

www.abulhasanalinadwi.org

بڑا عالم پیدا ہوا، آسمانِ علم، جبلِ علم، سائل کہتا ہے کہ کنویں میں فلاں جانور گر گیا ہے، تمام محلے والے پریشان ہیں کتنے ڈول پانی نکالا جائے، آپ کہیں کہ ہمارے یہاں امام ابو حنیفہؒ پیدا ہوئے امام زفرؒ پیدا ہوئے اور آخر میں "بدائع الصنائع" کے مصنف، "البحر الرائق" کے مصنف اور "فتاویٰ عالمگیری" کے مصنف پیدا ہوئے، وہ کہے گا حضرت یہ سب صحیح ہے، لیکن جلدی بتایئے نماز کا وقت بالکل قریب ہے کہ اس کو کس طرح پاک کیا جائے؟ کوئی آپ سے یہ پوچھنے آئے کہ ذرا سی یہ عبارت سمجھ میں نہیں آئی، یہ شعر سمجھ میں نہیں آیا، اس کے معنی بتایئے، آپ کہیں کہ ہمارے یہاں ایسے ایسے ادیب پیدا ہوئے جن کا جواب نہیں، عبدالقاہر جرجانی پیدا ہوئے، ابو علی فارسی پیدا ہوئے، امام زمخشری پیدا ہوئے، حریری پیدا ہوئے، اور قاضی فاضل پیدا ہوئے، اور ہندوستان میں بھی ایک سے ایک بڑھ کر ہوئے ہیں، وہ کہے گا یہ سب ٹھیک ہے، لیکن میں کتاب پڑھانے جا رہا ہوں، طالبِ علم منتظر ہیں، جلدی سے شعر کا مطلب بتایئے، اسی طرح ہر فن کا حال ہے، جس فن کا آدمی آیا تو کہہ دیا کہ ہمارے یہاں ایسے ایسے لوگ پیدا ہوئے ہیں، اس سے کام نہیں چلے گا۔

ہر شہر میں متبحّر آدمی ہونے چاہئیں

ہر ملک میں بلکہ ہر شہر میں ایسے متبحر آدمی ہونے چاہئیں جو وقت پر مدد کر سکیں، رہنمائی کر سکیں، یہ نہ کر سکیں تو کم از کم کسی عالم کا حوالہ دے سکیں، میں خود یہ کرتا رہتا ہوں، کوئی اہم مسئلہ پوچھنے آتا ہے تو میں کہہ دیتا ہوں کہ ہمارے مدرسہ میں مفتی موجود ہیں، ان سے پوچھو "لکل فن رجال" ہر فن کا شخص الگ الگ ہے، وہ فقہ پڑھاتے ہیں، علامہ ابن حزم کے متعلق امام ابن تیمیہؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ

انھوں نے "سبحی" میں "رَمَل" و "اصطباغ" کو لکھ دیا ہے، وہ بہت ادب کے ساتھ کہتے ہیں کہ ان کو حج کرنے کا موقع نہیں ملا تو ان کو طواف اور سعی میں التباس ہو گیا، یہ بات الگ ہے، لیکن ہر چیز میں اسلاف کے کارناموں کی فہرست گنانے لگیں کہ کیسے کیسے آدمی پیدا ہوئے تو اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص پیاسا ہو اور پانی پینے آئے اور کہے کہ پانی پلا دیجئے تو آپ اس سے کہیں کہ دنیا میں ایسی ایسی سبیلیں لگی ہیں اور ایسی ایسی آئس کریمیں ایجاد ہوئی ہیں، ایسے ایسے مشروبات ایجاد ہوئے ہیں، تو بھائی مشروبات کے نام لینے سے اور اس میں جو ترقیاں آپ کے اسلاف نے کیں، اس سے کیا ہوتا ہے، اس کو تو پانی چاہئے، آپ کٹورہ میں دیں یا مٹی کے کوزہ میں دیں، جب جا کر اس کی پیاس بجھے گی۔

خَلا پُر کرنے کے لئے جانفشانیوں کی ضرورت ہے

علوم کا زوال بلکہ امتوں کا زوال اسی طرح ہوا کہ جب کوئی گیا تو کوئی دوسرا اس کی جگہ لینے والا نہیں، آج خطرہ اسی بات کا ہے، جو اٹھتا ہے جگہ خالی کر کے چلا جاتا ہے، آپ سے کیا کہوں، یہ کہنے کی بات نہیں، ہندوستان میں ہم کیا خلا محسوس کر رہے ہیں، کسی مدرسہ میں شیخ الحدیث کی ضرورت ہے، شیخ الحدیث نہیں مل رہا ہے، کہیں اصولِ فقہ پڑھانے والا نہیں مل رہا ہے، کچھ اللہ کے بندے یہاں آگئے اور کچھ اللہ میاں کے یہاں چلے گئے، ایک انتقال کیا تو دوسرا منتقل ہو گیا، ہمارے حق میں نتیجہ ایک ہوا، مطلب یہ ہے کہ خلا پُر ہونا چاہئے اور اس کے لئے جانفشانیوں کی ضرورت ہے، یہ کام بغیر جانفشانیوں کے نہیں ہو سکتا، اگر آپ چاہتے ہیں کہ حدیث کا جید عالم پیدا ہو، فقہ کا کوئی جید عالم پیدا ہو تو اس کے لئے پِتّا پانی کرنے کی ضرورت ہے، اور افسوس ہے کہ اب ہمارے مدارس میں اس کا رواج

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں رہا سب کچھ ہے، لیکن وہ محنت نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ مبالغہ نہ سہی، غلو نہ سہی مگر کسی درجہ میں انہماک ہونا چاہئے، یورپ میں جو ترقیاں ہوئی ہیں اسی لائن سے ان میں بھی استغراق ہے، میں نے واقعات سنے ہیں کہ بعض تحقیقی کام کرنے والوں کو اس کی خبر نہیں ہوئی کہ کب صبح ہوئی اور کب شام ہوئی، میرے جاننے والے ایک دوست جرمنی گئے تھے انہوں نے کہا ایک صاحب سے کہ آپ کب کام شروع کرتے ہیں، آپ کا یہ ادارہ کب سے کھلتا ہے؟ تو اس نے کہا ابھی بتاتا ہوں، وہ اندر گیا اور ایک آدمی سے پوچھا کہ میرا شعبہ کب سے کھلتا ہے؟ تو اس نے کہا ابھی بتاتا ہوں، وہ اندر گیا اور ایک آدمی سے پوچھا کہ میرا شعبہ کب سے کھلتا ہے، اس نے بتایا، اتنے بجے تو آکر کہہ دیا اتنے بجے سے، میں نے کہا کہ کیوں آپ نے خود کیوں نہیں بتلایا تو اس نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں، میں اتنی صبح آجاتا ہوں کہ مجھے ہوش نہیں رہتا اور میں گھڑی بھی نہیں دیکھتا، کام کا جوش اتنا غالب ہوتا ہے۔

یہ انتشار کا دور ہے، آج کل تو بڑی مصیبت یہ ہے کہ آپ یہاں سے جائیے، پچاس چیزیں آپ کو ایسی نظر آئیں گی جو انتشار پیدا کرنے والی ہوں گی، آپ ایسے حالات دیکھیں گے جو انتشار پیدا کرنے والے ہوں گے، آپ ایسی تصویر دیکھیں گے جو ساری ذہنی یکسوئی ختم کردیں گی اور اگر ٹیلی ویژن ہورہا ہے، تو سبحان اللہ یا اِنا للہ کہہ دیجئے، اُس زمانہ کی خوبی یہ تھی کہ انتشار پیدا کرنے والی چیزیں کم تھیں، اور لوگوں میں علمی استغراق تھا، میرے ایک مغربی استاد نے بتایا کہ ایک صاحب مغرب ﴿مراکش﴾ میں فقہ مالکی پر کتاب لکھ رہے تھے، ان کا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ دوپہر کو وہ گھر جاتے تھے، اور کھانا کھاتے تھے، اور آجاتے تھے، ایک دن وہ گھر نہیں گئے تو لوگوں نے کہا آج آپ کھانے پر تشریف نہیں

لائے ؟ انہوں نے کہا کہ نہیں میں تو آیا تھا! میں نے کھانا بھی کھایا، اب ان کو فکر ہوئی کہ کیا بات ہوئی، معلوم ہوا کہ مسئلہ سوچتے ہوئے نکلے اور ایک گھر کا دروازہ کھلا تھا اس میں چلے گئے اور وہ لوگ اتنے مثقف اور مہذب تھے کہ انہوں نے کھانا کھلایا اور ان کو بالکل محسوس نہیں ہونے دیا کہ ان کا گھر نہیں ہے، اس زمانہ میں علماء کی قدر تھی، ان کو شاید معلوم تھا کہ وہ اس وقت نکلتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں، گھر والوں نے دستر خوان بچھایا، ہاتھ دھلائے، انہوں نے کھانا کھایا، ہاتھ پونچھے اور اپنی جگہ آ گئے اور یہ سمجھتے رہے کہ وہ اپنے گھر گئے تھے اور کھانا کھایا تھا۔

ایک واقعہ امام غزالیؒ نے غالباً "اِحْیَاءُ الْعُلُوم" میں لکھا ہے، کہ امام شافعیؒ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبلؒ کے گھر آئے، امام صاحب کے بچے کہتے ہیں کہ ہم دیکھتے تھے کہ ہمارے والد ہر نماز کے بعد امام شافعیؒ کے لئے دعا کرتے تھے، اور کہتے تھے، کہ "اے اللہ! محمد بن ادریس کو زندہ رکھ، قائم رکھ، ان کی عمر میں برکت دے" وہ بچے سوچتے تھے کہ ہمارے باپ امامِ وقت ہیں، ان کے استاد کیسے ہوں گے جن کے لئے یہ دعا کرتے ہیں؟ تو ایک مرتبہ پوچھا کہ ابا جان! آپ کس کے لئے دعا کرتے ہیں اور کیوں؟ "یابنی انه کالشمس للدنیا والعافیة للبدن" ایک مرتبہ لطیفہ یہ پیش آیا کہ امام شافعیؒ تشریف لے آئے تو گھر والوں نے سمجھا کہ گھر بیٹھے دولت ملی، بڑی خاطر مدارات کی اور رات کو جب وہ کھانا کھا کے اور باتیں کر کے بستر پر لیٹے تو بچوں نے سوچا کہ والد صاحب بڑا وقت عبادت میں گزارتے ہیں، یہ تو ہمارے والد کے بھی استاد ہیں، ان کی تو پلک بھی نہیں لگے گی، رات بھر عبادت کریں گے، چنانچہ انہوں نے لوٹا بھر کر رکھ دیا کہ رات کو اٹھیں گے، وضو کریں گے، عبادت میں مشغول ہو جائیں گے، لیکن وہ صبح تک سوتے رہے، یہاں تک امام

www.abulhasanalinadwi.org

احمد بن حنبلؒ آئے اور انہوں نے اٹھایا، وہ اٹھے اور بے وضو کیے ہی نماز پڑھنے چلے گئے، اب تو ان کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی کہ یا اللہ قصہ کیا ہے؟ لوٹا دیکھا تو ویسا کا ویسا بھرا رکھا ہے، بڑی حیرت کہ انہوں نے بے وضو نماز پڑھی، اس زمانہ میں اعتراض کرنے کا رواج نہیں تھا، جب وہ مجلس میں آکر بیٹھے تو امام احمد بن حنبل سے امام شافعیؒ نے کہا کہ ابو عبد اللہ رات کو عجیب واقعہ پیش آیا جب تم مجھے لٹا کر گئے تو فلاں حدیث کی طرف میرا ذہن چلا گیا، میں نے اس سے مسائل استنباط کرنے شروع کیے رات بھر مسائل استنباط کرتا رہا، مسائل کی ایک بڑی تعداد بیان کرکے فرمایا کہ اتنے مسائل استنباط کر چکا تھا کہ صبح ہو گئی، اسی لئے شاعر نے کہا ہے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

گرچہ باشد در نوشتن شیر، شیر

اگر بد گمانی کا دور ہوتا تو اخبار میں چھاپ دیا جاتا کہ ایسے علماء ہیں، جو بے وضو نماز پڑھ لیتے ہیں، بلکہ پڑھا بھی دیتے ہیں﴿ تعجب نہیں کہ انہوں نے نماز پڑھائی بھی ہو، بھلا ان کی موجودگی میں کون نماز پڑھاتا﴾۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

مدحِ صحابہ کے جلسوں کا پیغام اس کے تقاضے اور شریک ہونے والوں کی ذمہ داریاں

یہ تقریر ۱۱ر محرم الحرام ۱۴۱۰ھ مطابق ۳ر اگست ۱۹۹۰ء کو امام اہلسنت مولانا عبدالشکور ہال واقع احاطہ شوکت علی رکاب گنج لکھنؤ میں کی گئی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدحِ صحابہؓ کے جلسوں کا پیغام اس کے تقاضے اور شریک ہونے والوں کی ذمہ داریاں

اَلحَمدُ لِلّٰہِ نَحمَدُہٗ وَنَستَعِینُہٗ وَنَستَغفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیہِ وَنَعُوذُ بِاللّٰہِ مِن شُرُورِ اَنفُسِنَا وَمِن سَیِّآتِ اَعمَالِنَا مَن یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَن یُّضلِلہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشھَدُ اَن لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ وَنَشھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَولَانَا مُحَمَّدًا عَبدُہٗ وَرَسُولُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَصَحبِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَزوَاجِہٖ وَاَھلِ بَیتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسلِیمًا کَثِیرًا کَثِیرًا اَمَّا بَعدُ!

حضرات!

اللہ تعالےٰ نے صحابۂ کرام، آغوشِ نبوت کے پروردہ، اور دبستانِ نبوت کے تعلیم و تربیت یافتہ، حضرات کے حالات و خصوصیات معلوم کرنے کے لئے حضرت امام اہل سنت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے،

www.abulhasanalinadwi.org

اور پھر ان کی دعوت سے، ان کے ادارہ سے اور سلسلہ ہدایت و مواعظ کے ذریعہ سے آپ کے لئے جو مواقع فراہم فرمائے، بہت کم شہروں میں بلکہ کہنا چاہیے بہت سے ملکوں میں دور دور اس کی مثال نہیں ملتی، آپ کو اسکا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے یہ مواقع میسر فرمائے، آسان کئے، فراہم کئے اور قابل استفادہ بنائے، میں بھی اپنی سعادت سمجھ کر، خون لگا کر شہیدوں میں، شریک ہونا جس کو کہتے ہیں، اس ذہن کیے ساتھ حاضر ہوا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ شاید یہ میرے لئے بھی مغفرت کا اور قبولیت کا ذریعہ بنے، میں آپ سے بنیادی باتیں کہنا چاہتا ہوں۔

حضرات!

آج گیارہواں دن ہے کہ آپ برابر خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں سُن رہے ہیں، آپکی معلومات میں اضافہ ہو رہا ہے اور ہندوستان کے بہت منتخب اور ممتاز علمائے کرام، مقررین عظام تشریف لائے اور آپ نے ان کے مواعظ سنے، آپ یہاں سے کیا نتیجہ لے کر جائیں گے، اُس کا آپ پہ کیا اثر ہوگا، آپ ان مواعظ کا شکریہ کس طرح سے ادا کریں گے؟ یاد رکھئے! نعمت کا شکر اس نعمت کی جنس سے ہوتا ہے اور اسی نعمت کے مطابق ہوتا ہے، کھانے کا شکریہ کھانے کے مطابق ہوتا ہے، مہمان نوازی اور خاطر داری کا شکریہ اس کے مطابق ہوتا ہے، اور قصیدہ خوانی کا شکریہ اس کے مطابق ہوتا ہے، اسی طریقہ سے جب تفریحی چیزوں کا سامان مہیا کیا جائے تو ان کا شکریہ ان کے مطابق ہوتا ہے وہ ان کی جنس سے تعلق رکھتا ہے، آپ حضرات خلفائے راشدینؓ کے بارے میں، صحابہؓ کرام کے بارے میں سن کر جاتے ہیں، جواہرات

www.abulhasanalinadwi.org

اور موتی بکھیرے جاتے ہیں اور وہ آپ کے جیب ودامن میں آتے ہیں، ان کا شکریہ کیا ہے؟ اللہ تبارک وتعالےٰ کی نعمتوں کا شکریہ اللہ کی نعمتوں کے شایان شان اللہ کے پیغمبروں کے احسانات کا شکریہ اللہ کے پیغمبروں کے شایان شان، مصلحین اور داعیان دین اور مشائخ کرام اور مرشدین اور دین کے محسنین کا شکریہ ان کے شایان شان ہوتا ہے، تو اسی طریقہ سے ہر دعوت کا ہر تحریک کا، ہر محفل کا شکریہ اور اس کا اثر ان کے مطابق ہونا چاہیے، اور آپ کے اندر صلاحیت پیدا ہونی چاہیے، اگر آپ علمی مذاکروں میں جاتے ہیں، جن کا آج کل بڑا رواج ہے، جگہ جگہ علمی سیمینار ہو رہے ہیں، کنونشن ہو رہے ہیں، تو اس موضوع کے مطابق آپ استفادہ کرتے ہیں، اسی موضوع کے تقاضہ سے آپ وہاں سے نتیجہ لے کر جاتے ہیں، اثر لے کر جاتے ہیں اور اسی سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اسی طرح آپ سیاسی جلسوں میں شریک ہوتے ہیں تو سیاسی شعور اور سیاسی بیداری پیدا ہونی چاہیے، جس پارٹی کا جلسہ ہے اس پارٹی کے متعلق ذہن بننا چاہیے یا بدلنا چاہیے، تو اگر خلفائے راشدین کے منا قب وفضائل کی مجلس ہو، بار بار ہو اور آپ بار بار شریک ہوں تو اس کا شکریہ کس طرح ادا ہو سکتا ہے، اور اس کے شایان شان کیا ہے، اور اس سے آپ کی زندگی میں کیا اثر پڑنا چاہیے، کیا تبدیلی اور اصلاح آنی چاہیے۔

میں ان چیزوں کی طرف اشارہ کروں گا جو ان مجالس کے مزاج کے مطابق ہیں اور ان کا طبعی تقاضہ ہے، عقلی تقاضہ ہے، منطقی تقاضہ ہے، شرعی تقاضہ ہے، اخلاقی تقاضہ ہے، انسانی تقاضہ ہے، اور سب سے بڑھ کر دینی تقاضہ ہے۔

اس سلسلہ کی ایک بات تو یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں حضرات خلفائے راشدین کی عقیدت پیدا ہو، ان کے بارے میں آپ کے اندر اعتماد ہو، آپ کے

www.abulhasanalinadwi.org

ذہن میں یہ خیال راسخ ہو جائے کہ وہ نسل انسانی کے (انبیائے کرام کے بعد) بہترین افراد اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و احسان، اس کی خلاقی، رزّاقی اور تربیت کا بہترین نمونہ ہیں۔

پہلی بات یہ ہونی چاہئے کہ آپ اس محفل سے یہ اثر اور نتیجہ لے کر جائیں، اگر ہم کسی حکیم کی تعریف کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ بہت سے مریضوں نے شفا پائی، وہ حکیم ہی کیا ہے، طبیب ہی کیا ہے جس کے ہاتھ ایک بھی شفا نہ ہوئی ہو، یا مشکل سے دو چار آدمیوں کو فائدہ پہونچا ہو، اگر ہم کسی عالم و مدرس کی تعریف کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حلقۂ درس سے بہت سے فضلا تیار ہوئے اور وہ علم و فضل میں امتیازی درجہ رکھتے تھے، ورنہ پھر مدرس کا فائدہ ہی کیا، اور اس مدرس کی کامیابی کا معیار کیا؟ اگر ہم کسی کارخانہ کی تعریف کرتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے، کہ وہ بہترین مصنوعات پیدا کرتا ہے، ایک مرتبہ ہم نے یہیں کے ایک جلسہ میں کہا تھا کہ اگر ہم سے کوئی کہے (لکھنؤ کے بھائیوں کو سنا رہا تھا) کہ ہاں صاحب! احمد حسین دلدار حسین کا کارخانہ بہت اچھا ہے، مگر شروع میں تمباکو کے کچھ اچھے ڈبے وہاں سے بنے تھے پھر جو دیکھا تو ہر ڈبہ خراب تھا، تو یہ ایسی بات ہوگی کہ اس کارخانہ والے کو آپ کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر کرنے کا حق ہوگا کہ آپ نے اس کارخانہ کو بدنام کیا، وہاں کی شہرت کو خراب کیا، میں مدرسہ کے ایک خادم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلامی کی ایک نامور اور مسلم درس گاہ ندوۃ العلماء کا خادم ہوں اگر ندوۃ العلماء کے متعلق کوئی یہ کہے ہاں صاحب! شروع میں اس کے دار العلوم نے چند اچھے فاضل پیدا کئے۔ علامہ سید سلیمان

www.abulhasanalinadwi.org

ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا عبدالباری ندوی، اس کے بعد پھر کوئی نہیں نکلا اور کسی میں کوئی استعداد پیدا نہیں ہوئی، تو سب سے پہلے میں اس کا دامن پکڑنے کو تیار ہوں، ندوۃ العلماء کے ذمہ دار، ندوۃ العلماء کے کارکن اور اس سے نسبت رکھنے والے دامن پکڑنے کو تیار ہیں، آپ سے کہا جائے گا کہ پہلے آپ اس کا ثبوت دیجئے کہ آپ اس ادارہ کی تاریخ سے کہاں تک واقف ہیں، اس کے فضلا سے آپ کہاں تک آشنا ہیں، ان کے کارناموں سے آپ کہاں تک واقف ہیں، اسی طریقہ سے میں نے مختلف مدرسوں مختلف کارخانوں کا نام لیا، اصغر علی محمد علی ہندوستان میں عطر سازی کا شہرۂ آفاق کارخانہ تھا، دور دور اس کی شہرت تھی، اگر کہا جاتا، ہاں صاحب! شروع میں دو چار مہینے ان کے یہاں اچھی عطر کی شیشیاں تیار ہوئی تھیں، اس کے بعد یہ بھی معلوم نہیں دیتا تھا کہ شیشی میں عطر ہے، پانی ہے، یا تیل ہے، تو کارخانہ کے مالکان کو حق ہے کہ اس کے خلاف کاروائی کریں۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کے سب سے بڑے پیغمبر سید المرسلین خاتم النبیین سید اولین والآخرین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں معاذ اللہ یہ کہا جائے کہ براہ راست جن لوگوں نے آپ کی زیارت کی، جو لوگ آپؐ کے دامن تربیت سے وابستہ تھے، جو آغوش نبوت میں پلے تھے، جنہوں نے آپؐ کے سایۂ عاطفت میں زندگی گذاری اور جن پر آپؐ کی تربیت کے معجزانہ اثرات پڑے تھے، جن کو دنیا میں نمونہ بننا تھا، ان میں دو ایک، یا تین چار آدمی بس دین پر قائم رہے، عہد پر قائم رہے، بقیہ سب دین سے نکل گئے تو اس سے بڑھ کر حضور ﷺ کے بارے میں کوئی توہین آمیز بات اور اس سے بڑھ کر آپؐ کے مقام نبوت اور آپ کی شان رسالت کی بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ان انعامات کی جو آپ

www.abulhasanalinadwi.org

کے ساتھ مخصوص تھے ناقدری نہیں ہو سکتی۔

ایک بات تو یہ ہے کہ یہ عقیدت اور اعتماد آپ اپنے اندر لے کر جائیں کہ صحابہ کرامؓ نسل انسانی میں اور یہ میں تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے کہ رہا ہوں اور کسی چیز کا دعویٰ کروں یا نہ کروں یہ کوئی ایسا دعویٰ نہیں ہے کہ جس میں معذرت کی ضرورت ہو کہ میں تاریخ کی کتابوں کا کیڑا ہوں، تاریخ کا مطالعہ، کرنے والوں اور تاریخی موضوعات پر لکھنے والوں کی اس عہد میں اگر اس کی کوئی فہرست بنائی جائے تو اس فہرست کے آخر میں میرا نام آنا چاہئے، میں تاریخی بصیرت، تاریخی مطالعہ کی روشنی میں بہ بانگ دہل کہتا ہوں کہ خلق آدم سے لے کر تا قیام قیامت انبیائے کرام علیہم السلام کے گروہ کو چھوڑ کر کمالات انسانی کے لحاظ سے، فیض انسانی کے لحاظ سے، مکارم اخلاق کے لحاظ سے، تقدس کے لحاظ سے، پاکیزگی کے لحاض سے، بے غرضی کے لحاظ سے، اور رحمت وبرکت کے لحاظ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر پوری نوع انسانی میں کوئی پیدا نہیں ہوا، اور یہی ہونا چاہئے تھا، یہ بالکل منطقی اور طبعی بات ہے، اگر کسی کسی کو مانتے ہیں اور اس کے اندر کوئی اثر تسلیم کرتے ہیں خواہ وہ کسی درجہ، کسی نوع کا ہو، زندگی کے شعبوں میں سے کوئی شعبہ ہو، اس کو لے لیجئے، سیاست کو لے لیجئے، تعلیم کو لے لیجئے، قانون کو لے لیجئے، معالجہ کو لے لیجئے، تصنیف و تالیف کو لے لیجئے، شاعری کو لے لیجئے، ادویات کو لے لیجئے، اگر آپ اس میں کسی کا کوئی امتیاز مانتے ہیں تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ وہ متعدی ہے، وہ زبان ہی کیا جو سمجھی نہ جائے، وہ چراغ ہی کیا جس کی روشنی نہ پھیلے، وہ خوشبو کیا جس کا سونگھنے والے کو لطف نہ آئے، وہ آفتاب کیا جس کی دھوپ نہ ہو، روشنی نہ ہو، وہ چاند کیا جس کی چاندنی نہ ہو، وہ بارش کیا جس سے

www.abulhasanalinadwi.org

تراوٹ اور آبیاری نہ ہو، جس سے فصلیں پیدا نہ ہوں، جس سے باغات سرسبز وشاداب نہ ہوں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے امام شعبی کا ایک بلیغ ارشاد نقل کیا ہے کہ یہودیوں سے پوچھا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سب سے بہتر لوگ کون ہوئے؟ انہوںؒ نے کہا کہ جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کے دامن تربیت میں پرورش پائی، جنہوں نے ان کو دیکھا اور ان کو ان کی صحبت ملی وہ سب سے بہتر انسان تھے، عیسائیوں سے پوچھا گیا کہ ملت عیسوی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں میں سب سے بہتر لوگ کون ہیں؟ انہوں نے کہا حضرت عیسیٰؑ کے حواری، شیعوں سے پوچھا گیا کہ اس امت میں (امت محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) سب سے بدترین لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے ان کا نام لیا جو اولین اور اہم ترین صحابۂ رسول تھے، خلفائے راشدین (حضرت علیؓ کو مستثنیٰ کر کے) عشرہ مبشرہ اور جلیل القدر صحابہؓ،

یہ ایک تضاد ہے، ایک پہیلی ہے جو بوجھنے والی نہیں ہے کہ سب پیغمبروں کے سب سے بہتر لوگ تو وہ تھے جو ان کے دامن تربیت میں پلے بڑھے اور جنہوں نے ایک بار زیارت کر لی کچھ سے کچھ ہو گئے، تحت الثریٰ سے ثریا تک پہونچ گئے، چہ جائیکہ وہ لوگ جنہوں نے برسوں پیغمبر کی صحبت پائی، اور براہ راست ان کے فیض یافتہ تھے، تو یہودیوں کا جواب ٹھیک تھا، مسیحیوں کا جواب ٹھیک تھا، ان کے شایان شان تھا، پیغمبر پر ایمان رکھنے والی امت کو یہی کہنا چاہئے تھا، لیکن ہمارے ان بھائیوں اور ہم وطنوں کو جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کا یہ جواب عجیب وغریب ہے، یہ ایک پہیلی ہے، جو بجھائی نہیں جا سکتی، آج بھی پوچھنے والے کو یہ

جواب مل سکتا ہے خدا اس کی نوبت نہ لائے، کسی کو پوچھنے کی ضرورت پیش نہ ہو، لیکن وہ گویا زبان حال سے، اپنے طرز عمل سے یہ کہتے ہیں، ان کی تصنیفات اس بات کا اظہار کرتی ہیں کہ امت محمدی ﷺ میں سب سے زیادہ ناقبل اعتبار بہت ہی کچے اور خام لوگ یہی تھے، جو اپنے نبی ﷺ کی آنکھ بند ہوتے ہی دین سے نکل گئے، جو اشخاص آپؐ کی صحبت میں رہے، آغوش نبوت میں تربیت پائی، جن کی ہر وقت نگرانی ہوتی تھی، جو آپ کو دیکھ کر نماز پڑھتے تھے، آپ ﷺ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا جو کلام آتا تھا وہ براہ راست آپ ﷺ کی زبان مبارک سے سنتے تھے اور پھر اس کی تشریح بھی سنتے تھے اور اس پر عمل ہوتے بھی دیکھتے تھے، اور جن کے اخلاق اعمال وکردار اور ہر چیز کی نگرانی ہوتی تھی، نگاہ نبوت خود ان چیزوں کا جائزہ لیتی تھی، وہی سب سے ناکام نکلے، خام نکلے، یہ ایک تضاد ہے، ایک شخص کا تضاد نہیں ہے، دینی امتوں کو سامنے رکھئے اس کا ایک تضاد ہے، دوسرے انبیا کے ماننے والے یہ کہیں، حضورؐ کے ماننے والے یہ کہیں.

مجھے یورپ وامریکہ جانے کا اتفاق ہوتا ہے، کئی بار میں نے کہا کہ اسلامک سنٹر واشنگٹن ڈی سی میں یا لندن کے ہائیڈ پارک میں اگر اسلام کی دعوت دی جارہی ہو اور بڑی سحر انگیز تقریر کی جارہی ہو، لوگ مست ہو رہے ہوں اور ایک جادو سا معلوم ہو رہا ہو، اور قریب ہو کہ لوگ اسلام لے آئیں، اسلام کا اعلان کر دیں، ”

ہمیں توبہ کرائیے، اسلام میں داخل کیجئے، اچانک ایک شخص کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے، ٹھیک ہے آپ نے بہت اچھی بات کہی، لیکن آپ ہم سے کیا امید رکھتے ہیں آپ کو ہم پر امید رکھنے کا حق کیا ہے، اگر آج ہم اسلام لے آئیں تو اسلام پر قائم بھی رہیں گے؟ جو لوگ براہ راست اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول حضرت

www.abulhasanalinadwi.org

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام لائے، اور مشرف بہ اسلام ہوئے، اور آپ کے سایہ میں تربیت پائی، ایک دن نہیں، دو دن نہیں، چند مہینے نہیں، چند سال نہیں، تیرہ سال مکہ معظمہ کے اور دس سال مدینہ منورہ کے گزارے، وہ آپؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی اسلام سے نکل گئے، صرف دو چار، سات آدمی رہ گئے، تو آپ ہم سے کیا امید رکھتے ہیں؟ اور آپ اپنے کو کیا سمجھتے ہیں؟ کہ آپ کا مقام پیغمبر خدا سے بلند ہے، ہم آپ کے ہاتھ پر اسلام لائیں تو اسلام پر قائم رہیں گے اور اسلامی تعلیمات پر عمل کریں گے؟ ہم نے کہا اس کا کوئی جواب نہیں، دنیا کے بڑے بڑے ذکی اور بڑے سے بڑے حاضر جواب کے پاس بھی اس کا جواب نہیں، یہ کیا تضاد ہے، ایک طرف تو آپ یہ کہتے ہیں کہ نبی کے ہاتھ پر براہ راست اسلام لانے والے وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لقد رضي الله عن المو منين اذ يبا يعونك تحت الشجرة فعلم ما في قلو بهم فا نزل السكينة عليهم ﴿فتح ۱۸﴾ (اے پیغمبر) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو خدا ان سے خوش ہوا اور جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کر لیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی دوسری طرف انہوں نے نبیؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی اسلام کو خیرباد کہہ دیا، ایں چہ بوالعجبیست!

دوسری بات یہ کہنی ہے کہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جہاں اور دوسری خصوصیات سنیں، اس خصوصیت کو بھی آپ ذہن نشین کر لیں، دماغ میں بٹھائیں، یہاں سے لیکر جائیں کہ وہ دین کے پورے متبع تھے، وہ دین کے سانچے میں ڈھل گئے تھے، ان کے عقائد، ان کی عبادات، ان کے معاملات، ان کے اخلا

www.abulhasanalinadwi.org

ان کے رسومات ان کی تقریبات، ان کی فتوحات، ان کی حکومت ونظام سلطنت، سب چیزیں اور زندگی کے سب شعبے شریعت کے مطابق تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ خواجہ الطاف حسین حالیؔ کے درجات بلند فرمائے، کیا بات کہی ہے انہوں نے، ؎

رہ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ ان کی　　فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی　　شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی
جہاں کردیا نرم نرما گئے وہ !
جہاں کردیا گرم گرما گئے وہ !

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف عقائد وعبادت میں مسلمان نہیں تھے، معاملات اور اخلاق میں بھی مسلمان تھے، رسوم اور زندگی کے جو فطری تقاضے اور فطری ضرورتیں ہیں ان میں بھی تھیں، ہم مسلمانوں کا حال کیا ہے، کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو عقائد میں دین کے پابند ہیں، الحمدللہ توحید کے بارے میں ان کا ذہن صاف ہے، رسالت کے بارے میں، معاد کے بارے میں اور جو بنیادی عقائد ہیں لیکن عبادات میں کچے ہیں، اور بہت سے وہ ہیں جو عقائد وعبادات میں تو پختہ ہیں، عقائد بھی صحیح، عبادات کے بھی پابند، لیکن معاملات اور اخلاق کو نہ پوچھئے، معاملات اور اخلاق میں سخت ناقابل اعتبار، کسی سے معاملہ پڑے گا تو خیانت سے نہ چوکیں گے، معاملہ پڑے، تو ''تطفیف'' (تطفیف کیل) سے کام لیں گے، ناپ تول میں کمی کریں گے، تجارت کریں گے اور اس مشارکت ہوگی تو اس میں ناانصافی اور خیانت کے مرتکب ہوں گے، کسی کا پڑوس ہوگا تو ان سے اذیت پہونچے گی، حدیث میں آتا ہے :۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده،، "(مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (، کی اذیت) سے مسلمان محفوظ و مطمئن رہیں،،

لا یئومن احدکم حتیٰ یا من جا رہ بوائقہ،، تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا پڑوسی اس کی اذیت سے، اس کی گزند سے محفوظ نہ ہو جائے،،۔

تو ایک طبقہ ایسا ہے کہ نہ پوچھئے، اس نے معاملات و اخلاق کو بالکل دین سے خارج کر رکھا ہے کہ بس عقائد و عبادات ہی ضروری ہیں، باقی اخلاق و معاملات میں بسا اوقات غیر مسلموں سے بھی گئے گزرے ہوتے ہیں، نہ معاملہ کی صفائی، نہ وعدہ کی پابندی نہ امانت کا خیال، نہ انصاف کے ساتھ تقسیم، کوئی چیز نہیں، حقوق العباد نہیں اہل قرابت و اہل حقوق کے بارے میں بالکل آزاد ہیں جن لوگوں کے ساتھ ان کا معاملہ پڑتا ہے ان کے ساتھ بالکل آزاد، تجارت میں بھی، زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی من مانی کاروائی کرتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال ایسا نہیں تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقائد سے لے کر اخلاق و معاملات تک بالکل ترازو کی طرح جو کسی کی رعایت نہیں کرتی، کسی کو ترجیح نہیں دیتی، وہ سب میزان عدل تھے، وہ سب معیار حق تھے، ان کی کوئی چیز شریعت کے راستہ سے ہٹی ہوئی نہیں تھی، ان کا کوئی عمل شریعت کے راستہ سے ہٹا ہوا نہیں تھا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۳ سال مکہ معظمہ میں رہے اور دس سال مدینہ منورہ کو منور فرمایا، لیکن اس کثرت سے مسلمان اسلام میں داخل نہیں ہوئے جتنے صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان دو سال کے عرصہ میں،

امام زہریؒ جو سید التابعین ہیں، سیکڑوں ہزاروں حدیثیں ان سے مروی ہوں گی وہ فرماتے ہیں کہ :۔ صلح حدیبیہ سے لیکر فتح مکہ تک جو دو سال کا عرصہ ہے اس میں جس کثرت سے مسلمان ہوئے ہیں اتنی تعداد میں بیس سال میں مشرکین اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔

وجہ کیا تھی ؟ وہ دیوار (جنگ اور خوف) کی جو صلح حدیبیہ سے پہلے حائل تھی، ہٹ گئی، صلح و امان ہونے کی وجہ سے آنے جانے کا راستہ صاف ہوا، اور کوئی خطرہ نہیں رہ گیا، کیونکہ صلح ہو گئی تھی اور عہد ہو گیا تھا کوئی مسلم غیر مسلم پر حملہ آور نہ ہو گا، اب وہ عزیز یاد آئے، اور عزیز اپنے عزیز سے ملنے مدینہ طیبہ آنے لگے، ماموں بھانجوں سے ملنے آرہے تھے، بھانجے ماموں سے، چچا بھتیجوں سے، بھتیجے چچا سے، ملنے آرہے ہیں، بھوئی اور آپس کے جو رشتہ دار ہیں وہ ایک دوسرے سے ملنے آرہے ہیں، پہلے جو آپس کے رشتہ دار ملنے کو ترس گئے تھے، خون کا رشتہ تھا، قرابتیں تھیں، مگر مدینہ جانا خطرہ سے خالی نہ تھا، اب یہ ڈر نہیں رہا وہ باطمینان مدینہ آئے، انہوں نے یہاں دیکھا کہ دنیا ہی بدلی ہوئی ہے، نہ یہاں جھوٹ ہے نہ گالی گلوج نہ غصہ آتا ہے، نہ یہاں ناپ تول میں کمی، نہ یہاں کسی کی حق تلفی ہوتی ہے نہ دنیا طلبی ہے، نہ دنیا پرستی، اللہ کے علاوہ نہ یہاں کسی کا خوف ہے، نہ یہاں کسی کی لالچ ہے، دنیا بدلی ہوئی ہے، انہوں نے دیکھا کہ بچوں کو سلا کر ان کے سامنے کھانا رکھ دیا جاتا ہے، ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے جس کی طرف قرآن شریف کا اشارہ ہے :۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔،،

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں مہمان آئے، یہ کاشانۂ نبوت تھا، دوسروں کو کھلانا اور خود فاقہ سے رہنا، آپؐ نے پوچھا کوئی ہے جو ان مہمانوں کو اپنے گھر لے جائے اور کھانا کھلائے، حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کیا اور گھر لے گئے، ان کی اہلیہ صاحبہ نے کہا مہمانوں کو لے تو آئے ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ پر رحم کرے، یہاں تو کھانے کو اتنا ہے کہ بچے کھالیں، انصاری صحابی (رضی اللہ عنہ) نے کہا، پہلے تو بچوں کو سلا دینا اور کھانا لے جا کر رکھ دینا، چراغ جل رہا ہو گا، اس کو کسی بہانہ سے ہاتھ لگانا کہ بجھ جائے پھر ہم اپنا کام کرلیں گے، یہی ہوا کہ اس اندھیرے میں حضرت ابو طلحہؓ ہاتھ بڑھاتے رہے اور خالی ہاتھ منہ تک لاتے رہے، مہمانوں نے کھالیا اور حضرت ابو طلحہ بھوکے رہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر وہ آیت نازل فرمائی جو میں نے پڑھی،

حضرات!

قرآن مجید کی آیت ہے :۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِيْ السِّلْمِ كَافَّةً. ﴿بقره ۲۰۸﴾

اے ایمان والو! اسلام میں صلح میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

ریزرویشن کے ساتھ نہیں کہ اتنا دھڑ ہم آگے کرتے ہیں مسجد میں، اور اتنا پیچھے رہے گا، ہاتھ بڑھاتے ہیں دایاں، بایاں پیچھے رہے گا، یہ نہیں، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے، اللہ جل شانہ مطالبہ کرتا ہے، اسلام مطالبہ کرتا ہے کہ پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، میں صفائی سے کہتا ہوں اور اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ صاف کہوں کہ ہم مسلمانوں کی معاشرت، ہم مسلمانوں کے شادی بیاہ کے طریقے، ہم مسلمانوں کے وراثت کے طریقے، ہم مسلمانوں کے معاملات شریعت سے دور ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

اور بہت دور ہیں، اس میں ہم بالکل آزاد ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کیا تھی؟ میں ایک واقعہ سناتا ہوں، آپ کے یہاں شادی کس دھوم دھڑا کے کے ساتھ ہوتی ہے، ہمیں بھی لوگ یاد کرتے ہیں، نیوتے جو آتے ہیں انہیں دیکھ لیجئے اسی میں سیکڑوں اور بسا اوقات ہزاروں ہزار روپے خرچ ہوتے ہوں گے، اور اب تو انگریزی میں آنے لگے ہیں، بڑے شاندار، لوگ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ہم نے کہاں سے سیکھا؟ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نسبت کا دعوا کرتے ہیں، ان کے لئے مجلسیں منعقد کرتے ہیں، ان کے مناقب وفضائل سناتے ہیں، ان کے لئے لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں، لیکن ہم ان کی اقتدا نہیں کرتے ہمارا معاشرہ، ہماری سماجی زندگی، ہمارے شادی بیاہ، ہماری تقریبات، ہمارا عائلی قانون (Persanal law) بالکل آزاد ہے۔

دیکھئے! حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ایک مرتبہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے ہیں، میں بتادوں آپ کو، مدینہ طیبہ میں اس وقت مردم شماری ہوئی تھی، گنتی ہوئی تھی تو اس وقت مدینہ طیبہ میں دو ڈھائی ہزار مسلمان تھے، اور شروع کا واقعہ ہے (ہجرت کے وقت کا) ۱۰۔۱۲ سو مسلمان ہوں گے تو قاعدہ ہے کہ جب ایک جگہ کے آدمی کہیں جاتے ہیں تو بالعموم ایک ساتھ رہتے ہیں، ہندوستان سے جو لوگ پاکستان گئے وہ زیادہ تر کراچی میں رہے اور اکثر ایک محلّہ میں رہے یا لاہور میں رہے تو زیادہ تر ایک محلّہ میں رہے، وہ مرتبہ کو پہچانتے ہیں، مقام کو پہچانتے ہیں کہ کس حیثیت کا آدمی ہے اور تھا، مہاجرین کے بارے میں یقین ہے سب قریب قریب ٹھہرے ہوئے تھے، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ آپ حضرت ﷺ کی خدمت میں آتے

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص طور سے محسوس ہوا کہ آج خوشبو بہت لگی ہوئی ہے عطر لگا کے آئے ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا عبدالرحمٰن خیریت ہے، کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے شادی کی ہے، نکاح کیا ہے، آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لفظ نہیں فرمایا، میں حدیث کا طالب علم ہوں، حدیث کے دفتر میں ایک ایک چیز، حرکات و سکنات سب محفوظ ہیں، اس حدیث کے ذخیرہ میں کہیں یہ نہیں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لفظ بھی شکوہ کا فرمایا ہو، عبدالرحمٰن یہ بے مروتی، اتنی جلدی بھول گئے، شادی کے موقعہ پر ہمیں یاد بھی نہیں کیا؟

اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ یہ مہاجرین آپس میں بہت قریب تھے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی قبیلۂ قریش کے فرد تھے اور معلوم نہیں کتنے رشتے رہے ہوں گے، آپؐ نے ایک حرف بھی نہیں کہا، عبدالرحمٰن اتنی جلدی بھول گئے یہاں فاصلہ ہی کیا تھا، ہمیں خبر بھی نہیں کی، اور پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہو، کسی شہر اور بستی میں کون گیا سے گیا گزرا مسلمان ہے، نبی تو نبی ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے بعد آخری درجہ کی چیز، کوئی بزرگ ہو تو چاہیں گے کہ وہ ضرور نکاح پڑھائے، نکاح نہ پڑھائے تو نکاح کی مجلس ہی میں شریک ہو، ان کے قدم ہی ہمارے یہاں آجائیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا بھی نہیں، فرماتے کہ میں یہاں موجود تھا تم نے بلا بھی نہیں لیا، مجھے دعوت بھی نہیں دی، مجھے اطلاع نہیں دی۔

لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو جو تربیت حاصل ہوئی تھی اس کا تقاضا تھا کہ ایسے کاموں کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

لینا چاہئے اتنی دیر میں معلوم نہیں کتنے لوگ مشرف بہ اسلام ہوں گے، کتنے لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے، اور آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا کر تکلیف دوں اور کتنوں کو محروم کروں۔

آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف یہ فرمایا: "اولم ولو بشاۃ" (دیکھو ولیمہ ضرور کرنا چاہیے ایک بکری ہی کیوں نہ ہو) یہ بھی نہیں فرمایا کہ ہمیں بلانا، یہ کیا فرماتے، یہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے کی بات ہی نہیں تھی، جو بات شکا یت کرنے کی تھی وہ تو کی نہیں۔

آج لکھنو جو اتنا بڑا شہر ہے، شہر کے اس حصہ پر بالکل آخری کنارہ پر کوئی شادی ہو، تو اس کنارہ کے آدمی کو اور اب تو ہمارے پاس پاکستان سے نیوتے آتے ہیں اور یہاں کے وہاں جاتے ہیں اور دوسرے شہروں سے آتے ہیں، نہ بلایا جائے تو شکایت کرتے ہیں، ایسی بے مروتی! بالکل ہمیں بھول گئے تم، فہرست ہی میں نہیں تھے تمہاری۔

یہ تھی زندگی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی، یہ زندگی ہم نے چھوڑدی، میں یہ کہنا چاہتا ہوں آپ سے کہ صحابہ کرامؓ کی محبت کا، عقیدت کا اور ان کے تذکرہ کا، ان کے نام لینے کا، انکی طرف نسبت کرنے کا حق ہے کہ آپ ان کی پوری زندگی اپنے لئے نمونہ بنائیں، یہ نہیں کہ صرف ان کی حمایت میں جوش میں آجائیں، اور مدح صحابہؓ کا جلوس نکالیں، ان کے نام پر بڑے بڑے جلسہ کریں، لیکن عمل کا جہاں تعلق ہے، زندگی کا تعلق ہے، وہ بالکل اس سے علیحدہ، شادی بالکل اپنے طرز پر اور اس سے بڑھ کر جہیز کی لعنت، یہ جہیز کے مطالبے اور اس پر بے گناہ عورتوں کو بیاہی ہوئی دلہنوں کو ماڈالنا، معاف کیجئے

www.abulhasanalinadwi.org

گا میں اخبار پڑھتا ہوں، مسلمانوں کے واقعات آتے ہیں تو لرز جاتا ہوں اللہ اپنے عذاب اور غضب سے بچائے، محض پیسے کی محبت میں کہ تم اسکوٹر لیکر نہیں آئیں، تم موٹر لیکر نہیں آئیں، تم فلاں چیز لیکر نہیں آئیں، بہت کم زیور لے کر آئیں۔

چند ہفتے پہلے "قومی آواز" میں لکھنؤ کا واقعہ چھپا تھا، آپ کے کسی قریبی محلہ کا اور دوسرے شہروں کا تو چھپتا ہی رہتا ہے، ہماری ہمسایہ قوم کو تو پوچھئے نہیں کہ بس اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو اور ہم سب کو ہدایت دے، ان کے پیشواؤں کو یہ سمجھ دے کہ مسلمانوں کو نصیحت کرنے کے بجائے اور رام جنم بھومی کے لئے جان دینے کے بجائے اپنے فرقہ کے آدمیوں کو بتائیں، اپنے فرقہ کو دولت کی پرستش (پوجا) سے نکالیں، ہمارے یہاں بھی ایسے واقعات پیش آتے ہیں وہ چیزیں جن کا اس سے پہلے تصور بھی نہ تھا وہ پیش آرہے ہیں، یہ سب پیسے کی بدولت اور اس سے حد سے بڑھی ہوئی محبت کا نتیجہ ہے، حدیث شریف میں آتا ہے " حب الدنیا رأس کل خطیئة"(دنیا کی محبت ہر گناہ ہر عیب کی جڑ ہے) آپ نے بالکل اس مرض پر انگلی رکھ دی،

سامعین کرام! یہاں کا تحفہ، یہاں کا حق اور یہاں کا تقاضہ ہے، آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عقیدت کو اپنے دل میں جاگزیں کرلیں، اور یہ سمجھیں کہ پوری آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد کوئی ان کے درجہ کا نہیں ہو سکتا اور نہ ہوا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ان کی اقتدا کرنے کی کوشش کریں ساری چیزوں میں، عقائد و عبادات میں، اخلاق و معاشرت میں، معاملات و تعلقات میں زندگی بھی ویسے ہی سادہ ہو، ویسے ہی

ہمسایوں کا حق پہچانیں، قرآن کریم، حدیث شریف اور اسلامی تعلیمات پر عمو
می طریقہ پر عمل کریں، کسی صحابی کے یہاں کبھی کوئی چیز تیار ہوتی تو اسے
قریب کے گھر میں بھیجا جاتا، وہ گھر اپنے قریبی گھر میں بھیجتا، آخر میں وہ تحفہ
اسی کے گھر میں آجاتا جہاں سے چلا تھا، اس سے بڑھ کر کیا کہ میدان جنگ میں با
لکل جاں بلب پڑے ہوئے ہیں، بھائی اپنے سسکتے ہوئے بھائی کے لئے پانی لاتا
ہے کہ گرمی کا زمانہ ہے، گرم ملک ہے جس کی فضا بھی گرم، ان کی خدمت میں پیالہ
پیش کیا ہے، وہ کہتے ہیں میں نے ابھی ایک آواز سنی ہے اپنے بھائی کی انکو دو،
ان کے پاس لے جایا جاتا ہے وہ کہتے ہیں میں نے ابھی آواز سنی ہے اپنے پاس کے
ایک زخمی کی، ان کو دو، پھر ان کے پاس آتا ہے وہ اشارہ کرتے رہے تو جب ان
کے پاس آتا ہے تو وہ دم توڑ چکے پھر واپس جب دوسرے کے پاس آتا ہے تو وہ
بھی دم توڑ چکے ہوتے ہیں اور پانی کسی کے حصہ میں نہیں آتا۔

یہ ساری چیزیں ہمارے لئے قابل تقلید ہیں، بلکہ واجب التقلید ہیں،
کم سے کم زندگی کو سادہ بنایئے، یہ شادی بیاہ کی رسمیں جو ہم نے اپنے غیر مسلم
ہم وطنوں سے ہندوستان میں آکر سیکھی ہیں وہ واپس کیجئے اور اسلامی معاشرت
اختیار کیجئے، اسراف سے بچئے، دھوم دھام سے بچئے اور شان و شوکت اور تعریف
سے، کہ کیسے دھوم سے شادی ہوئی ہے، کیسے دھوم سے ولیمہ ہوا ہے، کیسا جہیز
ملا ہے، ان سب چیزوں سے اسی طریقہ سے آپ اپنی افادیت ثابت کیجئے، اپنا
امتیاز ثابت کیجئے، ملے جلے محلہ میں، مشترک محلہ میں ہمارے غیر مسلم بھائی پہچا
نیں، انگلی اٹھائیں، یہ ہمارے مسلم بھائی ہیں، کم سے کم ایک محلہ میں ایک
مسلمان ہو اور سب کو اطمینان ہو، اس محلہ میں آفت نہیں آئے گی ،

www.abulhasanalinadwi.org

یہاں بلا نہیں آئے گی، یہاں کوئی چوری کی ہمت نہیں کرے گا، وہ اپنی عورتوں اور بچوں کے بارے میں، وہ اپنے مال ودولت اپنی پونجی کے بارے میں، وہ اپنی عزت کے بارے میں مطمئن ہوں کہ یہاں مسلمان رہتا ہے یہ ہمیں ہندوستان میں نمونہ دکھانا چاہئے تب جاکر یہاں اسلام پھیلے گا، آپ کو وہ مقام ملے گا، آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور آپ کی وجہ سے لوگوں میں اسلام کے بارے میں اچھا خیال اور اچھا تصور پیدا ہوگا،

میں آپ کو یہ پیغام دے کر جارہا ہوں اور یہ امانت آپ کے سپرد کررہا ہوں اور آپ کے ذمہ گویا ایک ذمے داری سپرد کرکے جارہا ہوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لینے کا تقاضہ اور اس کا حق ہے، کیا معلوم کہ کہیں ہمارے بزرگ اور اسلاف کرام قیامت کے دن ہمارا دامن نہ پکڑیں کہ تم نام ہمارا لیتے تھے اور کام دوسرے طرح کے کرتے تھے، تمہاری شادیاں کس طرح ہوتی تھیں، تمہارے گھر کی زندگی کیسی تھی، تم حقوق العباد کا کتنا خیال رکھتے تھے، تم کس قدر امانت دار تھے، تم کس درجہ خوش معاملہ تھے، تم کس درجہ شیریں زبان تھے، تم کس درجہ بلند اخلاق تھے؟ یہ ان کو پوچھنے کا حق ہوگا، خدا کرے اس کی نوبت نہ آئے، ہمیں اور آپ کو اور سب کو اپنی اصلاح کرنی چاہئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہئے، وہ ہے تو بہت اونچا مقام لیکن جس درجہ ہوسکے ان کو اپنے لئے نمونہ بنانا چاہئے اور پوری زندگی اس سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہئے،

عقائد وعبادات، اخلاق ومعاملات، سیرت، معاشرہ، عائلی قانون، گھر والوں کے ساتھ تعلقات، پڑوسیوں کے حقوق، شہر میں رہنے کا طریقہ،

www.abulhasanalinadwi.org

شہری زندگی، شہری زندگی گزارنے کا طریقہ، اور ملک کے ساتھ تعلق، یہ ساری چیزیں ہمیں اسلام کی تعلیمات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نمونے کے مطابق کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اللہ جل شانہ ہمیں آپ کو اس کی توفیق دے، آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن.

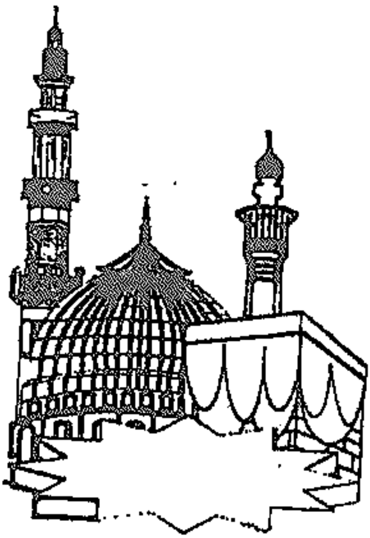

www.abulhasanalinadwi.org

علم کا رشتہ رب کے نام سے جوڑنا ضروری ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی
حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۷ ار جون
کو ٹاؤن لکوریا بنگلور میں جامعہ اسلامیہ
دارارقم کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے درد
بھرے لہجے میں یہ پُر اثر تقریر فرمائی۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم کا رشتہ رب کے نام سے جوڑنا ضروری ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمد و لہ وصحبہٖ اجمعین ومن تبعھم باحسان إلیٰ یوم الدین امابعد!

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم
اِقرأبِاِسمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَق خَلَقَ الاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأ وَرَبُّکَ الأَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالقَلَمِ عَلَّم الاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمُ

میرے بھائیواور دوستو!

میں نے اس مدرسہ کی مناسبت سے آپ کے سامنے یہ آیتیں پڑھی ہیں، بڑے سوچنے کی بات ہے کہ جب کوئی چیز سامنے سے باربار گذرتی رہتی ہے خواہ وہ کوئی عمارت ہو، کوئی درخت ہو، خواہ کوئی تختہ آویزاں ہو، یا کوئی چیز بھی ہو، آدمی توجہ نہیں کرتا، گذر جاتا ہے، اس میں سوچنے کی بات ہے کہ پانچ سو برس کے بعد تقریباً آسمان کا رشتہ وحی کے ذریعہ سے پیغام ربانی کے ذریعہ سے، اور ایک نئے دین کی شکل میں زمین سے قائم ہورہا ہے اور حضرت مسیح سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

www.abulhasanalinadwi.org

کو زمین سے آسمان پر گئے ہوئے پانچ سو برس سے زائد گذر گئے ہیں، اب اس کے بعد انسانیت کو اللہ کی طرف سے ایک نیا پیغام مل رہا ہے اگر اس وقت کے بڑے بڑے دانشوروں سے، بڑے بڑے انٹلکچول (INTILACTUAL) اور بڑے بڑے اہل دماغ سے پوچھا جاتا کہ یہ بتائیے کہ آسمان سے اہل زمین کے نام نیا پیغام آنے والا ہے۔ اس میں کیا کہا جائے گا۔ تو لوگ کہتے کہ عقائد کی بات ہوگی، ایمانیات کی بات ہوگی، عبادات کی بات ہوگی، اس میں باہمی تعلقات کی بات ہوگی لیکن کسی کا ذہن اس طرف نہ جاتا کہ ایک ایسے ملک میں جہاں قلم ڈھونڈنے سے ملتا، میں ایک عربی زبان کے طالب علم اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والے کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ اگر مکہ معظمہ میں ڈھونڈا جاتا تو اس وقت شاید تین چار قلم سے زیادہ نہ دیکھنے کو ملتے اور یہ قوم جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آخری زمانہ تک کے لئے ساری دنیا کے لئے وہ قوم ان پڑھ کے نام سے ILLITRATE کے نام سے مشہور تھی چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ یہودی کہا کرتے تھے "لیس علینا فی الأمّیین سبیل" ان عربوں کے ساتھ جو معاملہ کرو، مارو، پیٹو، جو چیزیں چھین لو کوئی گناہ نہیں، کوئی پکڑ نہیں، یہ سب ان پڑھ ہیں یہ جانوروں کی طرح ہیں، کوئی بیل کو مارے، کوئی بکری کو ہانک لے جائے، یا اس کو کوئی تکلیف پہنچائے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ اور خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ھو الذی بعث فی الأمّیین رسولاً منھم" وہ جس نے ان پڑھوں میں اپنا ایک رسول ﷺ بھیجا اور ایک ان پڑھ قوم سے کیا کہا جائے گا، کیا کیا لوگ سوچتے، اور کیا کیا کہتے، پہیلیاں بجھاتے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو شروع کیا اِقرأ کے لفظ سے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس امت کا دامن علم سے قیامت تک کے لئے باندھ دیا گیا ہے۔ اس امت کی قسمت علم سے وابستہ کی گئی

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، اور کبھی اس علم سے اس کا رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا، کوئی ملک ہو، کوئی زمانہ ہو، کوئی تہذیب ہو، کوئی فتح ہو، لیکن یہ امت جہاں بھی ہے، مسلمان جہاں بھی رہتے ہیں، ان کو پڑھنے کی ضرورت ہے، اپنے بچوں کو پڑھانے کی ضرورت ہے، مدرسوں کو قائم کرنے کی ضرورت ہے، چنانچہ یہی ہوا کہ اس امت نے علم کی ایسی خدمت کی ہے اور ایسے کتب خانے تیار کر دیئے ہیں کہ ایک بڑی تعداد میں اور ایک بڑی مقدار میں موجود ہیں اور دنیا کے اندر خود مغربی مؤرخین نے اعتراف کیا ہے کہ اس قسم کے مدارس کا سلسلہ کبھی کسی قوم میں نہیں رہا اور ایسی کتابوں کا ذخیرہ بھی کوئی قوم نہیں پیش کر سکتی ہے پہلی وحی ربّانی جو نازل ہوئی اس میں کہا گیا کہ "إقرأ باسم ربّك" پڑھو، خطاب کس کو ہے، خود نبی امی کو جو خود پڑھے ہوئے نہیں ہیں، (إقرأ) پروردگار کے نام سے پڑھیئے جس نے پیدا کیا اس وقت موقع نہیں ہے ورنہ میں تاریخ کے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے بتاتا کہ دنیا میں فساد اس وقت سے آیا جب سے علم کا رشتہ اسم سے ٹوٹ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے علم اور اسم کو جوڑ دیا ہے لہٰذا علم کو بسم اللہ سے شروع ہونا چاہئے، یعنی علم کو، کتاب کو، مدرسہ کی تعلیم کو، بسم اللہ سے شروع ہونا چاہیئے۔ اور اسوقت سے دنیا میں علم بجائے فائدہ پہونچانے کے نقصان پہونچا رہا ہے۔ جب سے اس کا رشتہ اللہ کے نام سے ٹوٹ گیا اور دوسری چیزوں کے ساتھ جوڑ دیا گیا۔ طاقت کے ساتھ، ، سیاست کے ساتھ، شہرت کے ساتھ، دولت کے ساتھ، عزت کے ساتھ، ناموری کے ساتھ، اس وقت سے علم میں برکت نہیں رہی، تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبیؐ سے فرماتا ہے کہ اے محمد رسول اللہ ﷺ پڑھیئے، لیکن اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھیئے۔ اگر رب کے نام کو چھوڑ کر آپ نے پڑھا، یا اور کسی نے

www.abulhasanalinadwi.org

پڑھا تو اس کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ باسم ربّك الذی خلق، اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا، خلق الانسان من علق، اس میں ایک ایک جملہ، ایک ایک لفظ جو ہے وہ وحی کا لفظ ہے۔ اور حکمتوں سے بھرا ہوا ہے۔ پڑھئے! باسم ربّك الذی خلق اپنے اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، خلق الانسان من علق، اُس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھئے لیکن اپنی ہستی نہ بھولیئے یہ نہ بھولئے کہ آپ کون ہیں؟ آج دنیا میں جو کچھ فساد ہے آج یورپ اور امریکا بڑے پڑھے لکھے ملک ہیں لیکن ان کے علم سے فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے بلکہ نقصان پہنچ رہا ہے اس لئے کہ وہ اپنی ہستی کو بھول گئے، وہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو پہاڑوں پر چڑھ جاتے ہیں، ہم تو ہوا میں اڑتے ہیں، اور پانی پر چلتے ہیں اس کی وجہ سے ان کے علم کا رشتۂ اسم سے ٹوٹ گیا، ان کا رشتہ اپنے خالق سے ٹوٹ گیا، اب علم میں کوئی برکت نہیں، آپ وہاں جا کر دیکھئے، بڑا علم ہے بڑے بڑے پریس اور بہت بڑے بڑے نشر واشاعت کے ذرائع ہیں لیکن ہدایت نہیں ہے، خدا کی صحیح معرفت نہیں ہے، خدا کا خوف نہیں ہے، بقول فلسفی کہ ایک شخص نے کتاب لکھی ہے جس میں لکھا ہے کہ ہندوستان سے ایک فلسفی صاحب آئے تو وہاں کے ایک شخص نے ان سے کہا دیکھئے صاحب ہم تو ہوا میں اڑنے لگے ہیں، اتنی دیر میں ہم فلاں جگہ پہونچ جاتے ہیں، ہم پانی پر چلنے لگے ہیں اور ہم بے خوف وخطر سمندری سفر بھی کر لیتے ہیں۔ فلسفی نے جواب دیا مگر زمین پر آدمیوں کی طرح چلنا کبھی نہیں آیا۔ تو آخری بات یہی ہے کہ جو لفظ ہے وہ بالکل معجزہ ہے وحی ہے پڑھئے مگر اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھئے، بغیر اللہ کے نام کے اگر آپ پڑھیں گے، تو اس علم سے فائدہ نہیں ہوگا، اس سے نور نہیں پھیلے گا۔ ظلمت پھیلے گی، اس سے اپنی ہستی کو مت بھولیئے گا، آج تمام

www.abulhasanalinadwi.org

کالجوں اور یونیورسٹیوں میں یہی ہو رہا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے اونچے لوگ ہیں، بڑی اونچی مخلوق ہیں، بڑے ذہین ہیں لیکن قرآن کہتا ہے ''خلق الإنسان من علق'' اللہ نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا ہے، تمہارا رب تو بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا، تو قلم کی بھی بہت بڑی اہمیت بتائی گئی، تو یہ سب مدرسے قلم ہی سے چل رہے ہیں، قلم سے لکھنے کے بعد ہی کوئی چیز پڑھی جاتی ہے اور پڑھائی جاتی ہے۔

اس سے زیادہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے، آپ بہت سن چکے ہیں، اس لئے اس دعا پر اپنی تقریر کو ختم کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کی بنیاد اس جنگل میں ڈال رہا ہے۔ اس جنگل کو منگل نہیں، اس جنگل کو جمعہ بنادے، اللہ تعالیٰ یہاں سے ہدایت پھیلائے، نور پھیلائے، اپنا علم پھیلائے، اپنے نبیؐ کی محبت کا فیض پھیلائے اور شریعت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) ربنا تقبل منا إنك انت السميع العليم وتب علينا إنك انت التواب الرحيم

عقابی رُوح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے انکو اپنی منزل آسمانوں میں

(اقبال مرحوم)

www.abulhasanalinadwi.org

نعمتِ اسلام کی قدر اور اس پر شکر

۱۰ر مارچ ۱۹۸۴ء بعد عصر جامعہ اسلامیہ پٹیہ (چاٹگام) میں ایک عظیم الشان مجمع سے خطاب جو جامعہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر جمع ہوا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعمتِ اسلام کی قدر اور اس پر شکر

الحمد لله وحده والصلاة والسلام علی من لا نبیّ بعده امابعد!

واذتاذّن ربّکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم اِن عذابی لشدید. (سورۂ ابراهیم. ۷)

میرے بھائیو، اور بنگلہ دیش کے عزیزو اور دوستو! میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنی اس کوتاہی اور اس تقصیر کی معافی چاہتا ہوں کہ ہمارے پورے بر صغیر کے (جو تین حصوں پر منقسم ہو گیا ہے، ایک ہندوستان ایک پاکستان ایک بنگلہ دیش) مسلمانوں کا سب سے بڑا خاندان اس سر زمین پر آباد تھا، اور میں آپ کے پاس بہت تاخیر سے حاضر ہوا، اس کو میں اپنی ایک بڑی کوتاہی سمجھتا ہوں اور اللہ کے اس مبارک گھر اور اس علمی مرکز کی مسجد میں بیٹھ کر اللہ سے استغفار کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ میرے اس گناہ کو معاف فرمائیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف اپنی نسبت کرنے والی امت کا اتنا بڑا خاندان جو دنیا میں دوسرے نمبر کی مسلمان آبادی سمجھی جاتی ہے (انڈونیشیا کا پہلا درجہ ہے اور دوسرا درجہ بنگلہ دیش کا ہے) رسول اللہ ﷺ کے اتنے نام لینے والے، اللہ اور رسول کے اتنے ماننے والے، اللہ کے سامنے سجدہ کرنے والے اور اسلام کا کلمہ پڑھنے والے موجود ہوں، اور عرصہ سے موجود ہوں

www.abulhasanalinadwi.org

وہاں میں اتنی تاخیر سے آؤں۔

حضرات! میں نے آپ کے سامنے ایک آیت پڑھی اللہ فرماتا ہے
"واذتاذّن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم إن عذابی لشدید"
(اور جب تمہارے رب نے تم کو آگاہ کیا کہ اگر تم شکر کروگے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو یاد رکھو کہ میرا عذاب بھی سخت ہے) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جب دوسری قوموں کی کوئی بات دیکھتا ہے، جس میں بڑی رونق ہوتی ہے، دھوم دھام ہوتی ہے، جی لگنے کا اور دلچسپی کا سامان ہوتا ہے، تو شیطان ایسے موقعہ پر حملہ کرتا ہے، اور مسلمانوں کے اندر لالچ پیدا کردیتا ہے کہ ہمارے پاس بھی ایسی کوئی چیز ہوتی، دنیا کی کتنی قومیں ہیں جو عقیدۂ توحید اور اسلام کی نعمت سے محروم ہیں، وہ میلے ٹھیلے کرتی ہیں، کوئی درخت کو پوجتا ہے کوئی بتوں کے اوپر چڑھاوا چڑھاتا ہے، کھانے پکتے ہیں، جشن ہوتے ہیں، اور دلچسپی اور دل لگی کا سامان ہوتا ہے، بعض قومیں اس موقعہ پر پھسل گئیں اور شیطان کے حملہ کا شکار ہوگئیں، اور انہوں نے یہ کہنا شروع کیا (بعض نے اپنی زبانِ حال سے اور بعض نے اپنی زبان قال سے) کہ کاش ہمارے پاس بھی کوئی ایسی چیز ہوتی۔!

دنیا کی بیسیوں قوموں نے خدا کے سوا بُت بنائے، کسی نے قومیت کو بُت بنالیا، کسی نے ملک کو بُت بنالیا ہے، کسی نے زبان کو بُت بنالیا ہے، کسی نے اپنے آباء واجداد کی کہانیوں کو اور تاریخ کو بُت بنالیا ہے، اور کسی نے رنگ ونسل کو بُت بنالیا ہے، لیکن اللہ نے مسلمانوں کو ان تمام بُتوں سے محفوظ رکھا، ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہم ہمیشہ اسلام پر فخر کریں اور اسلام کے سوا کسی چیز کو لالچ اور رشک کی نظر سے نہ دیکھیں کہ کاش ہم کو بھی یہ چیز ملتی۔!

www.abulhasanalinadwi.org

یہ ایسی لغزش کی فضا ہے کہ بعض قوموں کے منہ میں پانی بھر آیا ہے، جیسے کسی کو اچھی لذیذ چیز کھاتے دیکھ کر بھی منہ میں پانی بھر آتا ہے، اسی طرح بعض قوموں کی گمراہیوں کو دیکھ کر اچھے اچھوں کے قدم اکھڑ گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک جلیل القدر پیغمبر (حضرت موسیٰؑ) کی صحبت و تربیت نصیب فرمائی تھی، ان کے قدم بھی لڑکھڑا گئے اور بت پرستی کے مظاہر دیکھ کر وہ سنبھل نہیں سکے، اور انہوں نے تمنا کی کہ ہمیں بھی یہ چیز ملتی، سورۂ اعراف میں بنی اسرائیل کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وجاوزنا ببنی إسرائیل البحر فأتوا علی قوم یعکفون علی أصنام لّهم .قالوا یاموسی اجعل لّنا إلٰهاً کما لهم الهة.قال إنکم قوم تجهلون. إن هٰؤلاء متبّر ماهم فیه وبٰطل مّاکانوا یعملون.

(سورۃالاعراف. ۱۳۹:۱۳)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتارا تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں (کی عبادت) کے لئے بیٹھے رہتے تھے (بنی اسرائیل) کہنے لگے کہ موسیٰؑ! جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایک معبود بنادو موسیٰؑ نے کہا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو یہ لوگ جس (شغل) میں (پھنسے ہوئے) ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں سب بیہودہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس قوم کی لغزش کا واقعہ بیان کیا ہے، جس

www.abulhasanalinadwi.org

کے متعلق خود فرماتا ہے :۔

یبنی اِسرائیل اذکروا نعمتی الّتی انعمتُ علیکم وانّی فضلتکم علی العالمین.
﴿سورۃ البقرۃ .٤٧﴾

اے یعقوب کی اولاد میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے تھے اور یہ کہ میں نے تم کو جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔

مفسّرین و محققین کا کہنا ہے کہ بنی اسرائیل کو دنیا پر جو فضیلت حاصل تھی، وہ توحید کی بنا پر تھی، توحید ہمیشہ اسرائیل (یعقوبؑ) کی نسل میں رہی وہ اپنے زمانہ کی قوموں کے مقابلہ میں زیادہ خدا پرست اور۔۔۔۔ موحد تھے، اس قوم کا یہ حال ہوا جو مصر میں کئی برس تک موسیٰ علیہ السلام کی تربیت میں رہی تھی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وجٰوزنا ببنی اِسرائیل البحر" (ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کرایا) "فاَتوا علیٰ قومٍ یّعکفون علی اصنام لّھم" (وہ ایسے لوگوں کے پاس سے ہو کر گذرے کہ جو اپنے بتوں کے سامنے جھکے ہوئے تھے) اور وہاں غالباً دکانیں لگی ہوں گی، کھانے پک رہے ہوں گے، گانے بجانے بھی ہو رہے ہوں گے، اور ایسے موقعوں پر یہ ہونا ضروری ہے، موسیٰ علیہ السلام نے اتنے دن تک جو سبق پڑھایا تھا وہ یکسر بھول گئے، وہ بولنے لگے، "یا موسی اجعل لنا اِلٰھاً کما لھم اٰلھة" ہمارے لئے بھی کوئی ایسا معبود تجویز کر دیجئے جیسے مشرکین کے کئی معبود ہیں "قال اِنکم قومٌ تجھلون" موسیٰ علیہ السلام کو جلال آگیا اور کہنے لگے کہ تم پرلے درجہ کے نالائق اور پرلے درجہ کے ناشکرے اور پرلے درجہ کے جاہل ہو، اتنے دنوں تک تم کو سکھایا پڑھایا اور تمہیں اس گندی زندگی سے نکالا تمہارے لئے اللہ کے یہاں سے منّ وسلوی اترا، اور تم کہتے ہو کہ ہمارے لئے ایسا جشن اور میلہ لائیے

www.abulhasanalinadwi.org

"اِنَّ هٰؤُلاءِ مُتَبَّرٌ مَّاهُمْ فِيهِ" یہ سب برباد ہونے والے ہیں "وَبَطِلَ مَاکَانُوا یَعْمَلُونَ" اور بت کچھ کام نہیں آئے گا، سب ملیامیٹ ہو جائے گا یہ بڑی عبرت کی بات ہے، ہمارے اور آپ کے ڈرنے کی بات ہے، اللہ کے پیغمبر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تربیت میں جو قوم برسوں رہی وہ بھی پھسل گئی اور اس نے کہا کہ ہمارے لئے بھی آپ کوئی ایسا مجسّم خدا کھڑا کیجئے جسے ہم دیکھ کر پرستش کریں۔

اس سے ملتا جلتا واقعہ (اتنا بڑا تو نہیں) خود مسلمانوں کو پیش آیا کہ ایک درخت ذات انواط تھا اس درخت پر لوگ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے، قربانیاں کرتے تھے، اور ایک دن اس کے نیچے قیام کرتے تھے، صحاح کی روایت ہے کہ حضور ﷺ غزوۂ حنین پر جارہے تھے تو جو نئے مسلمان ہوئے تھے، انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے بھی ایسا درخت تجویز کردیجئے جہاں ہم آئیں بیٹھیں، میلہ کریں، بازار لگائیں، کھائیں پیئیں، جانور ذبح کریں، آپ نے فرمایا کہ جو بات بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے کہی تھی وہی تم مجھ سے کہہ رہے ہو؟ "اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ" اے مسلمانو! تم بھی اس قوم کے بالکل بقدم چلو گے۔؟

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک لڑائی کے موقعہ پر ایک انصاری میں اور ایک مہاجر میں کچھ تکرار ہوگئی تو اس وقت انصاری نے چلا کر کہا "یاللأنصار" انصار کی دُہائی ہے، اور مہاجر نے کہا "یاللمهاجرین" مہاجرین کی دُہائی ہے، جب رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا "دعوها فانها منتنة" چھوڑو اس کو یہ ناپاک چیز ہے۔

تو میرے بھائیو اور دوستو! شیطان ہماری تاک میں ہے، وہ اپنے کام سے کبھی غافل نہیں ہوتا، وہ نئے نئے طریقہ پر پُھسلایا کرتا ہے، کبھی کسی رنگ سے، کبھی کسی رنگ سے، وہ یہ جانتا ہے کہ یہ آدمی کس بات سے متاثر ہوگا، اس کو اس کام

سے ہٹانے کے لئے کون سی بات زیادہ موثر ہوگی، وہ عالموں کے خاندان میں جائے گا تو وہ چوری کے لئے نہیں کہے گا جبہ وہ جانتا ہے کہ کہیں عالموں کی اولاد اور بزرگوں کی اولاد چوری کرتی ہے، ان کو تکبر سکھلائے گا، آباء واجداد پر فخر کرنا بتائے گا، ایسے ہی اگر وہ تاجروں کے پاس جائے گا تو ان کو وہ ناپ تول میں کمی کرنے یا ناجائز طریقہ پر تجارت کرنے، نفع حاصل کرنے پر مائل کرے گا، ایسے ہی جن قوموں کو اللہ تعالیٰ نے دین کا بڑا ذخیرہ دیا ہے، علم کا، ذہانت کا، نسل کا، اسلامی اخوت کا، ان سے کہے گا کہ اسلام کی نسبت تو سب کو ملتی ہے، زبان کی نسبت، قومیت کی نسبت ہماری خصوصیت ہے، اس پر فخر کرنا چاہئے اور اس کو مضبوط بنانا چاہئے، یہی شیطان کا وہ حربہ ہے جو وہ ایسے موقع پر استعمال کرتا ہے، آپ اس توحید کی رسی کو مضبوط پکڑیئے "واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا" اللہ فرماتا ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو، متفرق نہ جاؤ۔

تفرق کی بات تو یہی ہے کہ شیطان کسی کے سامنے قومیت، کسی کے سامنے مادیت، کسی کے سامنے دولت، کسی کے لئے علم اور مختلف قسم کی چیزیں لالا کر کھڑا کر دیتا ہے، اور ان میں ایسی کشش پیدا کر دیتا ہے کہ بعض وقت آدمی اس کے لئے دوسروں کی جانیں لیتا ہے، لوگ ایک دوسرے کے سر کاٹنے لگتے ہیں، ایک دوسرے کے گھر اجاڑنے لگتے ہیں، کمزور کمزور بچوں پر ہاتھ اٹھاتے ہیں، شریف بیبیوں اور بیواؤں پر ہاتھ اٹھاتے ہیں، یہ سب شیطان کے چکر ہیں، ہمیں آپ کو اسلام پر فخر کرنا چاہئے اور اسلام کو سب سے بڑی دولت سمجھنا چاہئے،

www.abulhasanalinadwi.org

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک سیاہ فام آدمی کی جس میں کوئی وجاہت نہیں بڑے بڑے خاندانی لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ عزت ہوتی ہے "اِنّ اکرمکم عنداللہ اتقاکم" اللہ تعالیٰ نے فضیلت کی چیز تقویٰ بنایا ہے، فضیلت کی چیز عبادت بنائی ہے، فضیلت کی چیز علم بنایا ہے "لافضل لعربیٍّ علی عجمیٍّ ولالعجمیٍّ علی عربیٍّ الاّ بالتقویٰ" عرب کو عجم پر، کسی عجمی کو عرب پر، گورے کو کالے پر، کالے کو گورے پر، کوئی فضیلت نہیں دی گئی اگر فضیلت دی تو تقوی کی بنیاد پر، کون اللہ کا علم زیادہ رکھتا ہے، دین کا علم زیادہ رکھتا ہے، کون زیادہ نماز پڑھنا جانتا ہے، کون اسلام پر زیادہ شکر وفخر کرتا ہے، اور جس کو اللہ ورسول سے زیادہ محبت ہے، اسی کو فضیلت ہے، ایمان کی نسبت سب سے بڑی نسبت ہے اس لئے فرمایا "اِنّ الشیطٰن لکم عدوٌّ فاتّخذوہ عدواً" کہیں آتا ہے "اِنہ یرٰکم ھُو وقبیلہ من حیث لا ترونھم" شیطان اور اس کا لشکر تم کو دیکھتا ہے، اور تم اس کو نہیں دیکھتے۔

اور شیطان جن کے بھیس میں بھی آتا ہے، اور انسان کے بھیس میں بھی آتا ہے، وہ دشمنوں کے بھیس میں بھی آتا ہے اور دوستوں کے بھیس میں آتا ہے، اس کو بہت سی زبانیں آتی ہیں، ہم سے آپ سے اچھی زبان بولتا ہے اور ہم سے اور آپ سے زیادہ اچھی زبان میں وہ سمجھاتا ہے، آپ ایسے سب دشمنوں سے ہوشیار رہئے، اسلام کی رسی مضبوط پکڑیئے، اس پر فخر کیجئے اس سے زیادہ فخر کی کوئی بات نہیں ہے، اسلام پر زندہ رہئے، اسلام پر مر جایئے، اسلام سیکھئے، اس کے لئے سر کٹانا بھی درست ہے لیکن غیر اسلام کے لئے خون کا ایک قطرہ بہانا بھی ناجائز۔

عرب میں ۶۶۔۶۵ء میں ایک بڑا طوفان اٹھا، بڑی آندھی اٹھی، ایک ایسا آدمی پیدا ہو گیا، جس نے لاکھوں عربوں کو پاگل بنا دیا، لیکن تھوڑے دن کے بعد اللہ رہ گیا، اس کا رسول رہ گیا، قبلہ رہ گیا، اور مسجد نبوی رہ گئی، اور قرآن شریف رہ گیا اور وہ جادو رخصت ہوا، "إنَّ الباطل كان زهوقاً" باطل کے پاؤں نہیں، صرف اللہ اور رسول قائم رہیں گے، آپ اسلام کے سوا کسی چیز پر فخر نہ کریں، اسلام کے نعرہ کے علاوہ کوئی چیز آپ کو اپنی طرف کھینچنے نہ پائے، اسلام کے رُخ کے سوا کسی کی طرف آپ رُخ نہ کریں، بس یہی اسلام کا شکر ہے، یہی اسلام کا فخر ہے، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ایمانوں اور دلوں کی حفاظت فرمائیں، ہمارے ایمان، ہمارے ساتھیوں کے ایمان اور ہمارے دلوں کی بھی اللہ حفاظت فرمائیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا محمد کاظم صاحب ندوی

کی

ایک مقبول ترین کتاب

تقریر کیسے کریں؟

(کامل پانچ حصے)

تقریر سیکھنے اور سکھانے کے لئے ہندوپاک میں کثیر تعداد میں چھپنے والی یہ اہم ترین کتاب ہے، جو عوام وخواص اور خاص طور سے طلبہ وطالبات کے حلقہ میں مقبول عام ہے۔ اس کتاب کے پانچوں حصوں کے متعدد ایڈیشن چھپے اور آج بھی چھپ رہے ہیں، اور اسکی مانگ میں زبردست اضافہ ہو رہا ہے۔

اس کتاب کے حصہ اول اور دوم کا عربی ترجمہ "کیف تکون خطیباً؟" کے نام سے ہر جگہ دستیاب ہے۔ آج ہی طلب کیجئے!

ملنے کا پتہ

مکتبہ ایوب کاکوری، لکھنؤ ۲۲۷۱۰۷

ہماری مطبوعات

﴿از قلم حضرت مولانا محمد کاظم صاحب ندوی﴾

تقریر سیکھنے اور سکھانیوالی کتابیں

تقریر کیسے کریں؟ ۵ حصے ☆تبلیغی واصلاحی تقریریں
☆ آسان تقریریں ۳ حصے ☆ جدید معیاری تقریریں ۴ حصے
☆بے نظیر تقریریں ☆جدید دینی تقریریں ۳ حصے
☆الخطب الدینیۃ الجدیدۃ دو حصے (عربی) ☆کیف تکون خطیبا دو حصے (عربی)
☆کن خطیبا ☆ مولانا محمد علی جوہر کی آخری فکر انگیز تقریر،
☆خطباتِ مفکر اسلام اول، دوم، سوم، چہارم ☆ خطباتِ مدراس (سید سلیمان ندوی)

☆مصنف کی دیگر دینی واصلاحی کتب☆

نماز کیسے پڑھیں؟ اردو ہندی (یہ دونوں کتابیں پاکٹ سائز میں بھی دستیاب ہیں
عورت اسلام سے پہلے اور اسلام میں (ایک تقابلی مطالعہ)
سیرت حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی (مجلد و غیر مجلد)

اسلام کے چار رکن	روزہ کی شرعی حیثیت	داڑھی کی حقیقت
تعارف کلمۂ طیبہ	حج کی شرعی حیثیت	حقوق والدین
نماز کی شرعی حیثیت	پڑوسی کے حقوق	حقوق زوجین
زکوۃ کی شرعی حیثیت	دس جنتی	آداب السلام
اسلامی مساوات	رسول اکرم ہجرت سے پہلے اور بعد ہادیٔ اعظم	
مساجد اور اسلام	یہ تھیں امت مسلمہ کی مائیں	مقالات مفکرِ اسلام

(نعتیہ مجموعے) فردوس، زمزمہ نعت، عقیدت کے پھول۔

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ ایوب کاکوری لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org